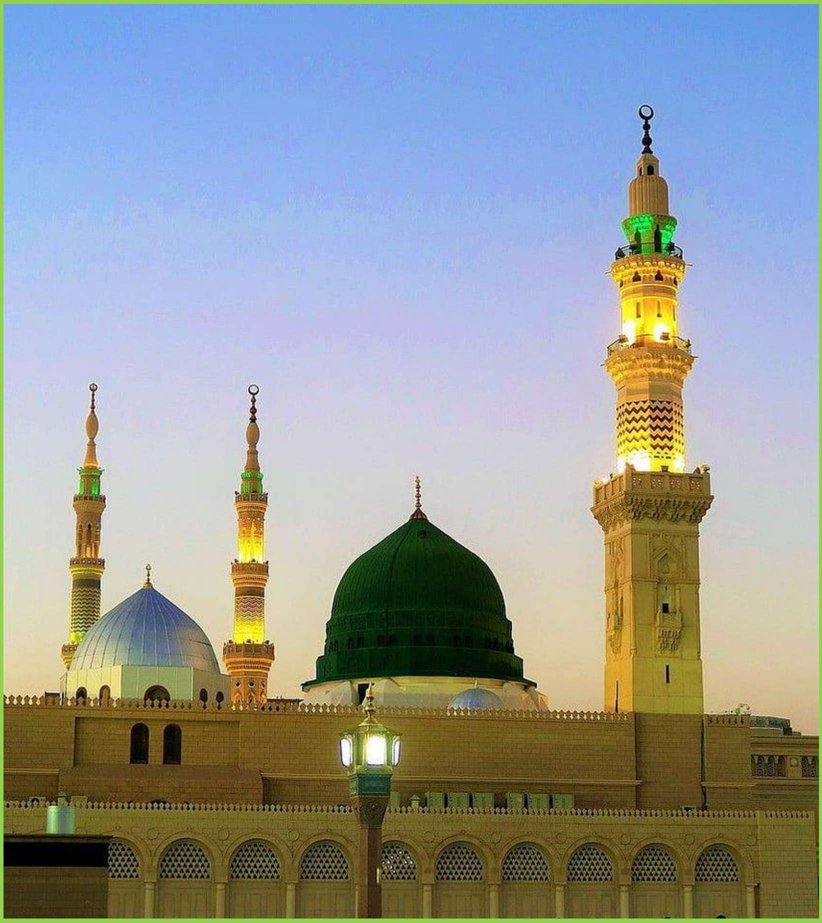

تقاریر

سیرت و شمائلِ محمد ﷺ

برموقع 12 ربیع الاوّل 1445ھ

حنیف احمد محمود

تقاریر

سیرت و شمائلِ محمد ﷺ

برموقع 12 ربیع الاوّل 1445ھ

حنیف احمد محمود

رابطہ کرنے کے لیے

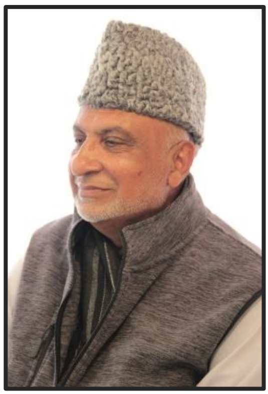

ای میل ایڈریس: hanifahmadmahmood@hotmail.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

❖❖❖❖

سیرت وشمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر 39 تقاریر کا مجموعہ

اُنْظُرْ اِلَیَّ بِرَحْمَۃٍ وَّ تَحَنُّنِ
یَا سَیِّدِیْ اَنَا اَحْقَرُ الغِلْمَانِ

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہٖ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٖ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَ غَمِّہٖ وَ
حُزْنِہٖ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَ اَنْزِلْ عَلَیْہِ اَنْوَارَ رَحْمَتِکَ اِلَی الْاَبَدِ

پیش لفظ

دنیا میں ہمارے نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم پر مخالفین کی طرف سے حملے کئے جاتے رہے ہیں اور کئے جارہے ہیں جیسا کہ گزشتہ سالوں میں ان حملوں کے نہایت دلآزار مناظر ہم دیکھ بھی چکے ہیں۔ ایسے وقت میں ہمارا فرض ہیں کہ ہم اپنے آقا و مطاع محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو بار بار بیان کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مخالفین نے ہمارے رسول ﷺ کے خلاف بیشمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعہ ایک خلق کثیر کا گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک ﷺ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشر ﷺ کی ذاتِ والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لیے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلاء عظیم سے نجات بخش۔“

(ترجمہ عربی عبارت، آئینہ کمالات اسلام، صفحہ 15)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ بیان کرنے اور اس خوبصورت ذکر کو پھیلانے کی طرف ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ ہمیں توجہ دلاتے رہے ہیں۔ ایک خطبہ جمعہ میں آپ نے فرمایا:

”آج کل بھی بعض لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے بارے میں بعض کتابیں لکھی ہیں اور وقتاً فوقتاً آتی رہتی ہیں۔ اسلام کے بارے میں، اسلام کی تعلیم کے بارے میں یا آپؐ کی ذات کے بارے میں بعض مضامین انٹرنیٹ یا اخبارات میں بھی آتے ہیں، کتب بھی لکھی گئی ہیں۔ ایک خاتون مسلمان بن

کے ان سائیڈ سٹوری (Inside Story) بتانے والی بھی آجکل کینیڈا میں ہیں۔ جب احمدی اس کو چیلنج دیتے ہیں کہ آؤ! بات کرو تو بات نہیں کرتی اور دوسروں سے ویسے اپنے طور پر جو مرضی گند پھیلا رہی ہے۔ تو بہرحال آج کل پھر یہ مہم ہے۔ ہر احمدی کو اس بات پہ نظر رکھنی چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا تقاضا یہی ہے کہ آپؐ کی سیرت کے ہر پہلو کو دیکھا جائے اور بیان کیا جائے، اظہار کیا جائے۔ یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی خلاف بات سنی، جلوس نکالا، ایک دفعہ جلسہ کیا، ایک دفعہ غصے کا اظہار کیا اور بیٹھ گئے۔ بلکہ مستقل ایسے الزامات جو آپؐ کی پاک ذات پر لگائے جاتے ہیں ان کا ردّ کرنے کے لئے، آپؐ کی سیرت کے مختلف پہلو بیان کئے جائیں۔ ان اعتراضات کو سامنے رکھ کر آپؐ کی سیرت کے روشن پہلو دکھائے جاسکتے ہیں۔ کوئی بھی اعتراض ایسا نہیں جس کا جواب موجود نہ ہو۔ جن جن ملکوں میں ایسا بیہودہ لٹریچر شائع ہوا ہے یا اخباروں میں ہے یا ویسے آتے ہیں وہاں کی جماعت کا کام ہے کہ اس کو دیکھیں..... جیسا کہ مَیں نے کہا سیرت کا بیان تو ہر وقت جاری رہنا چاہئے۔ یہاں بھجوائیں تاکہ یہاں بھی اس کا جائزہ لیا جاسکے اور اگر اس کے جواب دینے کی ضرورت ہو تو دیا جائے۔ جماعت کے افراد میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں جس طرح مَیں نے کہا مضامین اور تقاریر کے پروگرام بنائے جائیں۔ ہر ایک کے بھی علم میں آئے۔ نئے شامل ہونے والوں کو بھی اور نئے بچوں کو بھی۔ تاکہ خاص طور پر نوجوانوں میں، کیونکہ جب کالج کی عمر میں جاتے ہیں تو زیادہ اثر پڑتے ہیں۔ تو جب یہ باتیں سنیں تو نوجوان بھی جواب دے سکیں۔ پھر یہ ہے کہ ہر احمدی اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرے۔ تاکہ دنیا کو یہ بتاسکیں کہ یہ پاک تبدیلیاں آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کی وجہ سے ہیں جو چودہ صدیوں سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی اسی طرح تازہ ہے۔“

(خطبہ جمعہ 11/ فروری 2005ء)

امسال 2023ء میں 12 ربیع الاول (عید میلاد النبیؐ) لندن میں 28 ستمبر 2023ء کو آرہا ہے۔ گو جماعتِ احمدیہ عید میلاد النبیؐ کو اُس طریق پر نہیں مناتی جس طور پر غیر مناتے ہیں ہاں جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ، اجلاسات اور میٹنگز منعقد کر کے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، اخلاق و شمائل کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اور رسائل و اخبارات کے ذریعہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک اعمال و اخلاق کی تشہیر کی جاتی ہے۔ خاکسار کے پاس بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت

پر اپنے ناتوانا اور کمزور ہاتھوں سے تحریر شدہ بعض تقاریر موجود تھیں جو خاکسار نے خود بعض جلسہ ہائے سیرت النبیؐ پر کیں یا بعض دوسرے احباب وخواتین نے خاکسار سے لکھوائیں جن کو خاکسار مزید بہتر کر کے 2023ء کے 12 ربیع الاول 1445ھ پر یکجائی طور پر حصول ثواب کی خاطر پیش کر رہا ہے اور اس میں اُن مضامین و عناوین کا اضافہ بھی کیا جارہا ہے جو اخلاق آج کل دنیا سے ناپید اور معدوم ہوتے جارہے ہیں۔ ان کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وشمائل میں اجاگر کرنا مقصود ہے تا ہمارا معاشرہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلوؤں کو اپنا کر از سر نو اسلامی بن جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس حقیر سی کاوش کو قبول فرمائے اور امید ہے کہ احباب وخواتین اس آنے والے سیرۃ النبیؐ کے جلسوں میں ان تقاریر سے انتخاب کر کے ناظرین و حاضرین کے سامنے پیش کر کے خاکسار کے لئے ثواب اور انعامات خداوندی کا موجب بنیں گے۔ کَانَ اللّٰہُ مَعَکُم

ان مضامین کی تیاری، مواد کے تلاش کرنے، کمپوز کرنے، پی ڈی ایف میں ترتیب دینے اور کتابی طور پر خوبصورت تشکیل دینے میں جن خیر خواہوں نے اس میں حصہ لیا۔ اُن کے اسماء بغرض دعا تحریر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔

عزیزم زاہد محمود نے بھرپور معاونت کی۔ کتابی شکل دینے میں مکرم سید عمار احمد (جرمنی) تعاون کیا۔ کمپوزنگ کرنے والوں میں سر فہرست مکرمہ عائشہ چوہدری (جرمنی) ہیں۔ ان کے علاوہ جن احباب و خواتین نے تعاون فرمایا ان میں مکرم منہاس محمود (جرمنی)، مکرمہ عطیۃ العلیم (ہالینڈ) اور مکرمہ فائقہ بُشریٰ شامل ہیں۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

ان میں بعض تقاریر / مضامین میں خاکسار نے مکرم حافظ مظفر احمد کی کتاب "اُسوہ انسان کاملؐ" سے بھی استفادہ کیا ہے۔ فجزاہُ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اپنے فرمان لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ کی مصداق ہستی سیدنا و مولانا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عقیدت میں بڑھاتا چلا جائے اور مجھے بھی آپؐ کی شفاعت کا موجب بنائے۔ آمین

آخر پر امید واثق ہے کہ حضور ایدہ اللہ کے ارشادِ بالا "**مضامین اور تقاریر کے پروگرام بنائے جائیں**" کے تحت اپنے اپنے ہاں جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ میں ان تقاریر میں سے بعض حصے پڑھ کر حصول ثوابِ دارین کا موجب ہوں گے۔

كَانَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ

حنیف احمد محمود۔ برطانیہ

ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والا تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

تشہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ یَدِ جَذْمَاء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی مانند ہے۔

(جامع ترمذی، مشکوۃ المصابیح، باب اعلان النکاح، حدیث نمبر 3015)

تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی وذیلی تنظیموں کے تربیتی وتبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔

2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کرکے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر بآسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔

3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کرکے اگر وہی تقریر کردی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔

4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مدنظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مدنظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔

5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بینی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں الٰہی مدد و نصرت بھی ملے گی۔

انڈیکس

نمبر شمار	مشاہدات	عنوان	صفحہ
1	153	میلاد النبیؐ پر جلسے منعقد کرنے پر جماعت احمدیہ کا مؤقف اور غیروں کا طرزِ عمل	1
2	151	جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ کی تاریخ	13
3	107	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک	20
4	62	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کے لئے کامل نمونہ	27
5	75	کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ	38
6	123	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات	45
7	124	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ	55
8	104	طبقہ نسواں اور آنحضور ﷺ کے احسانات	63
9	125	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے حقوق کے محافظ	71
10	105	مُحسنِ انسانیتؐ غیروں کی نظر میں	80
11	117	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے حُسنِ معاشرت	91
12	106	قرآنی احکام کی روشنی میں آنحضورؐ کی ازواجِ مطہرات کی تعلیم وتربیت	100
13	81	آنحضورؐ کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک	110
14	109	میرے آقا حضرت محمدؐ نوجوانوں کے لئے اسوہ حسنہ	117
15	101	امن کا شہزادہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	126
16	119	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایفائے وعدہ	137
17	115	آنحضورؐ کی سیرت کی روشنی میں حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ	144
18	108	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عجز وانکسار اور سادگی	152
19	120	صحابیات رسولؐ کے صدق ووفا کی داستانیں	161

20	129	صحابیات کا آنحضورؐ کی صحبت اور قوتِ قدسیہ سے فیض پانے کے واقعات	178
21	127	مذہبی آزادی اور رواداری کی اسلامی تعلیم اور آنحضورؐ کا اسوہ حسنہ	189
22	131	وہ دین ہی کیا ہے جس میں نماز نہیں؟	197
23	136	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صِلہ رِحمی کی تعلیم	207
24	137	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت شعاری	214
25	138	میرا آقاؐ ہم سب کے لئے نمونہ ہے	222
26	139	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو و درگزر کا مقام	234
27	128	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت الٰہی اور اللہ کے لئے غیرت	244
28	140	نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ	252
29	141	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم	262
30	142	آنحضرتؐ کا کمزوروں، خادموں، ماتحتوں، یتیموں اور مسکینوں سے حُسنِ سلوک	272
31	146	درود شریف کی اہمیت، فضیلت اور برکات	280
32	148	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بطور اَمِیْنٌ	288
33	149	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت	299
34	150	آنحضورؐ کی ہمسائیوں سے حُسنِ سلوک کی تعلیم	310
35	152	اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ	317
36	155	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم "صدق و سچائی"	325
37	156	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کو نصائح	337
38	118	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشقِ قرآن	349
39	158	عید میلاد النبیؐ کیسے منائیں؟	357

﴿1﴾

میلاد النبیؐ پر جلسے منعقد کرنے پر جماعتِ احمدیہ کا مؤقف اور غیروں کا طرزِ عمل

(از حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے روحِ قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پر کہتا ہوں
کہ اُس کی مرتبہ دانی میں ہے خدادانی

سامعین / سامعات! آج مجھے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبانِ مبارک سے **میلاد النبیؐ پر جلسے منعقد کرنے پر جماعتِ احمدیہ کا مؤقف اور غیروں کا طرزِ عمل** پر گفتگو کرنی ہے۔

ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ اپنے خطبہ جمعہ مؤرخہ 16/ دسمبر 2016ء میں فرماتے ہیں:

ہم آجکل اسلامی مہینہ ربیع الاوّل سے گزر رہے ہیں۔ اسلامی دنیا خاص طور پر پاک و ہند میں اس مہینہ کی اہمیت اس لئے ہے ویسے تو ساری اسلامی دنیا میں ہے لیکن یہاں خاص طور پر اسے بڑا منایا جاتا ہے کہ بارہ تاریخ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ ایک تحقیق یہ کہتی ہے۔ پھر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''سیرت خاتم النبیین'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مصری سکالر کی تحقیق کے مطابق 9/ ربیع الاوّل بنتی ہے۔

(سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 93)

بہرحال ربیع الاوّل کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ لیکن افسوس ہے مسلمانوں کی حالت پر کہ یہ دن مناتے تو محسن انسانیت اور رحمۃ للعالمین کی پیدائش کی خوشی میں ہیں لیکن آپس میں مسلمان قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (الحشر: 15) کہ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں، کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو مسلمانوں کے آپس کے تعلقات میں یہ خصوصیت بیان فرماتا ہے کہ رُحَمَآءُ بَيْنَهُم (الفتح: 30) کہ آپس میں بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں

لیکن یہ رحم تو دُور کی بات ہے اکثر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ روزانہ خبریں آتی ہیں سینکڑوں مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں اور یہ چیز ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو سخت ناپسند ہے۔ اگر اپنے طور پر ظلم کر رہے ہیں تو کریں لیکن یہی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام پر ہو رہی ہے۔ مسلمان مسلمان کو قتل کر رہا ہے اور اللہ اور رسول کے نام پر قتل کر رہا ہے۔ وہ خدا جو ربُّ العالمین ہے اور رحمان ہے، رحیم ہے، وہ رسول جو رحمۃ للعالمین ہے ان کے نام پر ظلم و بربریت کی مثالیں قائم کر کے بیکسوں، عورتوں، بچوں، معصوموں کو گھروں سے بے گھر کیا جا رہا ہے۔ ننگ اور بھوک میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ قتل کیا جا رہا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام پر یہ سب کچھ انتہائی ڈھٹائی اور بے شرمی سے کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ایک مسلمان کا عمداً قتل تمہیں جہنم میں لے جائے گا۔ کسی بھی معصوم کے قتل سے تم جہنم کی آگ سے بچ نہیں سکتے لیکن یہ مذہبی ٹھیکیدار اور مفاد پرست لیڈر سادہ اور کم علم مسلمانوں کو جنّت کا لالچ دے کر اس قسم کے کام میں جھونکتے چلے جا رہے ہیں۔ اسلام کو اس قدر ان لوگوں نے بدنام کر دیا ہے کہ آج غیر مسلم دنیا میں اسلام کے نام سے پہلا تصور جو غیر مسلموں کے ذہنوں میں ابھرتا ہے وہ ظلم و بربریت ہے۔ ہاں ایک بات ہے جس پر یہ نام نہاد مسلمان لیڈر جمع ہو کر یا علماء جمع ہو کر ایک دوسرے سے تعاون کی باتیں اور تلقین کرتے ہیں اور وہ بات وہ ہے جس کے خلاف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب مسلمانوں کی ایسی حالت ہو جائے گی، جب مسلمانوں کے دل آپس میں پھٹ جائیں گے، قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى کی حالت ہو گی، مسلمان ایک دوسرے کے گلے کاٹیں گے۔ نام نہاد علماء جن کے پاس مسلمان لوگ یہ سمجھ کر کہ ان کے پاس ہدایت ہے ہدایت کے لئے جائیں گے تو ان علماء کی بھی یہی حالت ہو گی کہ وہ بھی انہی کاموں میں مصروف ہوں گے جو خدا تعالیٰ سے دُور لے جانے والے ہیں بلکہ عام لوگوں سے بھی بدتر ان کی حالت ہو گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عُلَمَآئُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ۔ یعنی علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ (الجامع لشعب الایمان للبیہقی جلد 3 صفحہ 317-318 حدیث 1763 مطبوعہ مکتبۃ الرشد بیروت 2004ء)۔ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ یہ فتنے پیدا کرنے والے ہوں گے۔ ان

میں سے فتنے پھوٹیں گے اور یہی ہم آج علماء کی اکثریت میں دیکھ رہے ہیں کہ بجائے آگ بجھانے کے یہ لوگ آگ لگانے والے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت کا نقشہ کھینچ کر بتایا تھا کہ اس حالت میں اسلام کا درد رکھنے والے مسلمان مایوس نہ ہوں ایسے وقت میں مسیح موعود اور مہدی معہود آئے گا جو اپنے آقا و مطاع کے کامل غلام کی حیثیت سے مسلمانوں کو بھی، غیر مسلموں کو بھی اسلام کی حقیقی تعلیم سے آگاہ کرے گا اور اسلام کی خوبصورت اور روشن تعلیم سے دنیا کو روشن کرے گا اور پھر سے اُمّت واحدہ بنائے گا۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا اسی بات سے یہ علماء انکاری ہیں اور لوگوں کو بھی، عامۃ المسلمین کو بھی غلط باتیں بتا کر فساد کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں اور انہیں وہ باتیں فساد پیدا کرنے کے لئے بتاتے ہیں کہ جن کا وجود ہی نہیں ہے۔

معزز بھائیو اور بہنو! حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

12/ربیع الاوّل کے حوالے سے ناموسِ رسالت اور ختمِ نبوت کے نام پر پاکستان میں چند دن پہلے (یہ چار دن پہلے تھا) دوالمیال میں اوباشوں اور مولویوں نے جمع ہو کر جلوس نکالا۔ ہماری مسجد پر حملہ کیا۔ مسجد کے اندر احمدی تھے۔ احمدیوں نے اندر آنے نہیں دیا۔ دروازے بند تھے۔ لیکن پولیس کے کہنے پر جب احمدیوں نے دروازے کھولے اور پولیس کی اس ضمانت پر دروازے کھولے کہ وہ مسجد کی حفاظت کریں گے اُس وقت یہ بلوائی مسجد میں داخل ہو گئے اور پولیس ایک طرف ہو گئی اور پھر انہوں نے مسجد کا سامان باہر نکال کر جلایا اور یوں انہوں نے اپنے زعم میں اسلام کی بہت بڑی خدمت کی۔

بہر حال ہم نے قانون سے نہیں لڑنا نہ ہم لڑتے ہیں جہاں تک مادی چیزوں کا سوال ہے ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ ٹھیک ہے نقصان کیا، کر دیں۔ ہاں اپنے عقیدے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان لانے کا اور توحید کو اپنے دلوں میں گاڑنے کا جہاں تک سوال ہے اس کے لئے ہم اپنی جانیں قربان کر سکتے ہیں لیکن اس سے ہٹنے والے نہیں اور ہمیشہ ہم یہی کہتے آئے ہیں اور اس کی خاطر قربانیاں بھی دیتے آئے ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے اعلان سے ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

یہ لوگ تو رسمی میلاد مناتے ہیں، رسماً اکٹھے ہوتے ہیں۔ تقریریں کیں اور ان کی جو تقریریں ہیں وہ بھی اکثریت پاکستان میں سوائے احمدیوں کو گالیاں دینے کے اور کچھ نہیں ہوتیں۔ یہ مغلّظات بک کر وقتی طور

پر ایک جوش نکال لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اِس سے انہوں نے اسلام کی بہت بڑی خدمت کرلی۔ لیکن جماعت احمدیہ نے اصل خدمت کا بیڑا پہلے تو اُس وقت اٹھایا تھا جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ کیا اور آپ نے یہی فرمایا کہ مَیں توحید کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قائم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ میرے ذریعہ سے ہونی ہے اور پھر خلافت ثانیہ میں اُس وقت جب ایک وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف غیر مسلمانوں نے اخباروں اور کتابوں میں بیہودہ گوئیاں کیں، انتہائی غلیظ زبان استعمال کرتے ہوئے لکھنا شروع کیا تو اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بڑے پیمانے پر ہندوستان میں سیرت کانفرنسیں منعقد کیں اور احمدیوں اور غیر احمدیوں، سب مسلمانوں کو کہا کہ اب یہ وقت ہے کہ اختلافات چھوڑ کر اکٹھے ہو کر، جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اسلام کا دفاع کرو اور وسیع پیمانے پر اس کا آپ نے ان کانفرنسوں کا آغاز فرمایا بلکہ جو غیر مسلم شرفاء تھے آپ نے اِن غیر مسلموں کو بھی دعوت دی۔ مسلمانوں کے تو ایمان کا حصہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان لائیں اور آپؐ کی عزت و ناموس کی حفاظت کریں لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات تو تمام دنیا پر ہیں۔ آپ تو رحمت للعالمین ہیں اس لئے جو غیر مسلم شرفاء ہیں وہ بھی آپ کی سیرت بیان کریں۔ چنانچہ بہت سے غیر مسلم پڑھے لکھے لوگوں نے جن میں ہندو بھی شامل تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر اپنے مضامین پڑھے۔ 1928ء میں جب قادیان میں پہلا جلسہ ہوا تو اس میں ہندو شعراء کی دو نعتیں بھی پڑھی گئیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 43)

معزز بھائیو اور بہنو! پھر حضور تسلسل میں فرماتے ہیں:

تمام ہندوستان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر سیرت کانفرنسیں منعقد ہوئیں جیسا کہ مَیں نے کہا اور باوجود نظریاتی اور عقیدے کے اختلاف کے اس وقت کے غیر احمدیوں نے علماء سمیت، (بعضوں نے اس مہم کی مخالفت بھی کی تھی) لیکن ان میں بہت سارے ایسے تھے جنہوں نے اس منصوبے کو اور اس کوشش کو کامیاب بنایا۔ چنانچہ اخباروں نے اس پر تبصرے بھی کئے اور خبریں بھی شائع ہوئیں۔ ایک اخبار ''مشرق'' گورکھ پور ہے۔ 21/جون 1928ء میں اس نے لکھا کہ ہندوستان میں یہ تاریخ ہمیشہ زندہ رہے

گی۔ اس لئے کہ اس تاریخ میں اعلیٰ حضرت آقائے دوجہان سردارِ کون و مکاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر کسی نہ کسی پیرائے میں مسلمانوں کے ہر فرقے نے کیا اور ہر شہر میں یہ کوشش کی گئی کہ اول درجے پر ہمارا شہر رہے۔ جن اصحاب نے اس موقع پر تفرقہ اور فتنہ پردازی کے لئے پوسٹر لکھے۔ (کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے مخالفت کرنی ہی کرنی ہوتی ہے) اور تقریریں لکھ کر ہمارے پاس بھیجیں۔ (یعنی اخبار کے پاس) وہ بہت احمق ہیں۔ اخبار لکھنے والا کہتا ہے وہ بہت احمق ہیں جو ہمارے عقیدے سے واقف نہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ پر ایمان رکھے وہ ناجی ہے۔ آگے لکھتا ہے کہ بہر حال 17/جون کو جلسہ کی کامیابی پر ہم امام جماعت احمدیہ جناب مرزا محمود احمد کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اگر شیعہ و سنی اور احمدی اسی طرح سال بھر میں دو چار مرتبہ ایک جگہ جمع ہو جایا کریں گے تو پھر کوئی قوت اسلام کا مقابلہ اس ملک میں نہیں کر سکتی۔ (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 36-37)

پھر ایک اخبار 'سلطان' کلکتہ سے شائع ہوتا ہے۔ یہ بنگالی اخبار ہے۔ اس نے 21/جون میں لکھا کہ جماعت احمدیہ نے 17/جون کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرنے کے لئے ہندوستان بھر میں جلسے منعقد کئے۔ ہمیں اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ تقریباً سب جگہ کامیاب جلسے ہوئے اور یہ تو ایک حقیقت ہے کہ اس نواح میں احمدیوں کو ایسی عظیم الشان کامیابی ہوئی ہے کہ اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ روز بروز طاقتور ہو رہی ہے اور لوگوں کے دلوں میں جگہ حاصل کر رہی ہے۔ ہم خود بھی اس طاقت کا اعتراف کرتے اور ان کی کامیابی کے متمنی ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 37-38)

تو یہ اس وقت اخباروں نے بھی لکھا اور غیروں نے ساتھ بھی دیا۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا سوال تھا۔ جماعت احمدیہ کو کسی سے خراج تحسین لینے کی ضرورت نہیں۔ یہ کوشش تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لئے کی تھی کہ اسلام دشمنوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہنسی ٹھٹھا کرنے والوں کو یہ پتا چلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کیا تھا اور یہ کہ اس بات پر مسلمان ایک ہیں۔ قادیان میں بعض ہندوؤں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر تقریریں کیں۔ الفضل نے خاص طور پر اس وقت خاتم النبیین نمبر شائع کیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 33)۔ اور

اس کے بعد سے جماعت احمدیہ مسلمہ تو باقاعدہ سیرت النبی کے جلسے منعقد کرتی ہے۔ آپ نے جو چار پانچ نکات دیئے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ بجائے صرف 12/ربیع الاول کے، سارا سال مختلف وقتوں میں سیرت کے جلسے ہونے چاہئیں۔ (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 31)

بہرحال یہ جماعت احمدیہ کی تاریخ ہے اور جلسے منعقد ہوتے ہیں اور اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے دو سو سے زائد ممالک میں جہاں جماعت احمدیہ قائم ہو چکی ہے یہ جلسے منعقد کئے جاتے ہیں اور ان شاء اللہ احمدی ہی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے جو مقام ختم نبوت کا صحیح ادراک رکھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح مقام سے دنیا کو روشناس کروا رہے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ہمیں اس زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام نے بتایا کہ اگر خدا تعالیٰ تک پہنچنا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو پکڑو کہ آپ ہی اب راہِ نجات ہیں۔ کوئی اَور ذریعہ نہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ "وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں"۔ (قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 456)

معزز بھائیو اور بہنو! حضور فرماتے ہیں:

آپ نے کبھی اپنے آپ کو بڑا نہیں ثابت کیا۔ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑائی ہی بیان فرمائی۔ پھر اس الزام کو ردّ کرتے ہوئے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے، آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوّت، یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے

جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذّت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیر اب ہوں۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ 342۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

معزز بھائیو اور بہنو! پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ، آپ کے عجز و انکسار اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے آپ کی محبت میں سرشار ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"حدیث میں آیا ہے کہ اگر فضل نہ ہوتا تو نجات نہ ہوتی"۔(یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کی وجہ سے نجات ہوتی ہے۔)"ایسا ہی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے سوال کیا(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ سوال کیا) کہ یا حضرت! کیا آپ کا بھی یہی حال ہے۔"(یہ جو آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو نجات نہیں ہوتی تو آپ کا بھی یہی حال ہے؟)"آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) نے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا 'ہاں'۔" آپ فرماتے ہیں "یہ آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) کی کمال عبودیت کا اظہار تھا جو خدا تعالیٰ کی ربوبیت کو جذب کر رہا تھا۔" پھر آپ بیان فرماتے ہیں کہ "ہم نے خود تجربہ کر کے دیکھا ہے اور متعدد مرتبہ آزمایا ہے بلکہ ہمیشہ دیکھتے ہیں کہ جب انکسار اور تذلّل کی حالت انتہا کو پہنچتی ہے اور ہماری روح اس عبودیت اور فروتنی میں بہ نکلتی ہے اور آستانہ حضرت واہب العطایا پر پہنچ جاتی ہے تو ایک روشنی اور نور اوپر سے اترتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک نالی کے ذریعہ سے مصفّٰی پانی دوسری نالی میں پہنچتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت جس قدر بعض مقامات پر فروتنی اور انکساری میں کمال پر پہنچی ہوئی نظر آتی ہے وہاں معلوم ہوتا ہے کہ اسی قدر آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) روح القدس کی تائید اور روشنی سے مؤیّد اور منوّر ہیں جیسا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی اور فعلی حالت سے دکھایا ہے۔ یہاں تک کہ آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) کے انوار و برکات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ ابدالآباد تک اس کا نمونہ اور ظل نظر آتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی جو کچھ خدا تعالیٰ کا فیض اور فضل نازل ہو رہا ہے وہ آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کی اطاعت اور آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کی اتباع سے ملتا ہے۔" فرمایا "مَیں سچ کہتا ہوں کوئی شخص حقیقی نیکی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا نہیں ٹھہر سکتا اور ان انعام و برکات اور معارف اور حقائق اور کشوف سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جو اعلیٰ درجہ کے

تزکیہ نفس پر ملتے ہیں جبتک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھویا نہ جائے اور اس کا ثبوت خود خدا تعالیٰ کے کلام سے ملتا ہے''۔ (اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ) ''قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ''۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 203-204۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا کہ آپ کی اتباع کرو تو پھر اللہ کی محبت ملے گی۔

معزز بھائیو اور بہنو! حضور فرماتے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید نازل کرنے کی غرض بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

''مَیں نے کئی دفعہ اس سے پہلے بھی بیان کیا ہے اور اب بھی اس کا بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے اس لئے مَیں پھر کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو انبیاء کو بھیجتا ہے اور آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے دنیا کی ہدایت کے واسطے بھیجا اور قرآن مجید کو نازل فرمایا تو اس کی غرض کیا تھی؟ ہر شخص جو کام کرتا ہے اس کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے۔ ایسا خیال کرنا کہ قرآن شریف نازل کرنے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی کوئی غرض اور مقصد نہیں ہے کمال درجہ کی گستاخی اور بے ادبی ہے کیونکہ اس میں (معاذ اللہ)، اللہ تعالیٰ کی طرف ایک فعل عبث کو منسوب کیا جائے گا''۔ (پھر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا فضول بات ہو گی) حالانکہ اس کی ذات پاک ہے (سبحانہ و تعالیٰ شانہٗ)۔ پس یاد رکھو کہ کتاب مجید کے بھیجنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہے کہ تا دنیا پر عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھاوے جیسے فرمایا۔ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء:108) اور ایسا ہی قرآن مجید کے بھیجنے کی غرض بتائی کہ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ (البقرہ:3)۔ یہ ایسی عظیم الشان اغراض ہیں کہ ان کی نظیر نہیں پائی جاسکتی۔'' (ملفوظات جلد اول صفحہ 340۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس اگر انسان اپنے آپ کو یہ کہہ کر جانور نہ سمجھے کہ ہمیں قویٰ نہیں، ہمیں طاقتیں نہیں کہ قرآن کریم پر عمل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک حقیقی مسلمان کو وہ طاقتیں دی ہیں اور ان کو نکھارنا پھر انسان کا کام ہے تاکہ قرآن کریم کے حکموں پر عمل کرے۔

مسلمانوں کے رویّے کیا ہیں؟ اور آپ کس طرح اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت رکھتے ہوئے نصیحت فرماتے ہیں۔ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ اس زمانے میں سب سے بڑی عبادت کیا ہے؟ فرمایا کہ:

”ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس زمانہ کے درمیان جو فتنہ اسلام پر پڑا ہوا ہے اس کے دُور کرنے میں کچھ حصہ لے۔ بڑی عبادت یہی ہے کہ اس فتنہ کے دُور کرنے میں ہر ایک مسلمان کچھ نہ کچھ حصہ لے۔ اس وقت جو بدیاں اور گستاخیاں پھیلی ہوئی ہیں چاہئے کہ اپنی تقریر اور علم کے ذریعہ سے اور ہر ایک قوت کے ساتھ جو اس کو دی گئی ہے مخلصانہ کوشش کے ساتھ ان باتوں کو دنیا سے اٹھاوے۔ اگر اسی دنیا میں کسی کو آرام اور لذت مل گئی تو کیا فائدہ۔ اگر دنیا میں بھی درجہ پالیا تو کیا حاصل۔ عقبیٰ کا ثواب لو جس کی انتہا نہیں۔ ہر ایک مسلمان کو خدا تعالیٰ کی توحید و تفرید کے لئے ایسا جوش ہونا چاہئے جیسا کہ خود اللہ کو اپنی توحید کا جوش ہے۔ غور کرو کہ دنیا میں اس طرح کا مظلوم کہاں ملے گا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کوئی گند اور گالی اور دشنام نہیں جو آپ کی طرف نہ پھینکی گئی ہو۔ کیا یہ وقت ہے کہ مسلمان خاموش ہو کر بیٹھ رہیں؟ اگر اس وقت کوئی شخص کھڑا نہیں ہوتا اور حق کی گواہی دے کر جھوٹے کے منہ کو بند نہیں کرتا اور جائز رکھتا ہے کہ کافر لوگ بے حیائی سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتہام لگاتے جائیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے جائیں تو یاد رکھو کہ وہ بیشک بڑی باز پُرس کے نیچے ہے۔ چاہئے کہ جو کچھ علم اور واقفیت حاصل ہے وہ اس راہ میں خرچ کرو۔“ (تمہارا اپنا دین کا جتنا علم ہے اس راہ میں خرچ کرو) ”اور لوگوں کو اس مصیبت سے بچاؤ۔ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اگر تم دجّال کو نہ مارو تب بھی وہ تو مر ہی جائے گا۔ مثل مشہور ہے۔ ’ہر کمالِ راز والے‘۔ تیرھویں صدی سے یہ آفتیں شروع ہوئیں اور اب وقت قریب ہے کہ اس کا خاتمہ ہو جائے۔ اس لئے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے پوری کوشش کرے۔ نور اور روشنی لوگوں کو دکھائے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 394-395۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اور اس نور اور روشنی کو دکھانے کے لئے اور پھیلانے کے لئے جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم آپ کی بیعت میں آئے ہیں اب اس مشن کو آگے چلانا بھی ہمارا کام ہے۔

حضور فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام براہین احمدیہ میں اپنے ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''جو الہام ہے وہ یہ ہے صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَيِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ۔ اور درود بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے صلی اللہ علیہ وسلم''۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفضّلات اور عنایات اسی کے طفیل سے ہیں اور اسی سے محبت کرنے کا یہ صلہ ہے۔ سبحان اللہ اُس سرور کائنات کے حضرت احدیّت میں کیا ہی اعلیٰ مراتب ہیں اور کس قسم کا قُرب ہے کہ اُس کا مُحب خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کا خادم ایک دنیا کا مخدوم بن جاتا ہے۔

ہیچ محبوبے نماند ہمچو یار دلبرم
مہر و مہ را نیست قدرے در دیارِ دلبرم
آں کجا رُوئے کہ دارد ہمچو رُویش آب و تاب
واں کُجا باغے کہ مے دارد بہارِ دلبرم

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 597-598 حاشیہ)

کہ میرے محبوب جیسا کوئی نہیں ہے۔ اس کے ہاں چاند اور سورج کی بھی کوئی قیمت نہیں۔ ایسا چہرہ کہاں کہ اس جیسی آب و تاب رکھتا ہو اور ایسا باغ کہاں جو میرے محبوب جیسی بہار رکھتا ہو۔

اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ درود کس غرض سے پڑھنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ 'درود شریف... اس غرض سے پڑھنا چاہئے کہ تا خداوند کریم اپنی کامل برکات اپنے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کرے اور اس کو تمام عالَم کے لئے سرچشمہ برکتوں کا بناوے اور اُس کی بزرگی اور اُس کی شان و شوکت اِس عالَم اور اُس عالَم میں ظاہر کرے۔ یہ دعا حضور تام سے ہونی چاہئے

جیسے کوئی اپنی مصیبت کے وقت حضور تام سے دعا کرتا ہے''۔ (اسی طرح درود شریف پڑھتے ہوئے دعا ہونی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے لئے دعا ہونی چاہئے جس طرح اپنی کسی مشکل میں گرفتار ہو کر انسان دعا کرتا ہے)''بلکہ اس سے بھی زیادہ تضرّع اور التجا کی جائے اور کچھ اپنا حصہ نہیں رکھنا چاہئے۔ (فرمایا کہ اس سے کچھ اپنا حصہ نہیں رکھنا چاہئے)''کہ اس سے مجھ کو یہ ثواب ہو گا یا یہ درجہ ملے گا بلکہ خالص یہی مقصود چاہئے کہ برکات کاملہ الٰہیہ حضرت رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوں اور اُس کا جلال دنیا اور آخرت میں چمکے۔'' (مکتوبات احمدؑ جلد 1 صفحہ 523۔ ایڈیشن 2008ء)

پس دشمن ہمیں جو چاہے کہتا رہے۔ ہم پر جو بھی الزام لگاتے ہیں لگاتے رہیں۔ ہمارے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور ہمیں سب سے بڑھ کر آپ کے خاتم النبیین ہونے کا اِدراک ہے اور یہ سب ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم دشمن کے ہر حملے اور ہر ظلم کے بعد پہلے سے بڑھ کر اپنے ایمان میں بڑھتے چلے جانے والے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پہلے سے بڑھ کر بھیجنے والے ہوں تا کہ مسلمانوں کو بھی آپ کے اس مقام کا صحیح اِدراک حاصل ہو اور یہ بھٹکے ہوئے مسلمان بھی صحیح رستے پر آ جائیں اور دنیا میں بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم پھیلے۔

(خطبہ جمعہ 16/ دسمبر 2016ء)

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں
محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا
خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریّہ روحانی خزائن جلد نمبر 13 صفحہ نمبر 157 حاشیہ)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی دونوں جہانوں کا امام اور چراغ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی زمین و زماں کا روشن کرنے والا ہے۔ مَیں خوفِ خدا کی وجہ سے اُسے خدا تو نہیں کہتا مگر خدا کی قسم اس کا وجود اہل جہاں کے لئے خدا نما ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴾2﴿

جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ منانے کی تاریخ

بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفی نبیوں کا سردار

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(الاحزاب:57)

ترجمہ: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **جلسہ ہائے سیرت النبیؐ منانے کی تاریخ**

سامعین / سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”12 / ربیع الاول کا دن وہ دن ہے جب دنیا میں وہ نور آیا جس کو اللہ تعالیٰ نے سراجِ منیر کہا۔ جس نے تمام دنیا کو روحانی روشنی عطا کرنی تھی اور کی۔ جس نے خدا تعالیٰ کی حکومت دنیا میں قائم کرنی تھی اور کی۔ جس نے برسوں کے مُردوں کو روحانی زندگی دینی تھی اور دی۔ جس نے دنیا کو امن اور سلامتی عطا کرنی تھی اور عطا کی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الانبیاء:108) اور ہم نے تجھے دنیا کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جو صرف انسانوں کے لئے نہیں بلکہ چرند پرند سب کے لئے رحمت ہے۔ جو صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی رحمت تھا اور ہے اور جس کی تعلیم تا قیامت ہر ایک کے لئے رحمت ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ماننے والوں کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول میں تمہارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ:” لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (سورۃ الاحزاب:22)۔

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یومِ آخرت کی

امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔" پس اس اُسوۂ حسنہ پر چلنے کے بغیر مسلمان مسلمان نہیں کہلا سکتا۔"

(خطبہ جمعہ یکم دسمبر 2017ء)

معزز بھائیو اور بہنو! جماعتِ احمدیہ میں 1928ء کا سَن اِس لحاظ سے بہت اہم اور مبارک ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے برصغیر ہند و پاک میں جلسہ ہائے سیرت النبیؐ کی بنیاد رکھی۔ اُن دنوں ہندوؤں کی طرف سے کتاب رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان کے ذریعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں گستاخیاں انتہا کو پہنچ چکی تھیں۔ جس کی وجہ سے ملک میں فساد پھیل رہا تھا۔ اِن حالات میں حضرت مصلح موعودؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس و حرمت کی حفاظت کے لئے کامیاب مہم چلائی جس کی وجہ سے عشقِ رسول کے نام لیواؤں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے حالات اور سیرت و شمائل پر لیکچرز دلوائے گئے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کے خلاف مہم کو Capture کرنے کے لئے یہ الٰہی منصوبہ 1927ء میں ہی تشکیل پایا گیا تھا۔ جس کے تحت ایک ہزار تقاریر تیار کروا کر ایک ہزار مقررین تیار کر کے تمام ملک میں بھجوا کر جلسے کروانے کا پروگرام تھا اور میلاد النبیؐ کے معروف رسمی، بے اثر اور محدود جلسوں کے مخصوص اغراض کی بجائے سیرۃ النبیؐ کے خالص علمی اور ہمہ گیر جلسوں کا تصور اُجاگر کیا جائے۔ مسلمانوں کے ساتھ ہر مذہب اور فرقہ کے لوگوں کو سیرت رسولؐ پر تقاریر کرنے کی نہ صرف دعوت دی گئی بلکہ اول، دوم اور سوم آنے والوں کو بالترتیب سو روپے، پچاس روپے اور پچیس روپے کے انعامات بھی دیئے جانے کا اعلان فرمایا۔ غیروں کے سرکردہ پڑھے لکھے، مذہبی، سیاسی دنیا سے بڑے بڑے لوگوں سے جلسوں کی صدارت کروائی گئی۔

سامعین / سامعات! اللہ تعالیٰ نے اتنا فضل کیا کہ 1000 مقررین کے مقابل پر جو مقررین رجسٹرڈ ہوئے ان کی تعداد 1419 لیکچرار تھے۔ اس موقع پر ہزاروں کی تعداد میں مضامین کی اشاعت ہوئی۔ الفضل خاتم النبیین نمبر 7000 کی تعداد میں شائع ہوا۔ پھر اِس کی اشاعت مکرّر کرنی پڑی۔

تقاریر کے علاوہ منظوم کلام میں حضرت میر محمد اسماعیلؓ کی نظم "سلام بحضور سید الانام" اور حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ کی نظم "پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار" کے منظوم کلام کی کثرت سے اشاعت ہوئی جو اپنوں اور بیگانوں میں بے حد مقبول ہوئی۔

کہتے ہیں سچ کڑوا ہوتا ہے اور اس کی مخالفت ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے جماعت کو اِس میدان میں شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے اِس عظیم الشان مہم کے مقابل مخالفین کی کوششیں اکارت گئیں اور ہندوستان کے طول و عرض میں 17 جون 1928ء کو یوم سیرت النبیؐ منایا گیا۔ نہایت شاندار جلسے ہوئے۔ آنحضورؐ کی سیرت کی بدولت ایک ہی اسٹیج پر ہر فرقہ کے مسلمان کیا، ہندو، عیسائی، جَینی اور سِکھ اکھٹے ہو گئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا۔ صدارت کرنے والوں میں ابوالاثر حفیظ جالندھری، مولوی عبدالمجید قرشی اسسٹنٹ ایڈیٹر رسالہ تنظیم امرت سر جیسے قد آور صحافی شامل ہیں۔ اِن وسیع پیمانے پر جلسوں کے انعقاد کی جو رپورٹس تاریخ نے اپنے سینہ میں محفوظ کی ہیں اُن سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یوں سچ ہے کہ یہ سیرت النبیؐ کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل وسیع اور شاندار جلسوں کا گلدستہ تھا۔ جس کے اندر سیرت النبیؐ کے پہلو لیں، مذاہب کو لیں، فرقوں کو لیں ۔ ہر لحاظ سے مختلف رنگا رنگ کے مختلف خوشبوؤں کے پھول کھِل رہے تھے۔

سامعین / سامعات! اِن جلسوں کے جو فوائد حاصل ہوئے۔ اُن میں مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق ہے جس نے مسلمانوں کے ماحول میں خوشگوار اثر ڈالا۔ محبت و آشتی کی ایک نئی روح نے جنم لیا اور مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔

دوسرے نمبر پر یہ فائدہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محسنِ اعظم اور دُنیا کا مصلح تسلیم کر لیا گیا۔ تیسرے نمبر پر یہ فائدہ دیکھنے کو ملا کہ ہندوؤں اور سکھوں اور جین مت والوں کو سیرت رسولؐ کے بارے میں علم ہوا۔ جلسوں کے انعقاد اور اِن کو کامیاب بنانے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی بدولت بعض جگہوں پر مسلمانوں نے احمدیوں سے بڑھ کر کام کیا اور احمدیوں سے تعاون فرمایا اور اس امر کا تاثر دیا

کہ ابھی تک ہمیں اسلام ورثہ میں ملا تھا اب اِن جلسوں سے ہمارا ایمان کامل ہوا۔ غیر مسلم اصحاب نے کہا کہ ہمیں علم نہ تھا کہ بانی اسلام میں ایسے کمالات ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک بے نظیر انسان تھے۔

معزز بہنو اور بھائیو! اس ضمن میں قادیان میں جو وسیع پیمانے پر جلسہ ہوا اُس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے "دنیا کا محسن" کے عنوان پر ایک طویل، ایمان افروز اور جذباتی خطاب فرمایا۔ جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت، بیش بہا احسانات اور آپؐ کی عدیم المثال قربانیوں کا ذکر فرمایا۔ اس لیکچر نے اِس قدر مقبولیت کی سند حاصل کی کہ اِسے 5000 کی تعداد میں طبع کروایا گیا۔ جو جلد ناپید ہو گیا اور اشاعتِ مکرر کروا کر ملک بھر میں تقسیم کیا گیا۔ اِس عظیم جلسہ کے علاوہ قادیان کے اطفال، نوجوانوں اور لجنہ کے الگ الگ جلسے ہوئے۔ لجنہ کے جلسہ کی صدارت حضرت امۃ الحفیظ بیگمؓ نے کی۔ اِن جلسوں کی مقبولیت اِس حد تک ہوئی کہ تاریخِ احمدیت میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے علاوہ سماٹرا، آسٹریلیا، سیلون، ماریشس، ایران، عراق، عرب، دمشق، غانا، نائیجریا، ممباسہ (مشرقی افریقہ) اور لندن میں بھی جلسے منعقد ہوئے اور عالمگیر پلیٹ فارم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت کے ترانے گائے گئے۔

سامعین / سامعات! مَیں اپنی تقریر کے آخر پر اخبارات نے جس رنگ میں اِن جلسوں کو سراہا وہ بیان کرتی / کرتا ہوں۔

اخبار مشرق گورکھپور نے 21 جون 1928ء کی اشاعت میں لکھا کہ:

"ہندوستان میں یہ تاریخ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اِس لئے کہ اِس تاریخ میں اعلیٰ حضرت آقائے دوجہاں سردارِ کون و مکان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر کسی نہ کسی پیرایہ میں مسلمانوں کے ہر فرقہ نے کیا اور شہر میں یہ کوشش کی گئی۔"

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 36)

اخبار مُخبر اودھ نے لکھا کہ:

"دَورِ حاضرہ کے مسلمانوں میں جماعت احمدیہ ایک پُر جوش جماعت ہے جس کے زبردست لیکچروں کی آواز یورپ سے امریکہ تک گونج رہی ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 37)

اخبار سلطان کلکتہ نے لکھا کہ:

"جماعت احمدیہ نے 17 جون کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرکے ہندوستان بھر میں جلسے منعقد کئے۔ ہمیں اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ تقریباً سب جگہ کامیاب جلسے ہوئے اور یہ تو ایک حقیقت ہے کہ اِس نواح میں احمدیوں کی ایسی عظیم الشان کامیابی ملی ہے کہ اِس سے قبل کبھی نہیں ہوئی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ روز بروز طاقتور ہو رہی ہے اور لوگوں کے دلوں میں جگہ حاصل کر رہی ہے ہم خود بھی ان کی طاقت کا اعتراف کرتے ہیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 37-38)

اخبار کشمیری لاہور نے لکھا کہ

"17 جون کی شام کیسی مبارک شام تھی کہ ہندوستان کے ایک ہزار سے زیادہ مقامات پر بیک وقت وبیک ساعت ہمارے برگزیدہ رسول کی حیات اقدس، اِن کی عظمت، اِن کے احسانات واخلاق اور اِن کے سبق آموز تعلیم پر ہندو، مسلمان اور سکھ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 38)

ان اخبارات میں اردو اخبار ناگپور، اخبار پیشوا دہلی وغیرہ شامل ہیں۔

سامعین / سامعات! جماعت احمدیہ کا موقف یہ رہا ہے کہ عید میلاد النبیؐ پر خصوصی جلسے منعقد کرنا مناسب نہیں۔ یہ جلسے سال بھر جاری رہنے چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ اب یہ جلسے بڑی شان کے ساتھ 200 سے زائد ممالک میں منائے جاتے ہیں جن میں سیرت رسولؐ اور آپؐ کے شمائل واخلاق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی

ڈالی جاتی ہے۔ ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ 12 ربیع الاول کے روز جماعت احمدیہ کے موٴقف اور دوسرے مسلمانوں کے حرکات واعمال کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آج تو اس خوشی کے دن ہر مسلمان کے عمل سے یہ ظاہر ہونا چاہئے تھا کہ ہم جس نبی کے ماننے والے ہیں وہ امن و سلامتی کا بادشاہ ہے۔ وہ دنیا کے لئے رحمت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے اعلیٰ نمونے قائم کرنے والا ہے۔ وہ اخلاق کے اعلیٰ ترین معیار پر فائز ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کی سنت پر چلنے والے ہیں۔ پس ہم سے آج کے دن اس نبی کی پیدائش کے دن کی خوشی میں محبت، پیار اور امن و سلامتی کے چشمے جاری ہوں گے کہ یہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں سے کہا ہے اور یہی ان سے توقع رکھی ہے اور یہی ان کو تعلیم دی ہے لیکن اس کے برعکس مسلمان ملکوں میں فساد کی کیفیت طاری ہے جیسا کہ میں نے کہا بلکہ بعض جگہ پر غیر مسلم دنیا بھی مسلمانوں کی وجہ سے خوفزدہ ہے۔ پاکستان میں اس خوف کے مارے کہ فتنہ و فساد کی آگ ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ چلی جائے بعض شہروں میں آج موبائل فون کی سروس بند کر دی گئی ہے۔ پولیس کی بھاری نفری ہر چوک اور ہر سڑک پر کھڑی ہے۔ کیا یہ اس نبی کی پیدائش کی خوشی منانے کا طریق ہے کہ ہر شریف آدمی خوفزدہ ہے اور حکومت قانون نافذ کرنے کے لئے، لاء اینڈ آرڈر کے لئے تحفظات لئے ہوئے ہے۔ ہمارے پیارے آقا کے نام پر احمدیوں کے خلاف دریدہ دہنی کرنا اور مغلظات بکنا تو روز کا معمول ہے لیکن آج کے دن کی خوشی میں آج اس میں بھی شدت پیدا ہو گی ہے۔ اپنے زعم میں یہ لوگ اس عمل سے اس عظیم نبی کی عزت و وقار کو بلند کر رہے ہیں۔ چند دن ہوئے پاکستان کے کئی شہروں میں جو گھیراؤ ہوا، محاصرا ہوا، دھرنے ہوئے، اس نے ہر شریف شہری کو پریشان کر دیا تھا۔ کاروبار زندگی معطل ہو گیا تھا۔ کوئی مریض ہسپتال نہیں جا سکتا تھا۔ سکول بند کر دیئے گئے بلکہ دکانیں تک بند کر دی گئیں۔ کوئی شخص جس کے گھر میں کھانے پینے کا سامان نہیں تھا اپنے بچوں کے لئے کھانے پینے کا سامان نہیں لا سکتا تھا۔ کروڑوں اور اربوں روپوں کا قوم کو مالی نقصان بھی ہوا اور یہ سب کچھ ان نام نہاد علماء کے حُبِّ رسول کے نعرے کی وجہ ہوا۔ وہ رسول جو

رحمۃ للعالمین ہے جس نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ راستوں کے حقوق ادا کرو۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ بازاروں میں شوروغوغا کرنے سے بچو۔(صحیح البخاری کتاب البیوع باب کراھیۃ السخب فی السوق حدیث 2125)"

(خطبہ جمعہ یکم دسمبر 2017ء)

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا

فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿3﴾

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

(مولانا جامی)

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک"**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے کہ
اَللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ

(مسند احمد جلد6 ص150)

اے اللہ تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے پس میرے اخلاق کو بھی اچھا کر دے۔

معزز بھائیو / بہنو! کسی انسان کی شخصیت کے پہلوؤں کا جائزہ لینے کے لئے اس کی سیرت، اخلاق، شمائل اوراطوار جاننے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح اس کی شکل و صورت، لباس اور رہن سہن بھی دیکھا جاتا ہے۔

آئیں! آج اپنے بہت ہی پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک اورآپؐ کے گھر میں رہنے کے اُسلوب دیکھتے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد کے تھے نہ تو بہت زیادہ لمبے اور نہ چھوٹے قد والے، آپؐ کا رنگ نکھرتا سفید تھا نہ بہت زیادہ چِٹّے اور نہ گہرے گندم رنگوں رنگ والے تھے۔ آپؐ کے بال ایک حد تک سیدھے تھے نہ بہت زیادہ گھنگرالے اور نہ بالکل سیدھے۔ آپؐ جب مبعوث ہوئے اُس وقت آپؐ کی عمر چالیس برس تھی۔ بعثت کے بعد دس سال مکّہ رہے اور مدینہ میں دس

سال قیام رہا اور جب آپؐ کی وفات ہوئی اُس وقت آپؐ کی عمر تریسٹھ تھی آپؐ کے سر اور داڑھی میں بیس سے زیادہ سفید بال نہ تھے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 24 صفحہ 49 از حضرت ملک سیف الرحمٰن مرحوم)

حضرت ہند بن ابی ہالہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارُعب اور وجیہہ شکل و صورت کے تھے۔ چہرہ مبارک یوں چمکتا تھا کہ گویا چودہویں کا چاند۔ میانہ قد یعنی پستہ قامت سے دراز اور طویل القامت سے کسی قدر چھوٹا، سر بڑا، بال خم دار اور گھنے جو کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے۔ مانگ نمایاں، رنگ کھلتا ہوا سفید، پیشانی کشادہ، ابرو لمبے باریک اور بھرے ہوئے جو باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ درمیان میں سفید سی جگہ نظر آتی تھی جو غصّہ کے وقت نمایاں ہو جاتی ہے۔ ناک باریک جس پر نُور جَھلکتا تھا جو سر سری دیکھنے والے کو اُٹھی ہوئی نظر آتی تھی۔ رِیشِ مبارک گھنی، رُخسار نرم اور ہموار، دہن کشادہ، دانت ریخدار اور چمکیلے۔ آنکھوں کے کوئے باریک۔ گردن صراحی دار چاندی کی طرح شفاف جس پر سرخی جھلکتی تھی۔ معتدل الخَلق۔ بدن کچھ فَربہ لیکن بہت موزوں۔ شکم و سینہ ہموار۔ صدر چوڑا اور فراخ، جوڑ مضبوط اور بھرے ہوئے، جِلد چمکتی ہوئی نازک اور ملائم، چھاتی اور پیٹ بالوں سے صاف سوائے ایک باریک سی دھاری کے جو سینے سے ناف تلک چلی گئی تھی۔ کہنیوں تک دونوں ہاتھوں اور کندھوں پر کچھ کچھ بال، پہنچے لمبے، ہتھیلیاں چوڑی اور گوشت سے بھری ہوئی، انگلیاں لمبی اور سڈول، پاؤں کے تلوے قدرے بھرے ہوئے، قدم نرم اور چِکنے کہ پانی بھی اِن پر سے پھسل جائے جب قدم اٹھاتے تو پوری طرح اٹھاتے۔ رفتار باوقار لیکن کسی قدر تیز جیسے بلندی سے اتر رہے ہوں۔ جب کسی کی طرف رُخ پھیرتے تو پورا رُخ پھیرتے۔ نظر ہمیشہ نیچی رہتی۔ یوں لگتا تھا جیسے فضا کی نسبت زمین پر آپؐ کی نظر زیادہ پڑتی ہے۔ آپؐ اکثر نیم وا آنکھوں سے دیکھتے۔ اپنے صحابہؓ کے پیچھے پیچھے چلتے اور اِن کا خیال رکھتے، ہر ملنے والے کو سلام میں پہل کرتے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 22 صفحہ 45-46 از حضرت ملک سیف الرحمٰن مرحوم)

معزز بھائیو / بہنو! حضرت ہند بن ابی ہالہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے انداز کے متعلق مزید بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یوں لگتے تھے جیسے کسی مسلسل گہری سوچ میں ہیں اور کسی

خیال کی وجہ سے بے آرامی سی ہے۔ آپؐ اکثر چُپ رہتے۔ بلا ضرورت بات نہ کرتے۔ جب بات کرتے تو پوری وضاحت سے کرتے۔ آپؐ کی گفتگو مختصر لیکن فصیح و بلیغ، پُر حکمت اور جامع مضامین پر مشتمل اور زائد باتوں سے خالی ہوتی۔ لیکن اِس میں کوئی کمی یا اِبہام نہیں ہوتا تھا۔ نہ کسی کی مذمّت و تحقیر کرتے نہ توہین و تنقیص، چھوٹی سے چھوٹی نعمت کو بھی بڑا ظاہر فرماتے۔ شکر گزاری کا رنگ نمایاں تھا۔ کسی چیز کی مذمّت نہ کرتے۔ نہ اتنی تعریف جیسے وہ آپؐ کو بے حد پسند ہو۔ مزیدار یا بد مزہ ہونے کے لحاظ سے کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف یا مذمّت میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا آپؐ کی عادت نہ تھی۔ ہمیشہ میانہ روی شعار تھا۔ کسی دنیوی معاملے کی وجہ سے نہ غصے ہوتے نہ بُرا مناتے۔ لیکن اگر حق کی بے حرمتی ہوتی یا حق غصب کر لیا جاتا تو پھر آپؐ کے غصّے کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ جب تک اس کی تلافی نہ ہو جاتی آپؐ کو چین نہیں آتا تھا۔ اپنی ذات کے لیے کبھی غصّہ نہ ہوتے اور نہ اس کے لیے بدلہ لیتے۔ جب اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے کرتے صرف انگلی نہ ہلاتے۔ جب آپؐ تعجب کا اظہار کرتے تو ہاتھ کو الٹا دیتے۔ جب کسی بات پر خاص طور پر زور دینا ہوتا تو ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے اس طرح ملاتے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو مارتے۔ جب کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھتے تو منہ پھیر لیتے اور جب خوش ہوتے تو آنکھ کسی قدر بند کر لیتے۔ آپؐ کی زیادہ سے زیادہ ہنسی کِھلے تبسم کی حد تک ہوتی یعنی زور کا قہقہہ نہ لگاتے۔ ہنسی کے وقت آپؐ کے دندان مبارک ایسے نظر آتے تھے جیسے بادل سے گرنے والے سفید سفید اولے ہوتے ہیں۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 23 صفحہ 47-48 از حضرت ملک سیف الرحمٰن مرحوم)

آنحضورؐ فجر کی نماز پڑھانے کے بعد جائے نماز پر ہی سورج طلوع ہونے تک تشریف فرما رہتے تھے۔ صحابہؓ آپس میں زمانہ جاہلیت کی باتیں کر کے ہنسا کرتے تھے اور حضورؐ بھی ان کے ساتھ تبسم فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تبسمہ)

معزز دوستو اور بہنو! آنحضورؐ کی تشبیہ چاند سے زیادہ حسین وجود سے بھی دی گئی ہے۔

حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ ہم باہر کھلے میدان میں بیٹھے تھے حضورؐ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اور ایک سرخ لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ چاندنی رات تھی چودھویں کا چاند تھا۔ خوب روشن بڑا

حسین، لیکن میری نگاہ بار بار حضورؐ کے چہرہ کی طرف اٹھتی تھی۔ حضورؐ آج بہت ہی پیارے لگ رہے تھے۔ حضورؐ کا حُسن تو ہمیں ہمیشہ ہی گھائل کیئے رکھتا تھا لیکن آج تو یہ کچھ اور ہی رنگ دکھا رہا تھا۔ میں سوچتا تھا کیا اس چہرہ سے زیادہ اور کوئی چیز حسین ہو سکتی ہے؟۔ پھر میری نگاہ چاند پر پڑی پھر میں نے حضورؐ کے چہرہ کو دیکھا پھر چاند کو دوبارہ دیکھا پھر حضور کے رخ پر نگاہ گڑ گئی۔ اُف! آپؐ کتنے حسین لگ رہے تھے میں نے کہا نہیں۔ اے چاند! تیرا حسن اس حسن کے آگے ماند پڑ گیا ہے۔

(شمائل الترمذی باب خلق رسول اللہ)

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَ اَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

(قصیدہ حسان بن ثابت)

کہ تجھ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی تجھ سے زیادہ خوبصورت بچہ کسی عورت نے جنا ہے۔

آپؐ ہر عیب و نقص سے پاک بنائے گئے گویا کہ آپؐ اپنی مرضی سے اور جس طرح آپ نے چاہا اس عالم میں تشریف لائے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح (لمبا اور پتلا) تھا؟ تو آپؓ نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ چاند کی طرح (گول اور چمکدار) تھا۔

(بخاری کتاب المناقب باب صفة النبی ﷺ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس حُسن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”عرب بھی مثالیں خوب تلاش کرتے ہیں۔ عربوں کے لئے تلوار اس زمانے میں ایک بہت اہم چیز تھی اور مردانگی اور مردانہ وجاہت کی نشانی بھی سمجھی جاتی تھی۔ انہوں نے شاید اسی لئے تلوار کی مثال دی۔

لیکن جس صحابی نے دیکھا تھا انہوں نے کہا کہ نہیں ایسے چہرے کی مثال تو چاند کی ہے جو گول بھی ہے، چمکدار بھی ہے۔ جس سے ٹھنڈی روشنی بھی نکلتی ہے۔ جس کو مستقل دیکھنے کو دل بھی چاہتا ہے۔ یہ اپنا گرویدہ بھی بنالیتی ہے۔ اس حسین چہرے میں تو ٹھنڈک ہی ٹھنڈک تھی۔ تلوار کی مثال تو نہیں دی جاسکتی جس میں کاٹنے کی خاصیت ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن تو دلوں کو موہ لینے والا حسن تھا۔"

(خطبہ جمعہ 25 فروری 2005ء)

معزز بھائیو / بہنو!

آپؐ کے حُسن کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر شفاف حسین اور خوبصورت تھے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک چاندی سے ڈھالا گیا ہے۔

(شمائل ترمذی باب ماجآء فی خلق رسول اللہ ﷺ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا گویا آپؐ کا چہرہ مبارک ایک درخشندہ آفتاب کی مانند تھا اور مَیں نے چلنے میں آپؐ سے تیز کسی کو نہیں پایا گویا زمین آپ کے لئے سمٹتی جاتی تھی۔ ہمیں آپؐ کے ساتھ چلتے رہنے میں کافی دقت پیش آتی تھی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی معمول کی رفتار سے چل رہے ہوتے تھے۔

(شمائل ترمذی باب ما جاء فی مشیۃ رسول اللہ ﷺ)

آپؐ کے ہاتھوں کی نرمی کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں نے کوئی ریشم یا ریشم ملا کپڑا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو کبھی نہیں چھوا۔

(بخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی ﷺ)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپؐ کے الفاظ کو گننا چاہے تو گن سکتا تھا۔

(سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فی سرد الحدیث)

حضرت عبد اللہؓ بن سلام کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ مَیں بھی لوگوں کے ساتھ آپ کو دیکھنے کے لئے آیا۔ جب مَیں نے غور سے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا تو مَیں جان گیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔

(سنن ترمذی کتاب القیامۃ و الرقائق و الورع باب 107 / 42 حدیث 2485)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفا تھے اس لئے خدائے جلّ شانہٗ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا (سب سے حصہ زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پایا) اور وہ سینہ اور دل جو تمام اوّلین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔"

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 71 حاشیہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"دیکھ کے ہی پتہ لگ جاتا تھا کہ یہ شخص نرم خو، نرم دل ہے۔ جو حسن دور سے دیکھنے پر ہر ظاہری حُسن کو ماند کر دیتا تھا۔ کوئی بھی حسین چہرہ دیکھنے میں اس چہرے کے مقابلے کا نہیں تھا۔ یہ حسن صرف ایسا حسن نہیں تھا جو دور سے ہی حسین نظر آتا ہو کہ واسطہ پڑنے پر کچھ اور نکلے۔ بلکہ اس حسین چہرے سے جب ملاقات کا موقع پیدا ہوتا تھا تو آپؐ کے اعلیٰ اخلاق، آپ کی نرم اور میٹھی زبان اس حسن کو چار چاند لگا دیا کرتے تھے اور حضرت اُمّ معبدؓ نے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کا بڑا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے کہ قریب سے دیکھنے سے انتہائی شیریں زبان اور عمدہ اخلاق والے تھے۔"

(خطبہ جمعہ 25 فروری 2005ء)

آپؐ جب بھی کوئی ناپسندیدہ چیز کو دیکھتے تو ہم اسے آپؐ کے چہرہ مبارک سے جان لیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اعلیٰ نمونوں کی وجہ سے صحابہؓ کا اخلاص بھی اس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ ہر وقت آپ کے چہرے کو دیکھا کرتے تھے کہ اس سے آپؐ کی پسند اور ناپسند کا پتہ لگائیں اور پھر آپ کی خواہش کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں۔

حسینان عالم ہوئے شرمگیں
جو دیکھا وہ حسن اور وہ نور جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں
کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خلق کامل زہے حسن تمام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔
اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿4﴾

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کے لئے کامل نمونہ

بَلَغَ		العُلیٰ	بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ		الدُّجیٰ	بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ		جَمِیْعُ	خِصَالِہٖ
صَلُّوْ	عَلَیْہِ	وَ	آلِہٖ

میری آج کی گزارشات کا موضوع ہے **”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کے لئے کامل نمونہ“**

سامعین / سامعات! ایک عام انسان کو اپنی زندگی میں جن حالات سے پالا و واسطہ پڑ سکتا ہے۔ ان کو سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس شان کے ساتھ ہمارے آقا و مولیٰ ان حالات میں سے گزرے ہیں اور یہ صرف آپؐ ہی کی شان تھی۔ یہ کسی اور کے حصہ میں نہ آئی۔ بالخصوص سیدنا حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا موازنہ مذہبی لیڈروں، پیشواؤں، قوموں کے اماموں کی زندگیوں سے کریں۔ کیونکہ دیکھنا یہ ہے کہ دنیا کی قوموں اور مشہور مذہبوں کے پیشواؤں پر یہ سب کے سب حالات آئے یا نہیں۔ ان میں ہم صرف اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کو تمام معاصی سے پاک پاتے ہیں اور تمام تعلقات انسانی جو دوستوں، دشمنوں، دور و نزدیک کے رشتہ داروں، بیوی، بچوں، اپنوں، بیگانوں اور ناواقفوں پر مشتمل ہوتے ہیں اس میں حضور انور ﷺ کی ذات صفات کامل نمونہ اور بینظیر اُسوہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا۔ یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان

میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اَتم اور اَکمل اور اعلیٰ اور ارفعٗ فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 160۔161)

میرے بھائیو / میری بہنو! آج کی اس تقریر میں حضور ﷺ کی زندگی کے بعض پہلو بطور نمونہ اور مشعل راہ پیش ہیں۔

یتیموں کے لئے کامل نمونہ

آنحضور ﷺ ابھی اپنی والدہ حضرت آمنہؓ کے پیٹ میں ہی تھے کہ والد وفات پاگئے۔ مگر اس یتیمی میں بغیر والد کے پرورش پانے والا یہ یتیم اعظم ایسا شریف اور تربیت یافتہ نکلا کہ دادا اپنے حقیقی بیٹوں سے بڑھ کر پوتے سے اور چچا اپنے حقیقی نورِ چشموں سے بڑھ کر اپنے بھتیجے سے محبت کرتا ہے اور اس کی امانت داری کے سبب اس کو اپنی تجارت میں شامل کرتا ہے۔ شام کے سفر میں ساتھ رکھتا ہے۔ یہ تھے اس یتیم کے اخلاق۔ آپؐ نے اپنی عادات کو درست رکھا، خوبیوں میں ترقی کی، لوگوں سے ادب سے پیش آئے کہ دنیا کہنے لگی کہ کیسا شریف اور اچھا بچہ ہے۔ پس آپؐ نمونہ ہیں۔ ان تمام یتیموں کے لئے جن کے والد ان کی پیدائش سے قبل یا بعد وفات پاگئے۔ اے دنیا بھر کے یتیمو! نمونہ پکڑو اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اور دنیا کی آلائشوں سے اپنے آپ کو دور رکھ کر مؤدب بن جاؤ۔

والدین والے بچوں کے لئے کامل نمونہ

سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضور ﷺ تو یتیم تھے اور یتیموں کے لئے نمونہ ہوئے مگر صاحب اولاد لوگوں کے لئے نمونہ کیسے ہوگئے کہ کس طرح والد کی اطاعت کرنی چاہیے۔ آپؐ کے ابا تو وفات پاگئے تھے۔ مگر آپؐ نے اپنے دادا اور چچا کی ساری عمر ایسی فرمانبرداری اختیار کی کہ کوئی شخص باپ کی بھی نہیں کر سکتا۔

غریبوں کے لئے کامل نمونہ

آنحضور ﷺ غریب تھے اور غریب بھی ایسے کہ جس کا کوئی گزارہ نہ ہو۔ مگر آپؐ دنیا کے ہر غریب کے لئے کامل نمونہ اور بے نظیر اسوہ ٹھہرے۔ آپؐ ہاتھ سے محنت کر کے کماتے، کلہاڑا لے کر جنگل سے لکڑیاں

لاکر بیچتے، بکریاں چرانا، ملازمت اختیار کرنا اور معمولی معمولی تجارت کرنا آپؐ کا شیوہ تھا۔ کبھی کسی سے سوال نہ کیا بلکہ اپنے صحابہ کو مانگنے سے منع فرمایا اور صحابہ نے اس پر اس حد تک عمل کیا کہ اگر سواری سے کوڑا زمین پر گر جاتا تو کسی سے اٹھانے کا سوال نہ کرتے۔ آپؐ امین اور دیانت دار کے طور پر مشہور تھے۔ قرض واپس کرتے بلکہ جب آپؐ کو نبوت کا تاج پہنایا گیا تو بڑے فخر سے فرمایا کہ وَلَقَدْ رَعَيْتُ لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلَى قَرَارِيْطَ کہ میں چند پیسوں کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ پھر امت کو ڈرانے کے لئے یہ دعا سکھلائی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ (ابو داؤد) کہ الٰہی! مجھے فکر و غم، سستی، نکمے پن اور بے کار رہنے سے بچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ان اعلیٰ اخلاق ہونے کے ناطے مخاطب ہو کر فرمایا وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَى (ضحیٰ 9) کہ ہم نے تجھے غریب پایا پھر غنی کر دیا۔ اس حوالہ سے آپ دنیا بھر کے تمام غرباء کے لئے نمونہ ہیں۔ بالخصوص مسلمانوں کے لئے جو ہاتھ سے کام کرنے کو عار سمجھتے ہیں۔ محنت سے نہیں۔ حقیر کام کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ دوسروں کے آگے اپنا دست دراز کرتے ہیں۔

دولتمندوں کے لئے کامل نمونہ

عزیزانِ من! ایک وقت آیا کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے انتہاء نعماء سے نوازا۔ بالخصوص فتح مکہ کے بعد آپؐ اتنے امیر ہو گئے تھے کہ ہزاروں غلام آزاد کر دیئے۔ اونٹ اور مویشی دینے پر آتے تو ایک ایک شخص کو 100، 100 اونٹ بخش دیتے۔ آپؐ عوام اور غرباء پر اتنا خرچ کرتے تھے کہ مکہ کے روساء یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ محمدؐ تو اس طرح خرچ کرتا ہے جس طرح اسے خزانہ میں کمی کا ڈر نہ ہو۔ لیکن آپؐ اپنی ذات پر بے جا خرچ نہ کرتے۔ سادہ کپڑے، سادہ خوراک اور وہی پہلے والی سادہ زندگی۔ بلکہ اپنی بیگمات کو سالانہ خرچ دے کر باقی رقم غرباء میں تقسیم کر دیتے اور وفات سے قبل خلفاء کو بھی یہ وصیت کر گئے کہ میرے بعد میری بیگمات کو میری جائیداد سے سالانہ خرچ دے کر باقی غرباء میں تقسیم کر دیں۔ پس تمام دولتمندوں کے لئے جو عیاشی اور اسراف کرتے ہیں آپؐ نمونہ ہیں۔

محکوموں کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کی کتاب حیات میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آپؐ 13 سال تک محکوم رہے اور ظالموں نے خوب ظلم ڈھائے۔ مگر آپؐ نے علم بغاوت بلند نہ کیا۔ اور صحابہ کو ایسے علاقوں کی طرف ہجرت کی ہدایت فرمائی جو پُر امن تھے اور ایک وقت آیا جب جبر اور ظلم بہت بڑھ گیا تو آپؐ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مگر حکومت کے خلاف بغاوت نہ کی۔

حاکموں اور بادشاہوں کے لئے کامل نمونہ

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو محکوم ہی نہیں رکھا بلکہ امارت، حاکمیت اور بادشاہت سے بھی نوازا مگر آپؐ نے عدل کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اسامہؓ کسی کی سفارش کرتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

لَوْأَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا (مسلم)

کہ یہ مجرم تو دور کی بات ہے اگر میری لخت جگر فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس پر حد جاری کرتا اور ہاتھ کاٹ دیتا۔

آپؐ نے حاکموں کو مخاطب ہو کر فرمایا سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ کہ قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے۔ ایک شخص آپؐ کے رعب سے کانپ رہا ہے اسے آپؐ فرماتے ہیں کہ میں تو عرب کی ایک غریب بیوہ عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا باسی گوشت استعمال کیا کرتی تھی۔ آپؐ بادشاہ ہو کر گھر کے تمام کام خود کر لیتے۔ کوئی ملازمہ، دربان یا ملازم نہ تھا۔

متاہل لوگوں کے لئے نمونہ

سامعین / سامعات! آپؐ کی نو بیویاں تھیں۔ گھر کے تمام کام کرتے۔ ان کے گھروں میں جاتے، حوصلہ بڑھاتے اور اپنی جان سے عزیز بیٹی فاطمہ کے گھر جاتے۔ بچوں سے ملتے۔ آپؐ اس قدر مصروف الاوقات تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے متعلق فرمایا إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (مزمل 8) کہ سارا دن تو کاموں میں مصروف رہتا ہے۔ عشاء کی نماز ہوتی تو بستر پر جا کر تھوڑی سی استراحت فرما کر اٹھ کھڑے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس قدر عبادت کرتے کہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے اور فرماتے أَفَلَا أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا

(متفقٌ عَلَيْهِ)

بادشاہ بالعموم سرکاری خزانہ سے خیانت کر جاتے ہیں مگر آپؐ نے مال غنیمت میں آئے ایک اونٹ کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر کچھ بال اکھیڑے اور لوگوں کو دکھایا کہ میرے لئے اس کے برابر مال بھی حرام ہے۔ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد جلدی سے گھر گئے اور کچھ سونا چارپائی پر پڑارہ گیا وہ اٹھا کر غرباء میں تقسیم کیا۔

آپؐ قومی کاموں میں بطور مزدور حصہ لیتے۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں پتھر ڈھونڈتے نظر آئے۔ غزوہ احزاب میں خندق کھودتے دیکھے گئے۔ بدر میں جب دشمن نے تین بہادر میدان میں اترنے کے لئے پکارے تو آپؐ نے اپنے عزیز قریبی رشتہ داروں علی، حمزہ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کو ترجیح دی۔

مجردوں اور شادی شدہ کے لئے کامل نمونہ

آپؐ 25 سال تک مجرد رہے جو عرب کی آب وہوا کے مطابق ادھیڑ عمر بنتی ہے لیکن نہایت عفیف پاک دامن تھے۔ جب شادی کر لی تو متعدد عورتوں سے، جن میں کنواری بھی تھیں اور بیوہ بھی۔ کم عمر کی بھی تھیں، نوجوان بھی، ادھیڑ اور بوڑھی عمر کی بھی تھیں۔ تمام میں انصاف کیا۔ لکھا ہے کہ آپؐ اپنی بیویوں سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ سب سے شفقت سے پیش آتے کبھی کسی بیوی کو تھپڑ نہیں مارا، نہ جھڑکا۔ سب آپؐ سے خوش تھیں بلکہ ہر ایک آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ سے جلد ملنے کی متمنی تھیں۔

عورتوں کے لئے کامل نمونہ

عزیزانِ من! آپؐ نے فرمایا۔ سب سے اچھا وہ شخص ہے جو بیوی کے حق میں سب سے اچھا ہے۔ آپؐ اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی ان کا ذکر کرتے رہتے۔ ان کی سہیلیوں سے حسن سلوک فرماتے۔ سفروں میں بھی اپنی بیویوں کو ساتھ لے جاتے۔ آپؐ نے یہود وہنود کے اس عقیدہ کی نفی کی کہ حائضہ عورت باورچی خانے میں نہیں جاسکتی بلکہ آپؐ ایسی حالت میں ساتھ سوتے۔ گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھتے۔ ساتھ کھانا کھاتے۔ ایک برتن سے پانی پیتے۔ اسی طرح آپؐ نے عورتوں کو ورثہ میں بھی حقدار ٹھہرایا۔

صاحب اولاد کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد جیسی عظیم نعمت سے بھی نوازا۔ آپؐ نے بچوں کی جو تربیت اور نگرانی، شفقت اور ان کی صحت جسمانی وروحانی کا خیال رکھا جس کی بدولت آپؐ کی اولاد دوسروں کے لئے نمونہ ٹھہری

اور حضرت فاطمہؓ کو اس تعلیم وتربیت کی وجہ سے سیدۃ نساء اھل الجنۃ کا خطاب ملا۔ اس ناطے آپؐ صاحب اولاد لوگوں کے لئے نمونہ ہیں کہ ان کو اپنے اولاد کی کس رنگ میں تربیت کرنی ہے۔

اولاد فوت ہونے پر صبر کا کامل نمونہ

پھر آپؐ کی بہت سی اولاد آپؐ کے سامنے فوت ہوگئی۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور آپؐ اس شخص کے لئے کامل نمونہ ہیں جس کی اولاد مرجاتی ہے جوان جوان بچے فوت ہوجاتے ہیں۔ آپؐ ان کو بلا کر کہہ سکتے ہیں کہ آئیں تیرا ہاتھ پکڑتا ہوں اور آ کہ میں تیرا رہبر بن سکتا ہوں اور آ کہ میں بھی تیری جیسی مصیبت برداشت کرچکا ہوں۔ میری اکثر جوان جوان بیٹیاں میری آنکھوں کے سامنے فوت ہوچکی ہیں۔ تمام لڑکے میری آنکھوں کے سامنے یکے بعد دیگرے اجل کا شکار ہوچکے ہیں مگر دیکھ میرا دل غمگین، میری آنکھیں تر، مگر میری زبان اپنے مولیٰ کی حمد سے معمور ہے اور میری طرح اقرار کر کہ لَهُ مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطٰی یعنی جس نے اولاد دی اسی نے واپس بلالی ہے اور آ میری طرح اقرار کر کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور اپنے بیٹے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر صرف فرمایا اَلْعَيْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى بِهٖ رَبُّنَا آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غم زدہ ہے مگر ہم صرف وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے۔

جرنیل اور فاتح کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کا سردار اور بطور حاکم و بادشاہ نمونہ بیان ہوچکا ہے لیکن جب بادشاہ کسی جنگ یا معرکہ میں فاتح ٹھہرتا ہے تو ہم نے دنیاوی بادشاہوں اور فاتحین کو مخالفین کو تہس نہس کرتے دیکھا ہے۔ مگر آپؐ نے حکم دیا کہ کوئی عورت نہ ماری جائے، بچے نہ مارے جائیں، بوڑھوں سے تعرض نہ کیا جائے، درویشوں، راہبوں، تارک الدنیا لوگوں کو کچھ نہ کہا جائے۔ دیکھو کسی کو آگ سے نہ جلایا جائے، دیکھو جانور قتل نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا۔ یاد رکھو اپنے مخالفوں کی طرح کسی دشمن مقتول کے ناک، کان نہ کاٹنا۔ جنگ احد میں جب کہ کفار نے مسلمان شہداء کے ناک کان کاٹ دیئے۔ حتی کہ اپنے واجب العزت چچا حمزہ کا جب مثلہ کیا گیا تو آپؐ نے جواباً ایسا کرنے پر منع فرمایا۔ جنگ بدر کے 70 قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک نمایاں تھا۔ حتی کہ ان کو

سواریوں پر سوار کروایا اور خود پیدل چلے۔ بتاؤ! دنیا کی آنکھ نے کبھی ایسا فاتح دیکھا جو احد اور حنین میں عارضی مغلوب ہونے کے وقت بھی میدان میں موجود رہا اور صحابہ کی حوصلہ افزائی کرتا رہا۔

کنبہ والے کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کنبہ والے تھے ۔ تمام کی خبر گیری فرماتے۔ خاندان میں بعض کافر اور فاسق بھی تھے۔ فرمایا کہ خاندان میں ایسے لوگوں کے ساتھ میرا کوئی قلبی تعلق نہیں ہاں وہ میرے رشتہ دار ہیں اور میں ان کا حصہ ادا کرتا رہوں گا۔

بطور دوست کامل نمونہ

سامعین / سامعات! آپؐ کے دوست مسلمانوں میں بھی تھے اور غیروں میں بھی۔ تمام کے ساتھ محبت کا سلوک کیا۔ کوئی آپؐ سے شاکی نہ تھا۔ دوستوں کے بیوی بچوں کا بھی خیال رکھا۔ ایک دفعہ آپؐ کے دوستوں کے بیوی بچے ایک شادی سے واپس آرہے تھے۔ آپؐ بے اختیار ہوکر ان کے سامنے جاکر کھڑے ہوکر فرمانے لگے کہ خدا کی قسم !تم لوگ تو مجھے سب سے پیارے ہو۔

اپنی وفات کے اعلان کے وقت فرمایا۔ میرے بعد جو خلیفہ ہو اسے میں وصیت کرتا ہوں کہ انصار کا خیال رکھے۔ کیونکہ وہ میرے دلی دوست ہیں۔ پھر آپؐ کے دشمن بھی تھے۔ دشمن بھی ایسے کہ خون کے پیاسے۔سبحان اللہ آپؐ کے عدل کے مداح، آپؐ کی امانت کے قائل، آپؐ کی خوبیوں کے مقر۔ دشمن تو ہیں مگر آپؐ میں کوئی عیب نہیں نکالتے۔ صرف دعوی نبوت کی وجہ سے یہ سب ناراضگی ہے۔ کسی دشمن کو یہ ڈر نہیں کہ آپؐ قابو پاکر کوئی ناجائز کاروائی کریں گے۔ ہرقل جب ابوسفیان سے پوچھتا ہے کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ بولا۔ کبھی معاہدہ شکنی کی۔ تو اسے بھی یہی کہنا پڑا کہ کبھی نہیں۔

انکساری میں کامل نمونہ

آپؐ ایک زمانے میں کسمپرسی کی حالت میں تھے۔ پھر رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے تحت ذکر بلند ہوا اور لاکھوں آدمیوں کا مجمع آپؐ کے ساتھ ہوا۔ مکہ سے صرف ابو بکرؓ کے ساتھ نکلے مگر آٹھ سال بعد دس ہزار قدسیوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ مگر نہایت عاجزی، انکساری سے سر جھکائے ہوئے، اللہ کے حضور جھکتے ہوئے۔

بطور قیدی کامل نمونہ

پھر آپؐ قید بھی ہوئے۔ تین سال تک شعب ابی طالب میں قید رہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی قید ہوئے۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ قید کرنے والوں کی طرف سے کھانا ملتا تھا مگر حضور ﷺ کو ظالموں نے اس طرح قید کیا کہ خود کھانا دینا تو کجا۔ پہنچنے بھی نہ دیتے تھے۔ لکھا ہے کہ رات کے وقت بنو ہاشم کے معصوم بچوں کے بھوک کے مارے رونے کی آوازیں سارا مکہ سنتا تھا مگر سبحان اللہ صبر ہو تو ایسا۔ قید رہے مگر حق کو نہ چھوڑا۔ مصیبتیں برداشت کیں مگر سچائی سے منہ نہ موڑا اور تین سال تک قید رہے۔ مگر دین حق کو پیش کرنے میں قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ یہاں تک کہ رات کو بچوں کے رونے کی آوازیں مکہ والے درندے بھی برداشت نہ کرسکے اور انہوں نے اپنا بائیکاٹ توڑ دیا اور حضور ﷺ اور آپؐ کے کنبہ کے لوگ آزاد ہوگئے۔

زندگی کی تمام منازل میں کامل نمونہ

میرے بھائیو / میری بہنو! آپؐ پر بچپن، جوانی، ادھیڑ عمر اور بڑھاپا بھی آیا۔ بچپن تھا مگر آوارگی نہ تھی۔ جوانی تھی مگر دیوانی نہ تھی۔ ادھیڑ عمر مگر کسل نہ تھی۔ بڑھاپا تھا مگر حق کے پہنچانے میں کمزوری نہیں۔ نمازیں، نوافل وقت پر۔ ہمسایہ سے حسن سلوک۔ بیویوں کو ترکاری بھجوانے کا حکم دیتے۔ نوکر، حاکم، لونڈی اور غلام تمام سے برابر کا حسن سلوک۔ کسی کو اُف نہ کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے کبھی نہ جھڑکا حالانکہ میں دیر اندھیر کر دیتا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں وَ اللّٰہِ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ خَادِماً کہ خدا کی قسم! حضرت محمدؐ نے کبھی کسی غلام کو نہ مارا۔ غلاموں سے سلوک کا یہ عالم تھا کہ حضرت زیدؓ بن حارثہ آپؐ کے حسن سلوک کی وجہ سے آپ کو چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدَ الْبَشَرْ
مِنْ وَجْہِ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپؐ کی مظلومیت

حضور ﷺ تیرہ برس تک مکہ میں اور آٹھ برس تک مدینہ میں کفار عرب کے ظلموں کا تختہ مشق بنے رہے۔ انہوں نے آپؐ کو وطن سے بے وطن کیا۔ آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو مارا پیٹا۔ زخمی کیا۔ قتل کے درپے ہوئے۔ قید میں رکھا۔ طائف کے لفنگوں نے پتھر مارے۔ گالیاں دیں۔ اوباشوں اور کتوں کو پیچھے بھگاتے ہوئے گیارہ میل تک حضور ﷺ کا تعاقب کیا۔ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں کہ پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی گندگی سمیت لاکر رکھ دی۔ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں کہ پٹکہ ڈال کر گلا گھونٹنے لگے۔ جنگ احد میں آپؐ کو زخمی کیا۔ ہجرت کے موقع پر جو آپؐ کو زندہ یا مردہ لاوے اس کے لئے سو اونٹ کا انعام مقرر کرکے آپؐ کو اشتہاری مجرم قرار دیا۔ آپؐ کے ساتھیوں کو بے رحمی سے قتل کیا۔ آپؐ کے ساتھیوں کو بے رحمی سے قتل کیا۔ آپؐ پر ایمان لانے والے غلاموں اور لونڈیوں کو مار مار کر اندھا کر دیا۔ ظالموں نے مسلمانوں کا ایک اونٹ سے اور دوسرا پاؤں دوسرے اونٹ سے باندھ کر دونوں کو چلا کر جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ عفیفہ عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر شہید کیا۔ مدینہ پر متواتر چڑھ کر آئے۔ آپؐ کی جوان حاملہ صاحبزادی کو اس قدر پتھر مارے کہ اسقاط ہو گیا اور اسی میں وہ فوت ہو گئیں۔

آپؐ کے عفو کا کامل نمونہ

ان تمام ظلموں کے بعد جب مکہ فتح ہوتا ہے اور خدا کا نبیؐ دس ہزار قدوسیوں کے جھمگٹے میں إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ کے مطابق مکہ میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے روز سب مکہ والوں کو صحن کعبہ میں جمع کیا جاتا ہے تو بتاؤ نرم سے نرم دل آدمی کیا سزا تجویز کرے گا؟

کیا مسلمانوں کے خون کی کوئی قیمت نہیں؟ کیا حضور ﷺ کی ہتک کا کوئی بدلہ نہیں؟ کیا زینبؓ کا اسقاط حمل بے انتقام جائے گا؟ کیا سمعیہؓ مرحومہ کی دردناک موت اور خبیبؓ کا خوفناک قتل ضائع جائے گا؟ کیا مدینہ پر چڑھائیاں اور بدر، احد اور خندق میں مسلمانوں کا قتل ہونا کوئی رنگ نہ لائے گا؟ کیوں نہیں لائے گا اور ضرور لائے گا اور میری طبیعت تو ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ مکہ والوں کو معاف کیا جائے گا نہیں اور ہرگز نہیں میں تو منتظر ہوں کہ ابھی تیر و تلوار کے چلنے، مکانوں کے گرنے، درختوں کے

کاٹے جانے، خندقیں کھود کھود کر مکہ کے ظالم درندوں کے زندہ جلائے جانے اور مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجائے جانے کی پے درپے آوازیں آئیں گی اور مسلمانوں کا لشکر مکہ سے تب واپس جائے گا جب کہ لوگ کہیں گے کہ مکہ بھی ایسی بستی ہوتی تھی مگر اب نہیں۔ لیکن میں حیران ہوں، میری عقل کام نہیں کرتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ بیداری نہیں بلکہ خواب ہے کیونکہ چاروں طرف مکہ کے باشندوں کو خوشی سے اچھلتے کودتے گھروں کی طرف جاتے دیکھتا ہوں تو پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ سب سے رحیم خدا کے سب سے رحیم بندے نے ہم سب کو جمع کر کے صاف الفاظ میں اعلان فرما دیا کہ: اِذْهَبُوْا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ یعنی جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا اور میں تمہیں تمہارے کسی فعل پر ملامت نہیں کرتا۔

دنیا کے لوگو! بتاؤ کہ اس کا کوئی نمونہ ہے؟ حکومتوں کے نمائندو! نام لو کسی بادشاہ کا جس نے یہ نمونہ دیکھایا ہو۔

آنحضرتؐ اور حضرت یوسفؑ کے عفو کا مقابلہ

عزیزانِ من! بے شک حضرت یوسفؑ نے اپنے قصورواروں کو معاف کیا مگر کس کو؟ اپنے سگے بھائیوں کو مگر محمدؐ نے بے شک اپنی برادری کے لوگوں کو معاف کیا مگر وہ سگے نہ تھے۔ پھر یوسفؑ کے ماں باپ زندہ تھے اگر یوسفؑ اپنے بھائیوں کو معاف نہ کرتا تو کیا کرتا۔ کیا بھائیوں کو سزا دے کر ماں باپ کو زندہ در گور کر دیتا؟ مگر محمدؐ اگر سزا دیتے تو کیا مضائقہ تھا۔ پھر یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسف کو قتل نہیں کیا بلکہ عمداً خشک کنویں میں ڈال دیا تا کہ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ یعنی کوئی مسافر اسے لے جائے مگر آپؐ کے دشمنوں نے آپؐ کو اپنی طرف سے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ پھر یوسفؑ کے بھائی گھر سے نکال کر خاموش ہو گئے مگر مکہ کے کافروں نے مدینہ میں بھی چین نہ لینے دیا بلکہ بدر، احد اور خندق غرض ہر موقع پر آپؐ کو تباہ کرنے کی نیت سے حملہ آور ہوئے۔ اس لئے میرے آقاؐ کا اپنی قوم کو معاف کرنا یوسفؑ کے معاف کرنے سے ہزار درجہ، لاکھ درجہ، کروڑوں درجہ بلکہ بے انتہا درجہ بڑھ کر ہے۔ آپؐ اس عورت کو بھی معاف کر دیتے ہیں جس نے آپؐ کے چچا کا کلیجہ چبایا تھا۔ آپؐ اس وحشی کو بھی معاف فرماتے ہیں جس نے چھپ کر آپؐ کے چچا کو قتل کیا تھا۔ آپؐ اسے بھی معاف کر دیتے ہیں۔ جو اپنے باپ

کی طرح مسلمانوں کا جانی دشمن یعنی ابو جہل کا بیٹا عکرمہ تھا۔ یہ ہے عفو کی بے نظیر مثال اور اسے کہتے ہیں قابو پا کر معاف کرنا اور یہ ہے میرے آقا و مولیٰ اور سیدؐ کا بے نظیر نمونہ۔ فِدَاہُ اَبِی وَاُمِّی

چونکہ ہر امر میں ہمارے رسول مقبول ﷺ نمونہ ہیں اور کوئی انسانی حالت ایسی نہیں جس میں آپؐ نمونہ نہ ہوں اسی لئے اس وقت آسمان کے نیچے ساری دنیا کے لئے آپؐ کے سوا کوئی شخص کامل نمونہ نہیں ہو سکتا۔

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِی ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿5﴾

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم:5)

اور یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔

قرآن کتابِ رحمان سکھلائے راہِ عرفاں
جو اِس کو پڑھنے والے اِن پر خدا کے فیضاں
قرآن کو یاد رکھنا پاک اِعتقاد رکھنا
فکرِ معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا

میرے بھائیو اور بہنو! میری تقریر کا عنوان ہے "**كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ**"

حضرت سعد بن ہشامؓ نے ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے اُمّ المومنین! مجھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ بارے کچھ بتائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واطوار قرآنِ کریم کے عین مطابق تھے۔ پھر حضرت عائشہؓ نے حضرت سعد بن ہشام سے پوچھا کہ کیا آپ قرآن کریم نہیں پڑھتے؟ جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم:5) کہ اے رسول! تو یقیناً اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 49 حدیث نمبر 25)

ایک اور روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ صحابہ مل کر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں روحانی و علمی فیض پانے کے لیے حاضر ہوئے۔ جن میں حضرت سعد بن ہشامؓ بھی شامل تھے۔ آپؓ نے حضرت عائشہؓ سے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور اطوارِ زندگی کے متعلق پوچھا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 50 حدیث نمبر 26)

ان احادیث کے مطالعہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وِصال کے بعد کا ہے کیونکہ تمام احادیث میں "کَانَ" ماضی کا صیغہ بیان ہوا ہے اور اِس تعلق میں حضرت عائشہؓ قرآن کریم کے مطالعہ کی طرف توجہ دلا کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور اخلاق و شمائل کو اپنی زندگی میں اُتارنے کی تلقین فرما رہی ہیں۔

سامعین / سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف خود ہی قرآن پر عمل پیرا ہو کر اخلاقِ حسنہ کو اپنانے والے نہ تھے بلکہ آپؐ چاہتے تھے کہ میرے تمام ساتھی (صحابہ و صحابیات) بھی قرآن کریم کی تعلیمات کی عملی تصویر بنیں۔ اس لیے آپؐ نے فرمایا إِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 51-50 حدیث نمبر 28) کہ مجھے تو اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق فاضلہ سے مزیّن رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا سکھلائی ہے اَللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 51 حدیث نمبر 29) کہ اے اللہ! جس طرح تُو نے میری شکل و صورت اچھی اور خوبصورت بنائی ہے اِسی طرح میرے اخلاق و عادات اور اطوار اچھے بنا دے۔ ایسا کرنے سے حکم تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللّٰهِ کہ اللہ کے بتائے ہوئے اخلاق کو اپنالیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: کہ اے اللہ! جس طرح تو نے میری شکل و صورت اچھی اور خوبصورت بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق و عادات بھی اچھے بنا دے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 155 مطبوعہ بیروت)

دیکھیں! خوبصورت شکل و صورت پر بے اختیار اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کے جذبات نکل رہے ہیں۔ اور ساتھ یہ بھی کہ اے خدا! تو نے کہہ تو دیا کہ یہ نبی خلق عظیم پر قائم ہے۔ لیکن مَیں بشر ہوں اس لئے

میرے اخلاق و اطوار ہمیشہ اچھے ہی رکھنا۔ ان پاک نمونوں کو قائم کرنے کی جو ذمہ داری تو نے میرے سپرد کی ہے اس کو مجھے احسن طور پر بجالانے کی توفیق بھی دینا۔ تو دیکھیں یہ اعلیٰ اخلاق اور عاجزی کی انتہا۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو فرما رہا ہے کہ تم خلق عظیم پر قائم ہو، امت کو فرما رہا ہے کہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ لیکن آپؐ یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ! میرے اخلاق و عادات و اطوار ہمیشہ اچھے ہی رکھنا۔ دنیاداروں میں دیکھ لیں اگر کوئی افسر کسی کی تعریف کر دے تو دماغ آسمانوں پہ چڑھ جاتا ہے کہ مَیں پتہ نہیں کیا چیز بن گیا ہوں۔ اب یہ اعتراض کرنے والے بتائیں جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اعتراض کرتے ہیں کہ کیا انسانی تاریخ میں اس جیسا عاجزی کا پیکر کوئی نظر آتا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہر وقت یہ کوشش ہوتی تھی کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق پر ڈھالیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکموں کے مطابق اپنی زندگی گزاریں اور یوں اپنی امت کے لئے کامل اور مکمل نمونہ بنیں۔ اور آپؐ نے یہ ثابت کر دکھایا۔"

(خطبہ جمعہ مورخہ 25فروری2005ء)

چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کے عین مطابق تھے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں خوش ہوتے تھے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہوتی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تو اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"ہاں جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰؑ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام ان اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:5) تو خلق عظیم پر ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائی کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہو گا کہ جہاں تک درختوں کے لیے طول و عرض اور

تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ و شمائلِ حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔"

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 606 بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اخلاقی حالت ایک ایسی کرامت ہے جس پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑا اور قوی اعجاز اخلاق ہی کا دیا گیا جیسے فرمایا اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ۔ یوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک قسم کے خوارق قوتِ ثبوت میں جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بجائے خود بڑھے ہوئے ہیں مگر آپؐ کے اخلاق اعجاز کا نمبر ان سب سے اوّل ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ نہیں بتلا سکتی اور نہ پیش کر سکے گی۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 89)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس حدیث کی وضاحت اور تفسیر میں فرماتے ہیں:

"حضرت عائشہؓ سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟ تو آپؓ نے فرمایا: تم مجھ سے پوچھتے ہو كَانَ خُلُقُهُ الْقُرآنَ۔ آپؐ کے اخلاق وہی کچھ تھے جن کا ذکر قرآن میں آتا ہے۔ گویا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور قرآن کریم کی بات ایک ہی تھی۔ جو کچھ قرآن میں لکھا تھا سمجھ لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویسا ہی کیا کرتے تھے اور جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے سمجھ لو کہ اس کا حکم قرآن کریم میں ضرور موجود ہو گا۔

پس تمام انبیاء کی نقل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات دے دی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کر لیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء کا انعکاس اپنے آئینہ قلب میں پیدا کر لیتے ہیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہؓ جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھتے وہی کچھ خود کرنے لگ جاتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہی کام کرنے چاہئیں۔ پس اگر ہم بھی اپنے اخلاق کو درست کرنا چاہیں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم کوئی نمونہ اپنے سامنے رکھیں اور وہ نمونہ جیسا کہ

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات کا ہے۔ اخلاق کے معنی کیا ہیں؟ اخلاق در حقیقت صفات الٰہیہ کے اُس ظہور کا نام ہے جو بندے کی طرف سے ہو۔ پس جب ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کی نقل کرتے ہیں تو با اخلاق کہلاتے ہیں۔ گویا ایک ہی چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوتی ہو تو خُلق کہلاتی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کے اندر تو یہ صفات ازلی ابدی طور پر پائی جاتی ہیں اور ہمارے اندر کسبی طور پر پائی جاتی ہے۔ بہر حال جب یہ صفات ہمارے اندر آجاتی ہیں تو اخلاق کہلانے لگ جاتی ہیں اور جب خدا تعالیٰ کی طرف انہیں منسوب کیا جاتا ہے تو وہ اسماء یا صفات کہلاتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے اخلاق کی درستی کے لیے محمد رسول اللہؐ کو ہمارے لیے کامل نمونہ بنایا ہے۔ اگر ہم اپنے دائرہ میں چھوٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتے ہیں تو اس صورت میں ہم نجات کے مستحق ہوتے ہیں اور اسی صورت میں ہم با اخلاق کہلانے کے بھی مستحق ہوتے ہیں۔ پس دنیا میں کامل انسان بننے کے لیے بالفاظ دیگر نجات یافتہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش اپنے دلوں پر قائم کریں۔“

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 67-68)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے حکموں پر کس حد تک عمل کرتے تھے۔ اس بارے میں حضرت عائشہؓ کا مشہور جواب ہر ایک کے علم میں ہے کہ جب آپؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟۔ پوچھنے والے نے کہا: کیوں نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ” فَاِنَّ خُلُقَ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ الْقُرْآن“۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن ہی تھے۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللّیل ومن نام عنہ او مرض حدیث نمبر 1739)

یعنی قرآن کریم میں جس طرح لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کی۔ قرآن کریم میں جس طرح لکھا ہے کہ حقوق العباد ادا کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق العباد ادا کئے۔ قرآن کریم میں جن باتوں کو کرنے کا حکم دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں اور حکموں پر مکمل طور پر عمل کیا، ان کو بجالائے، ان کی ادائیگی کی۔ قرآن نے جن باتوں سے رکنے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان باتوں کو ترک کیا۔ قرآن کریم نے روزوں کا حکم دیا، صدقات کا حکم دیا، زکوٰۃ کا حکم دیا۔ آپؐ نے روزوں، صدقات اور زکوٰۃ کے اعلیٰ ترین معیار قائم کر دیئے۔ قرآن کریم نے معاشرے میں لوگوں کے ساتھ نرمی کا حکم دیا تو آپؐ نے نرمی کی وہ انتہا کی جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف فرما دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اصلاح معاشرہ کے لئے سختی کا حکم دیا تو آپؐ نے اس کی بھی پوری اطاعت و فرمانبرداری کی۔ غرض کون سا حکم ہے قرآن کریم کا جس کی آپؐ نے نہ صرف پوری طرح بلکہ اعلیٰ ترین معیار قائم کرتے ہوئے تعمیل نہ کی ہو۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے، آپؐ کے آپس کے تعلق کی بہت اچھی طرح مثال پیش کی ہے کہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو موتی ہیں جو ایک ہی سیپ سے اکٹھے نکلے ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کو جاننا چاہتے ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھ لو اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں معلومات لینا چاہتے ہو، اگر یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ آپؐ کے صبح و شام اور رات دن کس طرح گزرتے تھے تو قرآن کریم کے تمام حکموں کو، اوامر و نواہی کو پڑھ لو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سامنے آجائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور مقدس زندگی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہادیٔ کامل اور پھر قیامت تک کے لئے اور اس پر کُل دنیا کے لئے مقرر فرمایا۔ مگر آپؐ کی زندگی کے کُل واقعات ایک عملی تعلیمات کا مجموعہ ہیں۔ جس طرح پر قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی قولی کتاب ہے اور قانون قدرت اس کی فعلی کتاب ہے، اسی طرح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھی ایک فعلی کتاب ہے جو گویا قرآن کریم کی شرح اور تفسیر ہے۔" (ملفوظات جلد 3 صفحہ 34 جدید ایڈیشن)

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 مارچ 2005ء)

میرے بھائیو اور بہنو! آیئے! دیکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روز مرّہ کے مشاغل کیا تھے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم (کی زندگی بڑی سادہ تھی۔ آپؐ کسی کام کو عار نہیں سمجھتے تھے) اپنے اونٹ کو خود چارہ ڈالتے۔ گھر کے کام کاج کرتے۔ اپنی جوتیوں کی مرمت کر لیتے۔

کپڑے کو پیوند لگا لیتے۔ بکری دوہ لیتے۔ خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ آٹا پیستے پیستے اگر وہ تھک جاتا تو اس میں اس کی مدد کرتے۔ بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے۔ امیر غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے۔ سلام میں پہل کرتے۔ اگر کوئی معمولی کھجوروں کی بھی دعوت دیتا تو آپؐ اُسے حقیر نہ سمجھتے اور قبول کرتے...... خدا کے خوف سے فکر مند رہتے لیکن تُرش روئی اور خشکی نام کو نہ تھی۔ منکسر المزاج تھے لیکن اس میں کسی کمزوری، پست ہمتی کا شائبہ تک نہ تھا۔ بڑے سخی (کھلے ہاتھ کے) لیکن بیجا خرچ سے بچتے۔ نرم دل، رحیم و کریم تھے۔ ہر مسلمان سے مہربانی سے پیش آتے۔ اتنا پیٹ بھر کر نہ کھاتے کہ ڈکار لیتے رہیں۔ کبھی حرص و طمع کے جذبہ سے ہاتھ نہ بڑھاتے بلکہ صابر و شاکر اور کم پر قانع رہتے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 63-64 حدیث نمبر 43)

سامعین و سامعات! خاکسار اپنی تقریر کا اختتام ایک بدوی کے اُس سوال اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے کرتا ہے کہ جب بدوی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیامت کب ہو گی۔ آنحضورؐ نے پوچھا۔ تم نے اس کے لیے کیا کیا تیاری کی ہے؟ تو بدوی نے جواباً کہا کہ صرف اللہ اور اُس کا رسول ساتھ ہے۔ یہی میری تیاری ہے۔ تب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ یعنی تجھے اس کا ساتھ نصیب ہو گا جس سے تجھے محبت ہے۔ پس آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بھی اللہ کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پیار کریں اور پیار کے نتیجے میں ہر اُس فعل اور عمل کو اپنائیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی روشنی میں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

۞۞۞۞

﴿6﴾

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات

دَر دِلم جوشد ثنائے سَروَرے
آنکہ دَر خُوبی نَدارد ہمسَرے
آنکہ جانَش عاشِق یارِ اَزل
آنکہ رُوحش واصِل آن دِلبرے

(براہین احمدیہ حصہ اوّل، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 17)

میرے دل میں اس سردار آقاؐ کی تعریف جوش مار رہی ہے، جو خوبی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔
وہ جس کی جان خدائے ازل کی عاشق ہے، وہ جس کی رُوح اس دلبر سے واصل ہے۔

سامعین / سامعات ! آج مجھے بہت ہی پیارے وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ایک پہلو یعنی عبادات پر روشنی ڈالنی ہے تا ہم سب اِس مبارک وجود کے اِس اہم پہلو کو اپنے اندر اُتار کر یہ کہہ سکیں۔

چاہئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دوئی
سَر جُھکا بس! مالکِ ارض و سما کے سامنے

سامعین / سامعات ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی دلی خواہش کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”اللہ نے ہر نبی کی ایک خواہش رکھی ہوتی ہے اور میری دلی خواہش رات کی عبادت ہے“

(المعجم الکبیر للطبرانی باب سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن سے ہی اپنے خالق سے محبت کرتے تھے۔ آپؐ کو اسی لیے خلوت پسند تھی اور آپؐ زیادہ تر ذکر الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ جاہلیت کے زمانہ میں اہلِ قریش کی عبادت کا طریقہ یہ تھا کہ وہ تنہائی میں اعتکاف میں بیٹھ کر اپنی عبادت کیا کرتے تھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی جوانی

میں اپنے ساتھ کچھ زادِ راہ لے کر غارِ حرا میں جا کر اعتکاف فرمایا کرتے اور جب یہ کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تو واپس تشریف لا کر پہلے خانہ کعبہ کا طواف فرماتے اور پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے۔ آپؐ کو دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی۔ مکہ کے لوگ آپؐ کی جوانی میں عبادت کا یہ عالَم دیکھ کر بہت حیران ہوتے کہ عجیب نوجوان ہے جس کو دنیا کی رونق سے کوئی دلچسپی نہیں۔ جب آپؐ پر پہلی وحی، غارِ حرا میں نازل ہوئی تو آپ اُس وقت بھی غارِ حرا میں اعتکاف فرما رہے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں سے نفرت تھی اور آپؐ کی عبادات میں وحدانیت کا رنگ شروع سے ہی نمایاں تھا۔

خلائق کے دل تھے یقین سے تہی
بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپ کے دم سے اس کا قیام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَام

حضرت جبریلؑ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی وحی کے بعد وضو کر کے دکھایا اور اس کا طریق سکھا کر آپؐ کو نماز پڑھائی۔ آنحضورؐ نے حضرت خدیجہؓ کو اُسی طرح وضو کا طریق سکھا کر نماز پڑھائی جس طرح جبریلؑ نے آپؐ کو سکھایا تھا۔

(السیرۃ النبویۃ لهشام جز 1 صفحہ 252 مطبوعہ مصر)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منصبِ نبوت پر فائز ہونے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے ارشاد موصول ہوا کہ:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ (الانشرح:8-9)

ترجمہ: پس جب تُو فارغ ہو جائے تو کمرِ ہمت کَس لے اور اپنے ربّ ہی کی طرف رغبت کر۔

نماز فرض ہونے کے بعد روزِ اوّل سے لے کر آخری وقت تک پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پنج وقتہ نمازوں کی ادائیگی کے حکم کی ایسی تعمیل کی کہ خود اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:163)

تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مَرنا اُس اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

سامعین / سامعات! احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صبح کا آغاز نماز تہجد سے فرمایا کرتے تھے اور بہت خوبصورت اور لمبی نماز تہجد ادا کرتے بعض اوقات یہ نماز اِتنی طویل ہوتی کہ کھڑے کھڑے آپؐ کے پاؤں بھی سوج جاتے۔ تہجد کے بعد کچھ دیر آرام فرماتے اور جیسے ہی سیّدنا حضرت بلالؓ اذان دیتے آپ فوراً اٹھ کر وضو کرتے، دو رکعت سنت ادا کرتے اور نماز فجر کے لئے مسجد تشریف لے جاتے۔

(صحیح بخاری کتاب التہجد)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے یہاں تک کہ آپؐ کے پاؤں مبارک مُتوَرَّم ہو جاتے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ سے عرض کی گئی کہ کہ آپؐ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپؐ کے بارہ میں یہ آچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے متعلق کیے گئے وہ کوتاہیاں بھی آپؐ کی ڈھانپ دی گئی ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں اور جو اب تک نہیں ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا: اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

(شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 108 حدیث 251)

حضرت اسود بن یزیدؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے ایک دن حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: آپؐ کام کاج میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو باہر نماز کے لیے چلے جاتے۔ جیسے کسی کو پہچانتے تک نہ تھے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 65 حدیث 45)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان میں ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھتے پھر لوگوں کو نماز پڑھانے مسجد چلے جاتے۔ پھر واپس آکر دو رکعت پڑھتے اور اسی طرح جب آپؐ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھا کر گھر تشریف لاتے تو دو دو رکعتیں نماز پڑھتے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت سُنّت کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 287 حدیث 228-229)

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰنؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اور رمضان کے علاوہ کبھی گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ یہ نہ پوچھو وہ کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں۔ پھر آپؐ چار رکعتیں پڑھتے ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو۔ پھر آپؐ تین رکعت ادا کرتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ مَیں نے عرض کی یارسول اللہؐ! آپؐ وتر ادا کرنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! میری آنکھیں تو سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔

(شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 112 حدیث 259)

سامعین / سامعات! غزوۂ احد کی شام جب لوہے کی خود کی کڑیاں دائیں رخسار میں ٹوٹ جانے سے بہت سا خون بہہ چکا تھا۔ آپؐ زخموں سے نڈھال تھے اور ستر صحابہ کی شہادت کا زخم اس سے کہیں بڑھ کر اعصاب شکن تھا۔ اس روز بھی آپؐ بلالؓ کی اذان پر نماز کے لیے اُسی طرح تشریف لائے جس طرح عام دنوں میں تشریف لاتے تھے اور دنیا نے قیام عبادت کا ایسا حیرت انگیز نظارہ دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 50)

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار کرتے پھر یہ دعا مانگتے اَے میرے اللہ! **اَنْتَ السَّلَامُ ،مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ** کہ اے اللہ! تُو سلامتی والا ہے۔ تیری طرف سے ہی سلامتی ملتی ہے۔ اے جلال اور عزت والے خدا! تُو برکتوں کا مالک ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 293 حدیث 238)

حضرت مَطرَف اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے دورانِ نماز آپؐ کی گریہ وزاری کی وجہ سے آپؐ کے سینہ سے ایسی آواز نکلتی تھی جیسے چکّی کے چلنے کی ہوتی ہے۔

(حدیقۃ الصالحین 297 حدیث 244)

کبھی گھر کے لوگ سو جاتے تو آپؐ چُپ چاپ بستر سے اٹھتے اور دعا و مناجاتِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک رات میری آنکھ کھلی تو آپؐ کو بستر پر نہ پایا۔ میں سمجھی کہ آپؐ کسی اور بیوی کے حجرے میں تشریف لے گئے ہیں۔ اندھیرے میں اِدھر اُدھر ٹٹولا تو دیکھا کہ پیشانی مبارک پر خاک ہے اور آپ سر بسجود مصروف دعا ہیں۔ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ فرماتی ہیں "یہ دیکھ کر مجھے اپنے شبہ پر ندامت ہوئی اور دل میں کہا۔ سبحان اللہ! میں کس خیال میں ہوں اور خدا کا رسولؐ کس عالَم میں ہے۔"

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 55)

مَیں غلاموں کے غلاموں کا غلام
مَیں بھلا کس منہ سے لوں احمدؐ کا نام
میم کے پردے میں ہے جس کا مقام
اس پہ ہوں لاکھوں درود، اربوں سلام
"سالکاں را نیست غیر از وَے اِمام
رہرواں را نیست جُز وَے رہبرے"

نماز تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شب روز کا معمول تھا جس میں نماز آپؐ کی روح کی غذا تھی۔ ہر چند کہ اُمّت کی سہولت کی خاطر رسول اللہؐ نے یہ رخصت دی کہ کھانا چُنا جا چُکا ہو تو کھانے سے فارغ ہو کر نماز ادا کر لو۔ مگر اپنا یہ حال تھا کہ کھانا کھاتے ہوئے بلالؓ کی آواز سنی کہ نماز کا وقت ہو تو اگلے ہی لمحے وہ چھری جس سے آپؐ بھنا ہوا گوشت کاٹ رہے تھے، وہیں پھینک دی اور سیدھے نماز کے لیے تشریف لے گئے۔

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 48-49)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے اور آپؐ کا یہی معمول وفات تک رہا۔ اس کے بعد آپؐ کی اَزواج مطہرات بھی ان دنوں میں اعتکاف بیٹھتی تھیں۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 320 حدیث 282)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں ”جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپؐ کمرِ ہمت کس لیتے۔ بیدار رہ کر راتوں کو زندہ کرتے، خود بھی عبادت کرتے، اہلِ بیت کو بھی جگاتے۔ اس آخری عشرہ میں آپؐ اعتکاف بھی فرماتے۔

(بخاری کتاب صلاۃ التراویح)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی (مسلسل) روزے رکھتے یہاں تک کہ ہم کہتے آپؐ روزہ رکھتے چلے جائیں گے اور کبھی روزہ نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم کہتے آپؐ روزہ نہیں رکھیں گے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے مدینہ تشریف لائے سوائے رمضان کے کبھی پورا مہینہ روزے نہیں رکھے۔

(شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 122 حدیث 283)

سامعین / سامعات! حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوموار اور جمعرات کو اعمال (خدا کے حضور) پیش کیے جاتے ہیں اس لیے میں پسند کرتا ہوں کہ اس حال میں میرے اعمال پیش ہوں کہ مَیں روزے دار ہوں۔

(شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 124 حدیث 289-290)

عام حالات میں آپؐ کبھی گھر تشریف لاتے تو پوچھتے کچھ کھانے کو ہے۔ جواب ملتا نہیں۔ فرماتے تو میں آج روزہ رکھ لیتا ہوں۔

(ترمذی کتاب الصوم)

قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہ خوش شکل اور خوبصورت آوازوالا تھا اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی حسین چہرے والے اور خوبصورت آواز والے ہیں۔ آپؐ عام طرز کے الفاظ کو بہت لمبا کر کے ادا نہیں کرتے تھے۔

(شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 129 حدیث 305)

یعلیٰ بن مُملک سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ام سلمہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے بارے میں پوچھا۔ حضرت اُم سلمہؓ نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت واضح ہوتی آپؐ ایک ایک حرف (الگ الگ) ادا کرتے۔

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے۔ آپؐ الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر ٹھہر جاتے، پھر الرحمٰن الرحیم پڑھ کر ٹھہر جاتے۔ پھر مالك یوم الدین پڑھتے۔

(شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 128 حدیث 299-301)

سامعین / سامعات ! نبی کریمؐ کو تلاوت کلام پاک سے بہت خاص شغف تھا۔ روزانہ سورتوں کی مقررہ تعداد عشاء کے وقت تلاوت فرماتے۔ پچھلی رات بیدار ہوتے تو کلامِ الٰہی زبان پر جاری ہوتا۔ (عموماً آلِ عمران کا آخری رکوع تلاوت فرمایا کرتے) رات کے وقت نماز میں نہایت وجد اور ذوق و شوق سے ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "کبھی پوری رات آپؐ قیام فرماتے۔ سورۃ البقرہ، آل عمران اور سورۃ النساء تلاوت کرتے۔ جب کوئی عذاب کی آیت آتی تو خدا سے پناہ طلب کرتے اور جب کوئی رحمت کی آیت آتی تو اس کے لیے دعا کرتے۔"

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 58)

سامعین / سامعات ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر کام کا آغاز اللہ کے نام سے شروع کرتے اور فرماتے تھے کہ اس کے بغیر کام بے برکت ہوتا ہے۔ چاہے فارغ ہوتے یا کسی کام میں مشغول ہر حال میں اپنے اللہ

کو یاد کرتے۔ صبح اٹھتے تو خیر و برکت کی دعا مانگتے اور شام ہوتی تو انجام بخیر کی دعا کرتے۔ گھر سے جاتے، گھر میں داخل ہوتے، مسجد میں داخل ہوتے، مسجد سے واپسی پر، کھانا کھانے سے پہلے کھانے کے بعد، بیت الخلاء آتے جاتے، سفر پر روانگی سے قبل، بازار جاتے، سوتے جاگتے غرض ہر حال میں آپؐ دعاؤں میں مشغول رہتے۔ دعاؤں میں زیادہ الحاح اور تضرّع کے وقت یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ (اے زندہ قائم رکھنے والے) پڑھ کر دعا کرتے۔ مصیبت کے وقت آسمان کی طرف سر اٹھا کر سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمُ پڑھتے یعنی پاک ہے اللہ بڑی عظمت والا۔

(بخاری کتاب الادب)

زندگی بخش جام احمد ہے
کیا ہی پیار انام احمد ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقام احمد ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"مَیں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے۔(ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اُس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اُس کی تاثیرِ قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اِس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضلیت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 118-119)

فرمایا:

”وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا۔ اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَآلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَحُزْنِہٖ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَاَنْزِلْ عَلَیْہِ اَنْوَارَ رَحْمَتِکَ اِلَی الْاَبَدِ۔“

(برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 10-11)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا (المزمل:7)

اس آیت کا ترجمہ ہے کہ رات کا اٹھنا یقیناً نفس کو پاؤں تلے کچلنے کے لئے زیادہ شدید اور قول کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہے۔

یہ وہ قرآنی حکم ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور آپؐ نے اس کا حق ادا کر دیا بلکہ دعویٰ سے پہلے بھی، نبوت سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی تلاش میں اسی طرح اعتکاف کیا کرتے تھے۔ اپنی راتوں کو آرام میں یا کسی شوق میں گزارنے کی بجائے عبادتوں میں گزارتے تھے۔ راتوں کی عبادت جب رات گہری ہو، ہر طرف خاموشی ہو، بندے اور خدا کے درمیان کسی قسم کی روک ڈالنے والی چیز نہ ہو، بندے اور اللہ کے درمیان راز و نیاز میں کوئی چیز روک نہ بنے، اس وقت جو اللہ کی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں وہ یقیناً اللہ کا قرب پانے والے اور اس کا پیار حاصل کرنے والے ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ خالصتاً اللہ کے قرب کے لئے یہ عبادت بجا لا رہے ہوتے ہیں۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس طرح رات کو اٹھنا اپنے نفس کو پاؤں تلے کچلنے کے برابر ہے۔ بلکہ یہ شیطان کو ختم کرنے اور اپنے نفس پر قابو پانے کا ایسا زبردست حربہ ہے کہ اس کا مقابلہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اس وقت کے عہد و پیمان اتنے پکّے اور مضبوط ہوتے ہیں کہ ان کو توڑنا

ممکن نہیں ہوتا۔ شیطان کی ملونی اس میں ہو ہی نہیں سکتی۔ گویا اللہ تعالیٰ کا خالص بندہ بننے اور اپنے نفس کو ہلاک کرنے کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں کہ رات کو اٹھ کر عبادت کی جائے اور یہ عبادت کے اعلیٰ معیار ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑھ کر حاصل کئے۔"

(خطبہ جمعہ 18 فروری 2005ء)

وہ پاک محمدؐ ہے ہم سب کا حبیب آقا
انوارِ رسالت ہیں جس کی چمن آرائی
محبوبی و رعنائی کرتی ہیں طواف اُس کا
قدموں پہ نثار اُس کے جَمشیدی و دارائی
نبیوں نے سجائی تھی جو بزمِ مَہ و انجُم
وَ اللہ اُسی کی تھی سب انجُمن آرائی
دن رات درود اُس پر ہر ادنیٰ غلام اُس کا
پڑھتا ہے بصد منت جَپتے ہوئے نام اُس کا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿7﴾

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ

ربِّ جلیل کی ترا دل جلوہ گاہ ہے
سینہ ترا جمالِ الٰہی کا مستقر
قبلہ بھی تو ہے، قبلہ نما بھی ترا وجود
شانِ خدا ہے تیری اداؤں میں جلوہ گر
نور و بشر کا فرق مٹاتی ہے تیری ذات
"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(التوبہ:128)

ترجمہ: یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مومنوں کے لئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

سامعین / سامعات! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ**

حضرت خدیجہؓ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پندرہ سالہ زندگی کی رفاقت کے بعد آپؐ کے اخلاق کی گواہی دیتے ہوئے فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی کرنے والے، دوسروں کے بوجھ بانٹنے والے، گمشدہ اخلاق اور نیکیوں کو زندہ کرنے والے، مہمان نواز اور راہِ حق میں مصائب پر مدد کرنے والے ہیں اس لیے آپؐ جیسے انسان کو اللہ ضائع نہیں کرے گا۔

(بخاری بدء الوحی)

حضرت سعدؓ بن ہشام بن عامر بیان کرتے ہیں کہ مَیں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؓ سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کے بارہ میں ہمیں کچھ بتائیں۔ حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ حضورؐ کے اخلاق و اطوار قرآن کے عین مطابق تھے۔ پھر حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ کیا تم نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ کہ اے رسول! تو یقیناً اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 49 حدیث 25)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”تو اے نبی ایک خُلق عظیم پر مخلوق و مفطور ہے یعنے اپنی ذات میں تمام مکارمِ اخلاق کا ایسا متمّم و مکمل ہے کہ اس پر زیادت متصور نہیں کیونکہ لفظ عَظِیۡم محاورۂ عرب میں اس چیز کی صفت میں بولا جاتا ہے جس کو اپنا نوعی کمال پورا پورا حاصل ہو...... بعضوں نے کہا ہے کہ عَظِیۡم وہ چیز ہے جس کی عظمت اس حد تک پہنچ جائے کہ حیطۂ ادراک سے باہر ہو۔“

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 194 بقیہ حاشیہ نمبر 11)

حضرت امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کے لیے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ یعنی میں اچھے اور اعلیٰ اخلاق کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 51 حدیث 28)

معزز بھائیو اور بہنو! آیئے! جنگ حنین کا ایک دِلگداز کر دینے والا واقعہ سنئیے کہ جنگِ حنین میں بِھیڑ کی وجہ سے ایک صحابی کا پاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پڑ جا لگا۔ سخت چپل جو اُس دوست نے پہن رکھی تھی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں بُری طرح زخمی ہو گیا۔ آنحضورؐ نے تکلیف کی وجہ سے ہلکا سا کوڑا مارتے ہوئے فرمایا: تم نے میرا پاؤں زخمی کر دیا ہے جس سے وہ دوست بیان کرتے ہیں کہ مجھے بڑی ندامت ہوئی اور مَیں ساری رات میں سخت بے چین رہا کہ ہائے! مجھ سے یہ غلطی کیوں ہوئی۔ صبح ہوئی تو کسی نے مجھے آواز دی کہ حضورؐ تمہیں بلاتے ہیں۔ مجھے اور گھبراہٹ ہوئی کہ کل کی غلطی کی وجہ سے شاید میری شامت آئی ہے۔ بہر حال میں حاضر ہوا تو حضورؐ نے بڑی شفقت سے فرمایا۔ کل تم نے میرا

پاؤں کُچل دیا تھا اور اس پر مَیں نے تمہیں ایک کوڑا ہلکا سا مارا تھا اس کا مجھے افسوس ہے۔ یہ اسی(80) بکریاں تمہیں دے رہا ہوں یہ لو اور جو تکلیف تمہیں مجھ سے پہنچی ہے، اسے دل سے نکال دو۔ حضورؐ کی اس شفقت اور مشفقانہ انداز سے میری پریشانی دور کرنے پر مَیں حیران رہ گیا۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 57-58 حدیث 38)

حضرت عبد اللہ بن ابی اَوفیؓ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تکبّر نام کو بھی نہ تھا۔ نہ آپؐ ناک چڑھاتے اور نہ اس بات سے بُرا مناتے اور بچتے کہ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلیں اور ان کے کام آئیں اور ان کی مدد کریں۔ یعنی بے سہارا عورتوں اور مسکینوں اور غریبوں کی مدد کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہتے اور اس میں خوشی محسوس کرتے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 68 حدیث 50)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ سب سے بڑھ کر سخی تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح کا انداز بھی بہت خوبصورت سا تھا۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری مانگی تو آپؐ نے فرمایا کہ مَیں سواری کے لیے تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ اس پر اُس نے کہا یا رسول اللہؐ! مَیں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اونٹ، اونٹنیوں ہی کے بچے نہیں ہوتے؟

(شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 94)

حضرات و حاضرات! شمائلِ نبویؐ میں سادگی کو ذرا دیکھیں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر سوار ہو کے حج کیا۔ اس پر ایک معمولی سی چادر تھی جو چار درہم کی بھی نہیں تھی۔ آپؐ کہہ رہے تھے کہ اے میرے اللہ! اِسے ایسا حج بنا دے جس میں نہ کوئی ریا ہو نہ کوئی شہرت کی طلب ہو۔

(شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 136 حدیث 319)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کے بارے میں حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپؐ نہ بد خُلق تھے نہ بد گو، نہ بازاروں میں شور کرنے والے تھے نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیتے بلکہ آپؐ معاف فرما دیتے اور در گزر فرماتے۔

(شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 145 حدیث 332)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کچھ طلب نہیں کیا گیا جس کے جواب میں آپؐ نے "نہ" فرمایا ہو۔

(شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 147 حدیث 337)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ قبول فرما لیتے تھے اور (بڑھ کر) اس کا بدلہ عطا فرماتے۔

(شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 149 حدیث 342)

اپنے صحابہ کی ضرورت اور جذبات کا بے حد احساس تھا۔ ان کے حالات سے باخبر رہتے مگر کسی کے خلاف یکطرفہ بات سننا گوارہ نہ کرتے۔ فرماتے تھے کہ **اپنے اصحاب کے لئے میرا سینہ صاف رہنے دو۔**

ذرا آج کے اپنے اِرد گرد ماحول پر نگاہ ڈالیں تو ہم بر شمار اختلاف پاتے ہیں ذرا ذرا بات پر لڑائی جھگڑا، طعنہ زنی اور ایک دوسرے کے خلف اُکسانے کا بازار گرم نظر آتا ہے مگر آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک کیفیت کو دیکھیں کہ وہ اپنے صحابہ سے فرماتے ہیں کہ **اپنے اصحاب کے لئے میرا سینہ صاف رہنے دو۔**

معزز بہنو اور بھائیو! صحابہ کو فاقہ کی تکلیف ہوتی تو آپؐ اپنے گھر لے جا کر تواضع فرماتے یا پھر صحابہ کو تحریک کر دیتے۔ اگر کوئی صحابی مسلسل تین دن تک نمازوں میں نظر نہ آتا تو یاد فرماتے اور اگر موجود ہوتا تو اس سے ملاقات کرتے اگر کہیں سفر وغیرہ پر گیا ہوتا تو اس کے حق میں دعا کرتے۔ اگر بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کرتے۔ اپنے یہودی خادم کا حال پوچھنے اس کے گھر گئے۔ بوقت عیادت مریض پر ہاتھ پھیرتے اور شفا کی دعا کرتے۔

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 17)

بلکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپؐ فجر کی نماز کے بعد مقتدیوں کی منہ کر کے بیٹھ جاتے اور ایک پوری نگاہ حاضرین پر ڈالتے اور جو غیر حاضر ہوتے اُن کے گھروں میں جا کر حال احوال پوچھتے، عیادت کرتے اور اگر کسی چیز کی ضرورت ہوتی مہیا فرماتے تھے۔ گویا کیا بلند شان تھی میرے آقا حضرت محمدؐ کی۔ اللھم صل

علی محمد و علی آل محمد

صحابہ کے ساتھ قومی کاموں میں برابر کے شریک ہوتے۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں ان کے ساتھ مِل کر اینٹیں اٹھائیں تو غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کی کھدائی میں حصہ لیا اور مٹی باہر نکالی۔

(بخاری)

آپؐ خادموں کے ساتھ بہت حسنِ سلوک فرماتے تھے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے کبھی آپؐ نے مجھے اُف تک نہ کیا کبھی کسی بات پر ٹوکا نہیں۔

(بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی قطع کلامی پسند نہ فرماتے تھے سوائے اس کے کہ وہ اپنی حد سے تجاوز کرے۔ ایسی صورت میں اُسے روک دیتے یا خود اس مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوتے۔

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 18-19)

سامعین / سامعات! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کمزوروں اور حاجت مندوں کے کام آتے اور فرماتے تھے کہ جب بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان بھائی کی کوئی تکلیف دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے روز کی تکلیف دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی سِتر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی سِتر پوشی فرمائے گا۔

(بخاری)

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ ایک بدو آیا اور آپؐ کا دامن پکڑ کر کہنے لگا میرا چھوٹا سا کام ہے ایسا نہ ہو کہ میں بھول جاؤں آپؐ میرے ساتھ مسجد سے باہر تشریف لا کر

پہلے میرا کام کر دیں۔ آپؐ مسجد سے باہر تشریف لے گئے اور اس کا کام انجام دے کر تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ

کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَّ کَمَا تَشَاء

اے پاک نبی! آپؐ ہر عیب سے اس طرح پاک و صاف پیدا کیے گئے گویا جس طرح آپؐ چاہتے تھے اسی طرح بنائے گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں میں کمال عدل اور مساوات کا سلوک فرماتے تھے۔ خود حضرت عائشہؓ کی شہادت ہے کہ رسول کریمؐ دنوں کی تقسیم میں کسی بیوی کو دوسری پر فضیلت نہ دیتے تھے۔ قریباً ہر روز آپؐ ہمیں ملنے تشریف لاتے اور ہم سے احوال پوچھتے۔

(ابوداؤد)

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 459)

اپنے اصحاب کے درمیان کمال عدل کے ساتھ آپؐ فیصلے فرماتے تھے مگر ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرماتے تھے کہ مَیں بھی انسان ہوں اور ممکن ہے کوئی چرب زبان مجھ سے کوئی غلط فیصلہ کروالے مگر وہ یاد رکھے کہ جو چیز وہ ناحق لے گا وہ آگ کا ٹکڑا لے جائے گا۔ چاہے تو لے لے چاہے تو اِسے چھوڑ دے۔

(بخاری کتاب المظالم باب اثم من خاصم فی باطل)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی بھی پہلا پھل آتا تو پھلوں میں برکت کی دعا کرتے اور پھر پہلے وہ پھل مجلس میں موجود سب سے چھوٹے بچے کو عطا فرماتے۔

سامعین / سامعات! حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریمؐ سے بڑھ کر بچوں کے ساتھ شفقت کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 465)

بچوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات ان کی تکلیف دیکھ کر نماز مختصر کر دیتے اور فرماتے تھے کہ مَیں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور نماز لمبی کرنا چاہتا ہوں مگر اچانک کسی بچے کی رونے کی آواز سنتا ہوں اور نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ اس بچے کا رونا اس کی ماں پر بہت گراں ہو گا۔

(بخاری کتاب الصلوۃ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساتھیوں کے جذبات کا بہت خیال رکھتے تھے۔ فرماتے تھے جب تین ساتھی اکٹھے ہوں تو ان میں دو تیسرے کو چھوڑ کر الگ سرگوشی میں بات نہ کریں کیونکہ اس سے تیسرے ساتھی کی دلآزاری ہو گی۔

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 511)

فتح مکہ کے سفر میں مرّ الظہران میں پڑاؤ کے دوران حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اپنے چھریرے بدن اور پتلی پتلی ٹانگوں کی وجہ سے پھرتی سے درختوں پر چڑھ جاتے اور کالی کالی پیلو اتار کر لاتے۔ بعض صحابہؓ ان کی دبلی پتلی ٹانگوں کا مذاق اڑانے لگے۔ آپؐ نے دیکھا کہ مذاق استہزاء کا رنگ اختیار نہ کر جائے تب اس صحابی کے لیے آپؐ کو غیرت آئی فرمایا اس کی سوکھی ہوئی ٹانگوں کو حقارت سے مت دیکھو۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت وزنی ہیں۔

(ابن سعد الطبقات الکبری لابن سعد جز 3 صفحہ 155)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”ایک وقت ہے کہ آپؐ فصاحت بیانی سے ایک گروہ کو تصویر کی صورت حیران کر رہے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ تیر و تلوار کے میدان میں بڑھ کر شجاعت دکھاتے ہیں۔ سخاوت پر آتے ہیں تو سونے کے پہاڑ بخشتے ہیں۔ حلم میں اپنی شان دکھاتے ہیں تو واجب القتل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر اور کامل نمونہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے دکھا دیا ہے۔ اس کی مثال ایک بڑے عظیم الشان درخت کی ہے۔ جس کے سایہ میں بیٹھ کر انسان اس کے ہر جزو سے اپنی ضرورتوں کو پورا کرلے۔ اس کا پھل، اس کا پھول اور اس کی چھال، اس کے پتے۔ غرضیکہ ہر چیز مفید ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اِس عظیم الشان درخت کی مثال ہیں۔ جس کا سایہ ایسا ہے کہ کڑورہا مخلوق اس میں مرغی کے پَروں کی طرح آرام اور پناہ لیتی ہے۔ یہ خُلقِ عظیم تھا۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 84)

حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :

”آپؐ کی زندگی کا ہر عمل، ہر فعل، آپؐ کی زندگی کا پل پل اور لحہ لحہ اس بات کا گواہ ہے کہ آپؐ مجسم رحم تھے اور آپ کے سینے میں وہ دل دھڑک رہا تھا کہ جس سے بڑھ کر کوئی دل رحم کے وہ اعلیٰ معیار اور تقاضے پورے نہیں کر سکتا جو آپؐ نے کئے، امن میں بھی اور جنگ میں بھی، گھر میں بھی اور باہر بھی، روزمرہ کے معمولات میں بھی اور دوسرے مذاہب والوں سے کئے گئے معاہدات میں بھی۔ آپؐ نے آزادیِ ضمیر، مذہب اور رواداری کے معیار قائم کرنے کی مثالیں قائم کر دیں اور پھر جب عظیم فاتح کی حیثیت سے مکّہ میں داخل ہوئے تو جہاں مفتوح قوم سے معافی اور رحم کا سلوک کیا، وہاں مذہب کی آزادی کا بھی پورا حق ادا دیا.....ہزاروں دُرود اور سلام ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے اپنے یہ اعلیٰ نمونے قائم فرمائے اور ہمیں بھی اس کی تعلیم عطا فرمائی۔“

(خطبہ جمعہ 10ء مارچ 2006ء)

نبوّت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال
ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴾8﴿

طبقہ نسواں اور آنحضور ﷺ کے احسانات

آج میری تقریر کا عنوان ہے "**طبقہ نسواں اور آنحضور ﷺ کے احسانات**"

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ:128)

ترجمہ: یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مومنوں کے لئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

رکھ پیشِ نظر وہ وقت بہن! جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تُو آتی تھی
جب باپ کی جھوٹی غیرت کا خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جَنا ہے سانپ کوئی یوں مَاں تیری گھبراتی تھی
وہ رحمتِ عالمؐ آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تُو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے

آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں پر احسانات جاننے کے لئے اسلام سے قبل کے دَور میں عورتوں اور بچیوں پر معاشرے کے مظالم جاننے ضروری ہیں۔ عرب کے بعض قبائل میں غیرت وحمیت کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا ظالمانہ رواج تھا۔ اللہ تعالیٰ عرب معاشرہ کی کیفیت کا نقشہ سورۃ النحل آیت 20 میں یوں کھینچتا ہے۔ جب زمانہ جاہلیت میں بیٹی کی پیدائش کی اُس کو خبر ملتی تو اِس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور وہ سخت غمگین ہوتا۔ وہ اِس بُری خبر کی وجہ سے لوگوں سے اپنا منہ چھپاتا پھرتا اور سوچتا کہ اُسے یعنی نومولود بچی کو مٹی میں دبا دے۔ یہ کتنا ہی بُرا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص نے زمانہ جاہلیت میں اپنی بیٹی کو گڑھے میں گاڑنے کا دردناک واقعہ آنحضور ﷺ کو یوں سنایا کہ یارسول اللہؐ! ہم زمانہ جاہلیت میں بُتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کردیتے یا انہیں زندہ درگور کردیتے۔ میری ایک بیٹی تھی۔ وہ مجھے بہت پیاری تھی۔ وہ میرا کہا مانتی تھی۔ وہ میرے بُلانے پر بھاگی بھاگی آتی تھی۔ ایک دن مَیں نے اُسے بُلایا تو وہ میرے ساتھ چل پڑی۔ مَیں نے اُسے ایک کنویں میں پھینک دیا۔ وہ چلّائی اور ابا ابا کہہ کر پکارتی رہی۔ مگر مَیں اُسے کنویں میں چھوڑ کر واپس آگیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِتنا سُنا تو آپ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں اور فرمانے لگے۔ بس کرو بس کرو۔ بعض صحابہؓ بولے کہ تم نے آقا رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو غمگین کردیا ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اُس نے تو اپنے دستور کے مطابق ایسا کیا اور سائل سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔ اب اسلام میں اپنے نئے نیک اعمال کے سلسلہ کا آغاز کرو۔

(سنن داؤد جلد 1 صفحہ 3)

میری بہنو! اِس کے بالمقابل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ جس شخص کے گھر بیٹی پیدا ہو اور وہ اُسے زندہ درگور نہ کرے۔ نہ اُسے ذلیل کرے اور نہ بیٹے کو اس پر ترجیح دے اُسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔

(مسند احمد جلد 1 صفحہ 223)

پھر ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ: جس کے ہاں بیٹی پیدا ہو اور وہ اُس کی اچھی طرح تعلیم و تربیت کرے تو وہ جنت میں میری اِن دو انگلیوں کی طرح اکھٹا ہو گا۔ آپؐ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔
عربوں کے دستور کے مطابق جاہلیت کے زمانہ میں بیوہ خاتون خود شوہر کی وارثت میں تقسیم ہوتی تھی۔ مرد کے قریبی رشتہ دار اُس بیوہ عورت کے سب سے زیادہ حق دار سمجھے جاتے تھے اُن میں سے کوئی اِس بیوہ سے شادی کرلیتا۔ عورت کا کوئی اپنا حق نہ تھا۔

(بخاری کتاب الحیل باب 10)

جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ عورت کو نکاح کا حق دیا اور خود فیصلہ کرنے کا مجاز بنادیا۔

زمانہ جاہلیت میں عورت کی ناقدری اور ذلت کا یہ حال تھا کہ اپنے مخصوص ایام میں اُسے سب گھر والوں سے الگ ہونا پڑتا۔ خاوند کیا، اہل خانہ کے ساتھ بیٹھنا اور میل جول رکھنے کی اجازت نہ تھی۔

(مسلم کتاب الحیض)

اسلام میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ حکم نازل فرمادیا کہ اہل خانہ سے میل جول میں کوئی ہرج نہیں صرف ازدواجی تعلقات قائم نہ کئے جائیں۔

(البقرہ:223)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِن دنوں اپنی ازواجِ مطہرات کا عام دنوں سے زیادہ خیال رکھا کرتے تھے۔ اُن کے ساتھ مل بیٹھتے۔ بستر پر اُن کے ساتھ آرام فرماتے اور ملاطفت میں کوئی کمی نہ آنے دیتے۔

(ابو داؤد کتاب الطہارۃ)

میری معزز بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کی معاشرہ میں پھیلی تمام بد نما رسومات کے اثر کو زائل کرنے کے لئے اِس امر کا بھی اعلان فرمادیا کہ دنیا کی تمام چیزوں میں سے سب سے اول جو چیز مجھے عزیز ہے وہ عورتیں ہیں اور پھر اچھی خوشبو مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز اور محبتِ الٰہی میں ہے۔

(سنن نسائی کتاب عشرۃ النساء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں ہی کی درخواست پر عورتوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاحِ احوال کے لئے وعظ اور سوالوں کے جوابات دینے کے لئے ایک دن مقرر فرمایا۔

(بخاری کتاب العلم)

حتی کہ عیدین کے موقع پر عورتوں اور بچیوں کو مَردوں اور بچوں کے ساتھ نمازِ عید پر جانے کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیداً ہدایت فرمائی کہ اگر کسی عورت کے پاس پردہ کے لئے چادر نہ ہو تو وہ اپنی بہن سے مانگ کر عید کی نماز پر حاضر ہو۔ حائضہ خواتین بھی نماز گاہ پر حاضر ہوں گو وہ نماز نہ پڑھیں۔ صرف دعا میں شریک ہوں۔

(بخاری کتاب العیدین)

معزز سامعات! جہاں تک اپنے عزیز رشتے دار خواتین کا تعلق ہے۔ اُن میں سب سے پہلے تو ماں کا ذکر ہے جو انسان کا اِس دنیا میں آنے کا سبب بنتی ہے۔ فرمایا۔ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھات کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔(نسائی کتاب الجہاد) اور خود ایک دفعہ اپنی رضائی ماں کے آنے پر میری ماں! میری ماں! کہہ کر اُن کی طرف لپکے اور اپنا صافہ اُن کے بیٹھنے کے لئے زمین پر بچھا دیا۔

بیٹی کے اعتبار سے جہاں تک احترام عورت کا تعلق ہے آپؐ کے گھر آپؐ کی بیٹی فاطمہؓ آئیں تو آپؐ اُن کی آمد پر عزت دینے کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ بیوی کے تعلق میں فرمایا خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِه وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِی (مشکوۃ باب عشرۃ النساء) کہ تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو عورتوں سے حسنِ سلوک کرتے ہیں اور مَیں تم میں عورتوں سے سلوک کرنے میں سب سے بہتر ہوں۔

آنحضور ﷺ نے گھر والی یعنی بیوی کو گھر کی ملکہ قرار دیتے ہوئے فرمایا "عورت اپنے خاوند کی گھر کی نگران ہے۔ اُس سے اِس ذمہ داری کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

مرد و زن اگر ہوں ہم خیال و ہم رکاب
ازدواجی زندگی ہے کامگار و کامیاب

ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہؓ کے ساتھ اونٹ پر سفر کر رہے تھے کہ اونٹ کا پاؤں پھسلا اور آپ دونوں گرنے لگے۔ حضرت ابو طلحہؓ فوراً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے کہ کہیں آپؐ گر نہ جائیں تو۔ آپؐ نے فرمایا عَلَیْكَ بِالْمَرْاَةِ اَلْمَرْاَةُ اَلْمَرْاَةُ کہ پہلے عورت کا خیال کرو۔ عورتوں کے احترام کا یہ حال تھا کہ ایک سفر کے دوران آپؐ کی ازواجِ مطہرات اونٹوں پر سوار تھیں کہ حُدّی کرنے والے نے ذرا اونٹوں کو تیز ہانکنا شروع کر دیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انجشہ نامی حُدّی کرنے والے کو روک دیا اور فرمایا رُوَیْدَكَ سَوْقًا بِالْقَوَرِیْر کہ یہ آبگینے ہیں، نازک شیشے۔ کہیں گر کر ٹوٹ نہ جائیں۔

آج مغربی دنیا میں عورت کی حفاظت اور اُس سے حسنِ معاشرت کا بڑا پرچار کیا جاتا ہے اور اُن کی زبان پر ایسے محاورے رائج پا گئے ہیں جو عورتوں کے حقوق کے بارہ میں ہیں جیسے Glass with Care اور Ladies First۔

اگر اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ الفاظ یہ محاورے تو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے 1400 سال پہلے عورت کے حق میں استعمال فرمائے تھے۔

(لباس از حنیف محمود طبع شدہ قادیان صفحہ 45)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ اِن پر کسی قسم کا ظلم کیا گیا ہے کیونکہ مرد پر بھی اِس کے بہت سے حقوق رکھے گئے ہیں بلکہ عورتوں کو گویا بالکل کُرسی پر بٹھا دیا ہے اور مرد کو کہا ہے کہ اِن کی خبر گیری کرے۔ اِس کا تمام کپڑا، کھانا اور تمام ضروریات مرد کے ذمہ ہیں۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 30)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خَلیق تھے۔ باوجودیکہ آپؐ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تو آپ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 44-45۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

معزز بہنو! عورتوں کو ورثہ میں حصّہ دار قرار دیا حتیٰ کہ اپنے ماں باپ کی طرف سے بھی ورثے میں حصہ دار قرار دیا۔ حق مہر دلوایا۔ شادی سے قبل بچی کو حق دیا کہ اُس کی رضامندی ضروری ہے۔ گواہی میں بھی عورت کو حق دار قرار دیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ یہ سوال ہوا کہ بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ فرمایا تم کھانا کھاؤ تو اُسے بھی کھلاؤ، اچھا لباس خود پہنو تو اُسے بھی پہناؤ۔ بیوی کے حقوق ادا کرو۔ سرزنش کرتے ہوئے چہرے پر نہ مارو۔ کبھی گالی نہ دو۔

(ابوداؤد کتاب النکاح)

حجۃالوداع کے خطبہ میں فرمایالَا تَضۡرِبُوا اِمَاءِ اللّٰہ۔ عورتیں تو اللہ تعالیٰ کی لونڈیاں ہیں اِن پر دست اندازی نہ کرو۔ ایک اور موقع پر بیویوں پر سختی کرنے والوں کے متعلق فرمایا۔لَیۡسَ اُولٰٓئِكَ بِخِیَارِکُم (ابو داؤد کتاب النکاح) کہ یہ لوگ یعنی بیوی پر ہاتھ اُٹھانے والے لوگ تم میں سے اچھے لوگوں سے نہیں ہیں۔

ایک امریکی مصنف جان ڈیوں نپورٹ اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں:

”محمدؐ نے 1300 سال قبل اسلام میں ماؤں، بیویوں اور بیٹیوں کے لئے وہ مقام اور وقار یقینی بنادیا جو ابھی تک مغرب کے قوانین میں عورت کو نہ مل سکا“۔

(Muhammad & Teaching of Quran by John Davenport)

وہ رحمتِ عالَم آتا ہے تیرا حامی ہوجاتا ہے
تو بھی انسان کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے

معزز بہنو! ہم نے زمانہ جاہلیت اور اسلامی دَور میں عورتوں کے ساتھ لوگوں کے رویہ اور میل جول کا تقابلی جائزہ ابھی لیاہے۔ روایت میں آتاہے کہ ایک سیاہ نسل کی خاتون مسجدِ نبوی کی صفائی ستھرائی کیا کرتی تھی۔ کچھ دنوں سے آنحضورؐ نے اُسے نہ دیکھا۔ حضورؐ کے دریافت کرنے پر بتایا کہ حضور! وہ تو وفات پا گئی ہیں۔ رات کا وقت تھاہم نے آپؐ کو بتاناضروری نہ سمجھا۔ آپؐ نے فرمایامجھے اُس کی قبر کی نشان دہی کرو۔ حضورؐ نے وہاں جاکر اُس کی نماز جنازہ ادا کی۔

(مسلم کتاب الجنائز)

ایک طرف وہ وقت تھا جب عورت زندہ در گور کر دی جاتی تھی اور اللہ کا نور جلوہ گر ہونے کے بعد ایک وقت یہ آیا کہ ایک غریب خاتون کی قبر پر حاضر ہو کر نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایامیرے آنے سے یہ تاریک قبریں نور علی نور ہو گئی ہیں۔

(مسلم کتاب الجنائز)

معزز بہنو و ماؤں! حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایااُس میں عورتوں کے حقوق اور اُن سے نرمی کے برتاؤ کالائحہ عمل یوں تشکیل دیا۔ جو ایک نہایت ہی جامع اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اِس میں آپؐ نے عورتوں کے حقوق کے متعلق خاص طور پر تاکید کی۔

آپؐ فرماتے ہیں:

دیکھو! مَیں تمہیں عورتوں کے حقوق کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں کہ یہ بیچاریاں تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہی تو ہوتی ہیں۔ تمہیں اِن پر سخت روی کا صرف اُسی صورت میں اختیار ہے کہ اگر وہ کسی بے حیائی کی مرتکب ہوں تو تم اپنے بستروں میں اُن سے جدائی اختیار کرسکتے ہو یا اِس سے اگلے قدم کے طور پر اِنہیں کچھ سرزنش کرتے ہوئے سزا بھی دے سکتے ہو، مگر سزا بھی ایسی جس کا جسم کے اوپر کوئی نشان یا اثر پیدا نہ ہو۔ اگر وہ اطاعت کرلیں تو پھر اُن کے لئے کوئی اور طریق اختیار کرنا مناسب نہیں۔ یاد رکھو! جس طرح تمہارے عورتوں کے اوپر کچھ حقوق ہیں۔ اسی طرح عورتوں کے بھی کچھ حق ہیں جو تم پر عائد ہوتے ہیں۔ تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے وہ تمہارے لیے اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والی ہوں اور تمہاری مرضی کے سوا کسی کو تمہارے گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں اور اُن کا حق تم پر یہ ہے کہ تم اُن کے ساتھ لباس میں، پوشاک میں اور کھانے پینے میں احسان کا سلوک کرنے والے ہو اور جس حد تک توفیق اور استطاعت ہے، اُن سے حسن سلوک کرو۔

(ترمذی)

سامعات! حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

”رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں اے لوگو! عورتوں سے زیادہ سختی کا معاملہ نہ کیا کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اگر تم زیادہ زور دوگے تو وہ ٹوٹ جائے گی سیدھی نہیں ہو سکے گی...... رسول کریم ﷺ نے عورت کے ساتھ انسان کے تعلق کی مثال بیان فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ تم عورت سے تعلق رکھتے وقت پسلی کی مثال کو اپنے سامنے رکھا کرو پسلی اگر ایک طرف پوری طرح جھکی ہوئی ہوتی ہے اور اس کا رخ انسانی قلب کی طرف ہوتا ہے تو دوسری طرف وہ جسم میں ایک علیحدہ وجود بھی نظر آتی ہے گویا ایک ہی وقت میں دونوں باتیں اس میں دکھائی دیتی ہیں وہ جسم کے ساتھ بھی پیوست ہوتی ہے اور اس کا ہر حصہ علیحدہ علیحدہ بھی نظر آتا ہے۔ پس درحقیقت اس مثال میں رسول کریم ﷺ نے مرد اور عورت کے تعلقات کا ذکر کیا ہے اور عورت کو پسلی سے مشابہ قرار دے کر اس سے حسن سلوک کرنے کی طرف نہایت لطیف پیرایہ میں اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ غور کرکے دیکھ لو دنیا میں جس قدر رشتے پائے جاتے ہیں ان میں سے

صرف عورت کا ہی ایک ایسا رشتہ ہے کہ ایک طرف تو وہ اپنے خاوند کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتی ہے اور دوسری طرف اگر اسے الگ کرو تو وہ الگ بھی ہو جاتی ہے۔ ماں بیٹی کا رشتہ کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا۔ باپ بیٹے کا رشتہ کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا بھائی بھائی کا رشتہ کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا لیکن خاوند اور بیوی کا رشتہ ایسا ہے کہ وقت آنے پر وہ ٹوٹ بھی سکتا ہے...... پس اس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ خاوند اور بیوی کے تعلقات جہاں بے انتہا محبت پر مبنی ہوتے ہیں وہاں یہ تعلق ایسا نازک بھی ہے کہ بعض اوقات آپس میں نفرت بھی پیدا ہو جایا کرتی ہے اس لئے عورتوں پر زیادہ سختی نہ کیا کرو۔ بے شک عورت کی اصلاح کی کوشش کرو لیکن ایسا نہ ہو کہ تمہاری سختی کی وجہ سے عورت کا دل تمہاری طرف سے پھر جائے اور وہی جو تم پر جان دیتی تھی تمہیں چھوڑنے پر آمادہ ہو جائے۔"

(اسوۂ حسنہ، تقریر جلسہ سالانہ 1943ء بمقام قادیان صفحہ 120-122)

بھیج درود اُس محسِن پر تُو دن میں سَو سَو بار
پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر کسی نبی کی فضیلت اس کے ان کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو اٹھو، اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد ﷺ کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں"

(مجموعہ اشتہارات جلد2 صفحہ 184۔ ایڈیشن 2018ء UK)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ۔

(برکات الدعا، صفحہ 10-11)

✡✡✡✡

﴿9﴾

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے حقوق کے محافظ

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا O وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (الاحزاب:29-30)

وہ رحمتِ عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تُو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے
ان ظلموں سے چھڑواتا ہے
بھیج درود اس محسن پر تُو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

معزز بھائیو و بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے: **حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے حقوق کے محافظ**
اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو تعداد میں مردوں سے زیادہ پیدا کیا ہے۔ لیکن آغاز سے ہی دنیا کی بڑی بڑی تہذیبوں اور معاشروں میں مردوں کی طرف عورتوں پر زیادتیاں اور ظلم دکھنے کو ملتا رہا ہے۔ اِن تہذیبوں کے مراکز، عورتوں کی تجارتی منڈیاں بنے ہوئے تھے۔ بازاروں میں عورتوں کی نمائش لگائی جاتی تھی۔ عورتوں کی قیمت ان کی خوبصورتی کو مد نظر رکھ کر لگائی جاتی تھی اور جو ان کی قیمت ادا کر دیتا تھا وہ ان کا مالک بن جاتا تھا۔ اب وہ اس کے ساتھ جیسا بھی سلوک کرے اچھا یا بُرا کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا تھا۔ یہ حال تھا دنیا کی عظیم تہذیبوں میں۔ یونان میں، ایران میں، روم میں، مصر اور ہندوستان اور یورپ کے ممالک میں۔ نہ اسے کوئی قانونِ وراثت حاصل تھا نہ ہی بعد طلاق یا بعد وفات اُسے کوئی جگہ معاشرے میں حاصل تھی۔ ہندوستان میں تو خاوند کے مرنے پر اُس کی آرتھی کے ساتھ اُسے زندہ جل مرنا ہوتا تھا اور عرب میں اکثر قبائل معصوم بچیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے اور ظالم باپ سے کوئی پوچھ نہیں سکتا تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ اور متموّل لوگ سینکڑوں تک بیویاں رکھتے تھے۔ بعض مذاہب میں تو عورتوں

کے ساتھ اِس کے برعکس شادی کر لینے کو روحانیت کے خلاف سمجھتے تھے جیسے مثلاً عیسائیت میں رہبانیت کو رواج دیا گیا اور اِسے کمالِ روحانیت خیال کیا جاتا تھا۔ بدھ مت اور جَین مت میں تو ازدواجی زندگی سے نفرت کی گئی ہے اور جوگی اور سادھو بن جانا اور ازدواجی زندگی سے نفرت کو روح اور اخلاق کی ترقی کا سبب سمجھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں تو اہلِ ہند نے ہندوازم میں نیوگ کا عقیدہ اپنایا ہوا تھا۔ دس عورتوں تک ایک لڑکے کے لینے کے لیے تعلقات قائم کئے جاسکتے تھے۔ ورنہ ان کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ جس قدر عورت دنیا میں پامال تھی اور کوئی مخلوق اتنی پامال نہ تھی۔ لیکن قربان جائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپؐ نے عورت کو جنسِ حقیر سے اٹھاکر جنسِ گراں نمایاں بنا دیا۔ آپؐ جو تعلیم لے کر آئے اُس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ

(ال عمران:196)

پس اُن کے ربّ نے اُن کی دعا قبول کرلی (اور کہا) کہ مَیں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ تم میں سے بعض، بعض سے نسبت رکھتے ہیں۔

نیز فرمایا:

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (المومن:41)

اور مرد اور عورت میں سے جو بھی نیکی کرے گا اور وہ مومن ہو گا پس یہی وہ لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے۔ اس میں انہیں بے حساب رزق عطا کیا جائے گا۔

معزز خواتین اور پیارے بھائیو! اس تعلیم کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علی وسلم نے عورت کو مردوں کے شانہ بشانہ لا کر کھڑا کر دیا نیز روحانی ترقی کے حصول کے لیے ان کو بھی برابر حقوق عطا فرمائے ہیں۔ معاشرہ میں اُن کے عزت و احترام کو کو قائم فرما دیا اور بتایا کہ اخلاق اور روحانیت کی تکمیل تجرُّد سے نہیں بلکہ تعلق ازدواج سے ہوتی ہے۔ اخلاق نام ہے حسنِ معاگلی اور حسنِ سلوک کا۔ سچ تو یہ ہے کہ میاں بیوی عائلی زندگی کے دو ضروری حصے ہیں۔ جب دونوں اپنے اور ایک دوسرے کے عزیزوں

اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ معاملگی کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی اجر پاتے ہیں۔ دنیا میں بھی پھولتے پھلتے اور خوش اخلاق کہلاتے ہیں ۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی ادا کرنے والے ہوتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں ہمارے سامنے ایک کامل نمونہ پیش فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طریق ازدواج اختیار کر کے دنیا کے سامنے اعلیٰ درجہ کے اخلاق پیش فرمائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا پیار اور مودّت کا رشتہ استوار کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

النِّکَاحُ سُنَّتِی فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِی فَلَیْسَ مِنِّی

اب نکاح کرنا میری سنت ہے۔ جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی اُس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تعلق ازدواج کو باعثِ مودّت و مروّت قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ (النساء:35)

پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔

پس مرد و عورت ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم، ایک دوسرے کے پردہ پوش، ایک دوسرے کی زینت، ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ ہیں۔ قرآن کریم کی بلاغت دیکھیے اس نے تمام مطالب کو صرف ایک تشبیہ میں سمو کر رکھ دیا ہے۔ فرمایا

هُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ:188)

وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

اس پوشاک کے پردہ میں بیسیوں معنی پوشیدہ کر دئے ہیں۔ فرمایا۔ تم ان کے سِتر پوش ہو وہ تمہاری۔ تم اُن کی زینت ہو وہ تمہاری۔ تم اُن کی خوبصورتی ہو وہ تمہاری۔ تم اُن کی تکمیل کا ذریعہ ہو وہ تمہاری تکمیل کا ذریعہ ہیں۔ یہی نکاح کی اغراض ہیں اور انہی اغراض کو پورا کرنا حقوق زوجین کو ادا کرنا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُم لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِى (ترمذی)

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر ہے اور سنو کہ مَیں تم میں سے اپنے اہل کے ساتھ سب سے بہتر ہوں۔

حاضرین وحاضرات! انسان کے بہتر اور خوب ہونے کی یہ ایک پہچان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادی ہے کہ آئینہ میں ہر شخص اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ سچ ہے جو اپنوں کے ساتھ انصاف اور احسان نہیں کر سکتا وہ دوسروں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا کیونکہ نیکی وہ ہے جو اپنے گھر سے شروع کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو کہ وہ پسلی کی طرح ہیں جس میں کسی قدر ٹیڑھا پن بھی ہوتا ہے، لچک اور نزاکت بھی۔ اِس سے اِسی طرح کام لے سکو تو بہتر ورنہ زور سے اِسے سیدھا کرنے کی تگ و دو کروگے تو اس کو توڑ ڈالوگے۔“

(کتاب النکاح۔بخاری و مسلم)

تمہاری صبح حسین ہو رُخ سحر کی طرح
تمہاری رات منور ہو شب قمر کی طرح
کوئی بہشت کا پوچھے تو کہہ سکو ہنس کر
کہ وہ خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

نیز فرمایا: اپنی بیوی میں کوئی کجی دیکھ کر اس سے نفرت مت کرو۔ غور کروگے تو اس میں بہت سی اچھائیاں بھی تمہیں نظر آجائیں گی۔

(کتاب النکاح صحیح مسلم)

یہ نصیحت دراصل قرآن کریم کے اس حکم خداوندی کی تشریح ہے جہاں فرمایا ہے کہ

وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا

(النساء:20)

اور ان سے اچھا سلوک کرو اور اگر تم انہیں ناپسند کرو تو (یاد رکھو کہ یہ) بالکل ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت (سا) بہتری (کا سامان) پیدا کر دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اِن کی وفات کے بعد اکثر یاد فرمایا کرتے۔ گھر میں ان کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں حضور! آپ اس بڑھیا کو کیوں اتنا یاد کرتے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اچھی اور جوان بیویوں بھی آپ کو دے دی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے میری تصدیق کی۔ جب میرا کوئی مددگار نہ تھا تو انہوں نے میری مدد کی اور ان سے میرے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ تو مَیں کیوں انہیں یاد نہ کروں!

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک متموّل خاتون تھیں۔ کئی سرداران مکہ آپ سے شادی کرنے کے خواہش مند تھے مگر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق سے متاثر ہو کر آپ سے شادی کی اور اپنی تمام دولت آپ کے قدموں میں لا کر رکھ دی جو دینِ اسلام کے لیے خرچ کر دی گئی۔ آپؐ نے اپنے تمام غلاموں کو جو ان دنوں ایک بڑی دولت ہوتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر آزاد کر دیا۔ اپنی دولت غرباء مساکین و یتامیٰ اور بیوگان پر خرچ کر ڈالی۔ گویا آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کیا اور دولت مندی سے غریبی اور مسکینی والی زندگی کو ترجیح دینا پسند فرمایا۔ آپؓ نے یہ سب کچھ اسلام کے درسِ مساوات کو سن کر کیا نیز اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے کیا تا قربتِ خداوندی حاصل ہو سکے۔ وہ آپؐ کی راہ میں فدا تھیں۔ آپ کی 15 سالہ رفاقت کے لمبے تجربہ کا نچوڑ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان فرمایا وہ یہ تھا۔

كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ

(بخاری۔ کیف کان بداء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

خدا کی قسم! اللہ کبھی آپؐ کو رسوا نہیں ہونے دے گا۔ کیونکہ آپ صلح رحمی کرتے ہیں، لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، دنیا سے معدوم اخلاق کو پھر سے زندہ کر رہے ہیں۔ مہمان کی تکریم کرتے ہیں اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

پس آپؐ انہی اخلاق کو اپناتے ہوئے آپؐ کے قدم بقدم اور شانہ بشانہ نبرد آزمار ہیں۔ پھر وہ زمانہ بھی آیا کہ مدینہ میں اموالِ غنیمت آنے شروع ہوئے تو آپ کی بعض ازواج نے بعض مطالبات شروع کر دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح بلند مقام روحانی اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل پر نظر کرتے ہوئے اور ان کی تربیتِ روحانی کی خاطر وہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں۔ جن کی تلاوت مَیں اوپر کر آیا/ آئی ہوں۔

جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مالی فائدہ پہنچاؤں اور عمدگی کے ساتھ تمہیں رخصت کروں اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو تو یقیناً اللہ نے تم میں سے حُسنِ عمل کرنے والیوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کیا ہے۔

حاضرین وحاضرات! چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد باری تعالیٰ ازواج تک پہنچا کر ایک ماہ کے لیے علیحدگی اختیار کر لی اور انہیں اپنے متعلق فیصلہ کرنے کا مکمل اختیار دے دیا۔ اس بارے میں انہیں اپنے والدین سے مشورہ کرنے کا کہا۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور جسمِ مبارک پر چٹائی کے نشان نظر آنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا اور پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے تو آپ نے کہا کہ "نہیں" انہوں نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک گدیلا تیار کریں۔ قیصر وکسریٰ کے لیے تو سب آرام ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی مثال تو مسافر کی سی ہے کہ گھڑی دو گھڑی ستانے کے لیے ٹھہر جاتا ہے پھر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔ پھر اس دنیا سے پیار ہی کیا کرنا۔

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آئے۔ انہوں نے آپ کا حال پوچھا۔ لیکن آپ نے ان کو بھی اپنے معاملہ میں دخل دینے کی اجازت نہیں دی۔ 29 ویں دن آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اور دیگر ازواج کے ہاں تشریف لے گئے اور جواب دریافت کیا۔ تو تمام ازواج نے اللہ اور اللہ کے رسول کو اختیار کیا اور دنیا کی دولت پر لات مار دی۔ یہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ازواج کی تربیت کے انداز! چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی عرش سے انہیں امہات المؤمنین کے خطاب سے نوازا نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے علاوہ مزید نکاح کرنے سے روک دیا۔ پس آج بھی ضرورت اِس امر کی ہے کہ دنیاوی ضروریات کو ثانوی حیثیت دیں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھیں۔ یہی وہ عہد ہے جو ہم سے لیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ کہ تم میں سے معزز وہ ہے جو زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے۔ پس آج ضرورت ہے اس بات کی کہ میاں بیوی جہاں دنیاوی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے کا خیال رکھیں وہاں دین کو دنیا پر مقدم رکھیں۔

آپ کے ازواج مطہرات کی دل جوئی کے واقعات میں سے ایک واقعہ بیان کرتا / کرتی ہوں۔ ترمذی میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کیا مجھے حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہودی کی بیٹی کہا ہے (وہ بھی حقارت سے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ کیوں نا کہہ دیا کہ میں نبی کی بیٹی ہوں۔ تمہارے چچا بھی پیغمبر ہوئے اور پیغمبر کے نکاح میں ہوں۔ تو حفصہ تم پر کس بات پر فخر کر سکتی ہے۔

اس واقعہ کی دوسری روایت اس طرح پر ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم رسول کریم کے زیادہ نزدیک ہیں اور تم سے زیادہ معزز ہیں۔ ہم ایک تو آپ کی بیویاں بھی ہیں اور چچا زاد بھی ہیں۔ حضرت صفیہ کو یہ بات ناگوار گزری اور شکایت کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نا کہہ دیا کہ تم مجھ سے زیادہ کیوں کر معزز ہو سکتی ہو۔ میرے شوہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ ہارون علیہ السلام میرے چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

مُجھے رشک آتا ہے اپنے مقدر پر
ہمیں وہ نبیؐ ملا جو نبیوں کا سردار ہے

اسی طرح ایک دفعہ قرابت دار بہت سی بیبیاں بیٹھی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو سب اٹھ کر ادھر ادھر چھپ گئیں۔ جس پر آپ ہنس دیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ خدا آپ کو خوش رکھے آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ فرمایا! میں ان عورتوں پر متعجب ہوں کہ وہ تمہاری آواز سنتے ہی سب آڑ میں چھپ گئی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اپنی جان کی دشمنو! مجھ سے ڈرتی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتی۔ سب نے کہا تم بہت سخت مزاج ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش مزاج ہیں۔ یہی وہ لطف و کرم اور خوش مزاجی تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے اور کہا کہ

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ

(ال عمران:160)

پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو ان کے لئے نرم ہو گیا اور اگر تُو تند خو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دُور بھاگ جاتے۔

اُوچہ می دارد بمدحِ کس نیاز
مدحِ اُو خود فخر ہر مدحت گرے

یعنی اُسے کسی کی تعریف کی کیا حاجت ہے اُس کی مدح کرنا تو ہر مدحت کرنے والے کے لیے باعثِ فخر ہے۔

سامعین / سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”عورت کے یہ حقوق ہیں جو اسلام قائم کر رہا ہے اور آج مغرب کے آزادی کے علمبردار عورت کی آزادی کے نعرے لگاتے ہیں جس میں آزادی کم اور بے حیائی زیادہ ہے اور بعض لوگ اِن کے ان کھوکھلے نعروں کے جھانسے میں آکر آزادی کی باتیں کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ آزادی تو آج سے چودہ سو سال پہلے آنحضرت ﷺ نے دلوائی تھی جس کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے۔

بخاری کی روایت ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ:" ہمارا حال یہ ہوگیا تھا کہ ہم اپنے گھروں میں اپنی عورتوں سے بے تکلفی سے گفتگو کرتے ہوئے ڈرنے لگے تھے کہ کہیں یہ شکایت نہ کردیں۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب الوصاۃ بالنساء)

یعنی اگر زیادتی ہوجائے تو آنحضرت ﷺ کے پاس جاکر ہماری شکایت نہ کردیں۔ اب بتائیں! لاکھ قانون بنانے کے باوجود، کیا اس معاشرے میں مرد، عورت پر ظلم اور زیادتی نہیں کررہا؟۔ اس مغربی معاشرے کو دیکھ لیں۔ کیا اب یہ مرد عورتوں پر ظلم وزیادتی کرنے سے باز آگئے ہیں؟۔ آپ کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ تو مغرب کی اندھی تقلید کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں
محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا
خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریّہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 157 حاشیہ)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی دونوں جہانوں کا امام اور چراغ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی زمین وزماں کا روشن کرنے والا ہے۔ مَیں خوفِ خدا کی وجہ سے اُسے خدا تو نہیں کہتا مگر خدا کی قسم! اس کا وجود اہل جہاں کے لئے خدا نما ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿10﴾

محسنِ انسانیتؐ غیروں کی نظر میں

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ

(الاعراف:159)

تُو کہہ دے کہ اے انسانو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے قبضے میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی اُمّی پر جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے اور اُسی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

مجھے اِک محسنِ انسانیت کا ذکر کرنا ہے
مجھے رنگِ عقیدت فکر کے سانچے میں بھرنا ہے
بیاں کرنا ہے اَوجِ ابنِ آدم بن کے کون آیا
بیاں کرنا ہے فخر ہر دو عالم بن کے کون آیا
جسے حق نے کیا تسلیم ختمؐ المرسلیں آیا
جسے دنیا نے مانا رحمتُ للعالمین آیا
خلیق آیا کریم آیا رؤف یا رحیم آیا
کہا قرآن نے جس کو صاحب خُلقِ عظیم آیا

(جگن ناتھ آزاد)

معزز بھائیو و بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"محسنِ انسانیتؐ غیروں کی نظر میں"**

کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ یہ محاورہ انسان کی شخصیت جب غیروں اور پیراؤں کی طرف سے اُجاگر ہو رہی ہو تو بولا جاتا ہے کیونکہ ایک انسان کی تعریف اپنے تو کرتے ہی ہیں بات تو یہ ہے کہ غیر بھی

اُس کے شمائل اور اخلاق کی تعریف کریں جس سے اُس کی سیرت کے مختلف پہلو اُبھرتے ہوں۔ ہمارے آقا و مولی حضرت محمد مصطفی احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو اپنوں کی طرف سے تعریف کی ضرورت تھی اور نہ غیروں کی تعریف کی آپؐ بھوک محسوس کرتے تھے۔ آپ کی تعریف میں تو اللہ تعالیٰ خود رطب اللسان تھا اور فرمادیا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(الاحزاب:57)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

تاہم ایک روحانی اور دینی بندے کی صداقت جانچنے کا ایک معیار غیروں کی گواہی کو بھی کہا گیا ہے۔ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے۔ **آپ** ﷺ کی بعثت کا مقصد مکارم اخلاق کی تکمیل تھا۔ حضرت عائشہؓ نے تو آپ ﷺ کی ذات کی تفسیر وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ یعنی آپؐ عظیم الشان اخلاق پر فائز تھے (قلم:5) کہہ کر بیان فرمائی ہے۔

سامعین و سامعات! آپ ﷺ وہ انسانِ کامل ہیں جن کی صداقت، امانت اور وفا شعاری، فراست اور دائمی تعلیمات، حسنِ اخلاق اور اخوت جیسی ابدی صفات کا دشمن بھی ببانگِ دہل اقرار کرتے ہیں۔ یہ اعلیٰ اخلاق اور شمائل ہی تو تھے جن کی بنا پر آپ ﷺ کے سخت سے سخت دشمن بھی آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے حضور کوئی گستاخانہ بات کہنے کی جراٴت نہیں کرسکتے بلکہ ہمہ وقت آپ ﷺ کی صفاتِ اکمل کا اقرار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت کا یہ کمال ہے کہ آپ ﷺ کے بدترین دشمنوں نے بھی آپؐ کے صادق اور امین ہونے کی گواہی دی۔ انہیں اعلیٰ ترین اخلاق و کردار کا حامل انسان قرار دیا۔ آنحضرت ﷺ کا ابوجہل سے بڑھ کر کون دشمن تھا؟ مگر وہ آنحضرت ﷺ کو برملا کہا کرتا تھا کہ **"ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے بلکہ اس تعلیم کی تکذیب کرتے ہیں جو تو لیکر آیا ہے"**

حضرت ابوسفیان نے اسلام لانے سے پہلے ہرقل بادشاہ کے سامنے اِس امر کی گواہی دی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ آپؐ نے ایک دفعہ جب سردارانِ مکہ کے سامنے کہا کہ اگر مَیں یہ

کہوں کہ اِس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر جرّار تم پر حملہ کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہے تو کیا آپ یقین لے آئیں گے تو تمام سرداروں نے بیک وقت یہ کہا کہ ہم یقین لاتے ہیں کیونکہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

معزز بھائیو اور بہنو! ایسی شہادتیں اغیار آپؐ کی زندگی میں بھی دیتے رہے اور آپ کے وصال کے بعد بھی اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ جگن ناتھ نے کیا خوب کہا ہے کہ

مدح حسن مصطفیٰ ہے ایک بحر بے کنار
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں

مشہور مصنّف مائیکل ایچ ہارٹ اپنی تصنیف 100 عظیم آدمی "A Ranking of the most Influential Persons in History" میں رقمطراز ہے:

"ممکن ہے کہ انتہائی متاثر کن شخصیات میں محمد ﷺ کا شمار سب سے پہلے کرنے پر کچھ لوگ حیران ہوں۔ کچھ اعتراض کریں لیکن یہ وہ واحد تاریخی ہستی ہیں جو کہ مذہبی اور دنیاوی دونوں محاذوں پر یکساں طور پر کامیاب رہے۔"

مشہور جرمن شاعر گوئٹے (Johann Wolfgang von Goethe) آپ ﷺ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"اگر اسلام یہی ہے تو ہم سب مسلمان ہیں۔ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لایا ہوا دین اخلاص انسانیت کے ساتھ ہمدردی اور معاشرے کے لئے اعلیٰ ترین اخلاقی ہدایت ہے۔ اسلام کبھی ناکام نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی تعلیم انسان کو ان بلندیوں تک پہنچا سکتی ہے جو انسانی تصور سے بالاتر ہے۔"

مشہور برطانوی ڈرامہ نگار اور فلسفی جارج برنارڈ شا (Sir George Bernard Shaw) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے بارے میں یوں رطب اللسان ہے:

"میرا یقین ہے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے شخص کو جدید دنیا کی مطلق العنان حکومت سونپ دی جائے تو وہ اِس دنیا کے مسائل اس طرح سے حل کرے گا کہ دنیا حقیقی مسرّتوں اور راحتوں سے بھر جائے گی۔ مَیں نے انہیں پڑھا ہے۔ وہ کسی بھی طرح کے مکروفریب سے کوسوں دُور ہیں انہیں بجا طور پر انسا

نیت کا نجات دہندہ کہا جا سکتا ہے۔ میں نے پیشگوئی کی تھی کہ محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) کا عقیدہ یورپ کے لئے آنے والے کل میں اتنا ہی قابلِ قبول ہو گا کہ جتنا آج قابلِ قبول بننے لگا ہے۔"

("حقیقی اسلام" 1936 جارج برنارڈ شاہ جلد 1 نمبر 8)

مشہور زمانہ مفکر ٹالسٹائی (Leo Tolstoi) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یوں بیان کرتا ہے:

"حضرت محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) کا طرزِ عمل اخلاقِ انسانیت کا حیرت انگیز کارنامہ ہے، ہم یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) کی تبلیغ وہدایت سچائی پر مبنی تھی۔"

پھر وہ مزید لکھتا ہے

"حضرت محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) متواضع، خلیق اور روشن فکر اور صاحبِ بصیرت تھے۔ لوگوں سے عمدہ معاملہ رکھتے تھے۔ آپ محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) مدت العمر پاکیزہ الخصائل رہے"

صرف یہ ہی نہیں بلکہ وہ آپ کو عظیم مصلح بھی قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے

"محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) دنیا میں عظیم مصلح بن کر آئے تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ و سلم) میں ایسی برگزیدہ قوت پائی جاتی تھی جو کہ قوت بشر سے زیادہ ارفع و اعلیٰ تھی۔"

مشہور یورپی مصنّفہ اینی بیسنٹ (Annie Besant) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار یوں کرتی ہیں۔

"یہ ناممکن ہے کسی بھی ایسے شخص کے لئے جس نے عرب کے عظیم پیغمبر (صلی اللہ علیہ و سلم) کی زندگی اور اس کے کردار کے بارے میں پڑھا ہو جو یہ جانتا ہو کہ اس پیغمبر (صلی اللہ علیہ و سلم) نے کیا تعلیم دی اور کیسے زندگی گزاری اور وہ اپنے دل میں اس عظیم پیغمبر (صلی اللہ علیہ و سلم) کے لئے انتہائی احترام کے علاوہ کچھ اور محسوس کرے... خود مَیں جب بھی اس عظیم پیغمبر (صلی اللہ علیہ و سلم) کے بارے میں پڑھتی ہوں تو اس عظیم استاد کے لئے تعریف و توصیف کی ایک نئی لہر میرے اندر اُٹھتی ہے۔ اور احترام کا ایک نیا جذبہ میرے اندر کروٹ لیتا ہے۔"

(The Life and Teachings of Muhammad 1932 Page 4)

نپولین بوناپارٹ (Napoleon Bonaparte) اس طرح سے اظہار خیال کرتا ہے:

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہلِ عرب کو اتحاد کا درس دیا۔ ان کے باہمی جھگڑے ختم کئے۔ تھوڑی سی مدت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت نے نصف صدی سے زیادہ دُنیا فتح کرلی۔ پندرہ برس کے مختصر عرصے میں عرب کے لوگوں نے بتوں اور جھوٹے خداؤں کی پرستش سے توبہ کرلی۔ مٹی کے بت مٹی میں ملادیئے گئے۔ یہ حیرت انگیز کارنامہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات اور ان پر عمل کرنے کے سبب انجام پایا۔"

(Christian Cherfils: 'Bonaparte and Islam,' Pedone Ed., Paris, France, 1914, S. 105, 125)

سامعین وسامعات! گاندھی جی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

"میرا اس پر یقین پہلے سے بڑھ چکا ہے کہ یہ تلوار نہیں تھی جس کے ذریعے اسلام نے اپنا مقام حاصل کیا بلکہ ایک غیر لچک دار سادگی، پیغمبر اسلام کی نفس کشی، اپنے وعدوں کا احترام، اپنے دوستوں اور ماننے والوں کے لئے انتہائی درجہ کی وابستگی، ان کی بہادری اور بے خوفی اور اپنے خدا اور اپنے مشن پر غیر متزلزل اور مطلق ایمان نے انہیں کامیابیاں دلائیں اور اسی سے انہوں نے ہر مشکل پر قابو پایا۔"

(Mahatama Gandhi's Statement Published in Young India 1924)

پروفیسر تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) ایک معروف برطانوی ادیب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بارے میں اُس کی رائے کچھ اس طرح ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت میں قناعت کی شان نظر آتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شمار ان لوگوں میں تھا جن کا شعار سچائی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ فطرتاً بے لوث اور سچے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر عمل کرنے والے دُنیا کے بہترین انسان بن گئے۔ مَیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بطور ہیرو اس لئے تسلیم کرتا ہوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی وہ بننے اور دکھانے کی کوشش نہ کی جو وہ نہیں تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ و

سلم) میں خود نمائی سرے سے موجود نہیں تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ و سلم) عظیم انسان اور عظیم ترین پیغمبر تھے۔"

(On Heroes, Hero-Worship, and The Heroic in History by Thomas Carlyle)

بھائیو اور بہنو! سر ولیم میور (Sir Willam Muir) ایک مستشرق ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی ذات بابرکات کے حوالے سے کافی مخالف باتیں بھی کہی ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کچھ ایسے الفاظ میں کرتا ہے:

"حیا، شفقت، صبر، سخاوت، عاجزی آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے اخلاق کے نمایاں پہلو تھے اور ان کے باعث آپ (صلی اللہ علیہ و سلم) اپنے ماحول میں ہر شخص کو اپنا گرویدہ کر لیتے... آپ (صلی اللہ علیہ و سلم) کی ایک نرالی خوبی یہ تھی کہ آپ (صلی اللہ علیہ و سلم) کی محفل میں موجود ہر شخص کو یہ خیال ہوتا کہ وہی اہم ترین مہمان ہے... ایک نرم اور مہربان طبیعت آپ (صلی اللہ علیہ و سلم) کے تمام خواص میں نمایاں نظر آتی ہے... اپنی طاقت کے عروج پر بھی آپ (صلی اللہ علیہ و سلم) منصف اور معتدل رہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ و سلم) اپنے ان دشمنوں سے نرمی میں ذرہ بھی کمی نہ کرتے جو آپ (صلی اللہ علیہ و سلم) کے دُعاوی کو بخوشی قبول نہیں کرتے تھے۔ محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) نے چند مجرموں کے علاوہ عام معافی کا اعلان کر دیا اور ماضی کی تمام یادوں کو یکسر بُھلا دیا... ان سے درگزر کرنا بھی ایک روشن مثال ہے۔"

(The Life of Mahomed by William Muir, Vol. IV, London: Smith, Elder and Co., 65 Cornhill, 1861, page 513.)

پھر ایک فرنچ فلاسفر لا مارٹین (Lamartine) ہسٹری آف ٹرکی History of Turkey میں لکھتا ہے۔

"اگر کسی شخص کی قابلیت کو پرکھنے کے لئے تین معیار مقرر کئے جائیں کہ اس شخص کا مقصد کتنا عظیم ہے، اس کے پاس ذرائع کتنے محدود ہیں اور اس کے نتائج کتنے عظیم الشان ہیں تو آج کون ایسا شخص ملے گا جو محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) سے مقابلہ کرنے کی جسارت کرے... محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) نے نہ صرف دنیا کی

فوجوں، قوانین، حکومتوں، مختلف اقوام اور نسلوں بلکہ دنیا کی کُل آبادی کے ایک تہائی کو یکجا کر دیا... انسانی عظمت کو پرکھنے کا کوئی بھی معیار مقرر کر لیں، کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر کبھی کوئی شخص پیدا ہوا؟"

(History of Turkey by A. De Lamartine, New York: D. Appleton and Company, 346-348 Broadway, 1855. Vol. 1 page 154)

پروفیسر رام کرشنا راؤ میسور یونیورسٹی لکھتے ہیں:

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قلب مبارک محبت اور اخوت سے لبریز تھا۔ آپ (ﷺ) اللہ کے بندے اور پھر اس کے رسول تھے۔"

مزید لکھتے ہیں:

"آپ (ﷺ) کے کُل تک تو پہنچنا مشکل ہے البتہ یہ محمد جرنیل ہیں، یہ محمد بادشاہ ہیں، سپہ سالار ہیں، تاجر ہیں، داعی ہیں، فلاسفر ہیں، مدبر ہیں، خطیب ہیں، مصلح ہیں، یتیموں کی پناہ گاہ ہیں، عورتوں کے نجات دہندہ ہیں، جج ہیں، ولی ہیں۔ یہ تمام اعلیٰ اور عظیم الشان کردار ایک ہی شخصیت کے ہیں۔ ہر شعبہ زندگی کے لیے آپ کی حیثیت مثالی ہے۔"

ایک مشہور شاعر پنڈت ہری چند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں منظوم کلام میں کہتا ہے۔

کس نے ذروں کو اُٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس کی حکمت نے کیا یتیموں کو درِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو مر جاتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
شوکتِ مغرور کا کس شخص نے توڑا طلسم
منہدم کس نے الٰہی قیصر و کسریٰ کر دیا

ساتِ پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حسنِ کائنات
اب کسی نے اس کو عالم میں آ شکارا کر دیا
آدمیت کا غرض سامان مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول با لا کر دیا

سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی تعریف اس طرح سے کرتے ہیں۔

محمد ﷺ من تو من کتاباں چار
من خدا دی بندگی سچا اے دربار
الف اک ہے دوجا پاک رسول ﷺ
کلمہ پڑھ نانکا جو درگاہ پویں قبول

اور اس بات کی تصدیق ایک اور یورپی ادیب John William Draper نے اپنی کتاب History of the Intellectual Development of Europe میں یوں کی۔ لکھتے ہیں کہ "Tustiniah کی وفات کے چار سال بعد 596ء میں مکہ میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس نے تمام شخصیات میں سب سے زیادہ بنی نوع انسان پر اپنا اثر چھوڑا اور وہ شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے... ان کا مذہب صرف یہی تھا کہ خدا ایک ہے ... اس سچائی کو بیان کرنے کے لئے اُنہوں نے نظریاتی بحثوں کو اختیار نہیں کیا بلکہ اپنے پیروکاروں کو صفائی، نماز اور روزہ جیسے امور کی تعلیم دیتے ہوئے ان کی معاشرتی حالتوں کو عملی رنگوں میں بہتر بنایا۔ اس شخص نے صدقہ و خیرات کو باقی تمام کاموں پر فوقیت دی۔"

(History of the intellectual Development of Europe by John William Draper M.D .L.L.D; New York: Harper and Brothers Publishers, Franklin Square .1863. Page 244.)

پھر کیرن آرم سٹر انگ (Karen Armstrong) "Muhammad- A Biography of the Prophet" میں تحریر کرتی ہیں کہ

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بنیادی توحید پر مبنی روحانیت کے قیام کے لئے عملاً صفر سے کام کا آغاز کرنا پڑا۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے مشن کا آغاز کیا تو ناممکن تھا کہ کوئی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے مشن پر کام کرنے کا موقع فراہم کرتا۔ عرب قوم توحید کے لئے بالکل تیار نہ تھی ... در حقیقت اس تشدد اور خوف ناک معاشرہ میں اس نظریہ کو متعارف کروانا انتہائی خطرناک ہو سکتا تھا... در حقیقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان اکثر خطرہ میں گھری رہتی اور ان کا بچ جانا قریب قریب ایک معجزہ تھا۔"

(صفحہ 53-54)

پھر وہ اس کتاب میں اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

"سلام میں کثیر الازدواجی کی اجازت کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور اسے عورت کے مصائب اور تکلیف کا بڑا سبب بتایا جاتا ہے۔ لیکن جب یہ اجازت دی گئی اس وقت یہ ایک نہایت عمدہ معاشرتی قدم تھا۔ اسلام سے پہلے مردوں اور عورتوں کو ایک سے زیادہ بیویاں اور شوہر رکھنے کی اجازت تھی۔ شادی کے بعد عورتیں اپنے میکے میں ہی رہتی تھیں جہاں ان کے شوہر ان سے ملنے آتے۔ یہ معاشرتی سیٹ اپ ایک قانونی قحبہ گری سے زیادہ کچھ نہ تھا۔

شوہروں کی زیادہ تعداد ہونے کی وجہ سے بچوں کی ولدیت کا تعین مشکل تھا اور بچے اپنی ماں سے پہچانے جاتے تھے اسی وجہ سے مرد نان ونفقہ اور اولادوں کی پرورش سے آزاد رہے۔ عورت کو کوئی انفرادی حقوق حاصل نہ رہے .... اس کی حیثیت مرد کی ملکیت سے زیادہ نہیں تھی۔ اسلامی کثیر الازدواجی در حقیقت ایک سماجی قانون سازی ہے جس میں عورت کو مرد کی خواہش پورا کرنے کا آلہ نہیں بنایا بلکہ کمزور اور بے سہارا خواتین کے لئے گھروں اور نگہبانوں کا انتظام کیا، تمام تر حقوق عزت اور احترام کے ساتھ اور سب سے بڑھ کر وراثت میں وہ حقوق دیئے جو مغربی خواتین کو 19 ویں صدی عیسوی تک میسر ہی نہیں تھے۔"

(Muhammad A Biography of the Prophet کیرن آرمسٹرونگ)

ایک امریکی مصنف جان ڈیوں نپورٹ اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں:

”محمدؐ نے 1300 سال قبل اسلام میں ماؤں، بیویوں اور بیٹیوں کے لئے وہ مقام اور وقار یقینی بنادیا جو ابھی تک مغرب کے قوانین میں عورت کو نہ مل سکا“۔

(Muhammad & Teaching of Quran by John Davenport)

سامعین و سامعات! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر ایک ایسے بڑے مخالف کی گواہی پیش کرنے جارہا/رہی ہوں جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں دل بھر کر حصّہ لیا اور جب سچائی پر گویا ہوا تو جادو سر کر بولنے کی طرح بولا۔ یہ نضر بن الحارث تھا اُس نے سردارانِ مکہ کو یوں مشورہ دیا۔ جواب وہ سوچو جو معقول ہو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے اندر پیدا ہوا، تمہارے اندر جوان ہوا، تم سب اسے پسند کرتے تھے اور اس کے اخلاق کی تعریف کرتے تھے، اسے سب سے سچا سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ بوڑھا ہو گیا اور اس کے سر میں سفید بال آگئے اور اس نے وہ دعویٰ کیا جو وہ کرتا ہے اب اگر تم کہو گے کہ وہ جھوٹا ہے تو اسے کون جھوٹا مانے گا۔ لوگ تمہیں جھوٹا کہیں گے۔ اس جواب کو چھوڑ کر کوئی اور جواب گھڑو۔ یہ دشمن کی گواہی ہے اور بہت بڑے دشمن کی گواہی ہے اور پھر تائید کے لئے گواہی نہیں بلکہ ایسی مجلس میں پیش کی گئی جو آپؐ کی مخالفت میں منعقد کی گئی اور اس لئے پیش کی گئی کہ کس طرح لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پھیرا یا جائے۔

(دنیا کا محسن، انوار العلوم جلد 10 صفحہ 259)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”اللہ کرے کہ دُنیا اس عظیم ترین انسان کے مقام کو سمجھتے ہوئے بجائے لاتعلق رہنے یا مخالفت استہزاء کرنے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکے۔ دُنیا کا نجات دہندہ صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہر حقیقت پسند مصنف اور سچے غیر مسلم کا بھی یہی بیان ہو گا۔ پہلے انبیاء کی سچائی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ثابت ہوتی ہے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہی ثابت ہوتی ہے۔ یہ ہے مقامِ ختم نبوت جس کا احمدی نے دُنیا میں پرچار کرنا ہے اور اس کے لئے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے۔“

(خطبہ جمعہ 5۔ اکتوبر 2012ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ عظیم پر چلنے کی توفیق دے جس کے دوست ہی نہیں دشمن بھی گواہ ہیں جو اپنوں کے لئے ہی نہیں غیروں کے لئے بھی مشعل راہ ہیں جن کی تعلیمات دنیا ہی نہیں آخرت بھی سنوار دیتی ہے۔ آمین ثم آمین

وہ پاک محمدؐ ہے ہم سب کا حبیب آقا
انوارِ رِسالت ہیں جس کی چمن آرائی
محبوبی و رعنائی کرتی ہیں طواف اس کا
قدموں پہ نثار اُس کے جمشیدی و دارائی
نبیوں نے سجائی تھی جو بزمِ مَہ و انجم
وَاللہ اُسی کی تھی سب انجمن آرائی
دن رات درود اُس پر ہر ادنیٰ غلام اُس کا
پڑھتا ہے بَصد مِنَّت جپتے ہوئے نام اُس کا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿11﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے حُسنِ معاشرت

اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم:5)

یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔

وہ رحمت عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انسان کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے
بھیج درود اُس محسن پر تُو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفی نبیوں کا سردار

معزز بھائیو اور بہنو! میری آج تقریر کا عنوان ہے۔ **"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے حُسنِ معاشرت"**

میاں بیوی گاڑی کے دو پہیے کی طرح ہیں جو برابر ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر دونوں پہیوں کی ہوا (AIR) میں کمی پیشی ہو یا Wheel balancing اپ سیٹ ہو تو گاڑی ہموار چلنے کی بجائے ڈولتی ہے۔ اسلام نے میاں بیوی کے جو حقوق و فرائض بیان کیے ہیں اُن میں یہی سبق ہے اگر میاں کا ایک فرض ہے تو وہی بیوی کا حق ہے لیکن جو فرض بیوی کا ہے وہ میاں کا حق ہے۔ اِس ناطے فرائض و حقوق بھی دونوں کے برابر ہیں۔ مَردوں کے فرائض کی بات کی جائے تو سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بطور خاوند ایک کامل نمونہ کے طور پر سامنے آتا ہے۔ آپؐ کے وضع کردہ اصول اور آپؐ کی بتائی ہوئی ہدایات پر عمل کرکے انسان کو ایک اچھا اور کامیاب خاوند بناسکتے ہیں۔

دراصل دوسرے معنوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میاں بیوی کو ایثار کے پہلو پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی اور ایک دوسرے میں خوبیاں تلاش کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر وقت ایک دوسرے کے عیب ہی تلاش نہ کرتے پھرو۔ اُس کی نیکیوں اور خوبیوں پر نگاہ رکھو۔

(مسلم)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھرانہ کو جنت نظیر گھرانہ بنانے کے لیے جو بنیادی ہدایت فرمائی اور اپنے عملی نمونہ سے اِس ہدایت کو زینت بخشی وہ ہدایت اِن الفاظ میں رہتی دنیا تک محفوظ کرلی گئی ہے۔ فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ

(ترمذی کتاب مناقب)

کہ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ حُسنِ سلوک میں بہتر ہے اور مَیں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل خانہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خُلق قرآنی حکم وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:20) یعنی اپنی بیویوں سے حُسنِ سلوک سے پیش آؤ کی عملی تفسیر تھا۔

تمہاری صبح حسین ہو رُخ سحر کی طرح
تمہاری رات منور ہو شب قمر کی طرح
کوئی بہشت کا پوچھے تو کہہ سکو ہنس کر
کہ وہ خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

ایک روایت ہے حضرت سلمان بن احوص روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضورؐ کے ہمراہ موجود تھے۔ اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثناء کے بعد وعظ و نصیحت فرمائی اور پھر فرمایا کہ عورتوں کے بارے میں ہمیشہ بھلائی کے لئے کوشاں رہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ قیدیوں کی طرح بندھی ہوئی ہیں۔ تم ان پر کوئی حق ملکیت نہیں رکھتے سوائے اس کے کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں (یعنی تمہارا حق ملکیت نہیں کہ جب چاہو مارنا شروع کردو جب چاہو جو مرضی سلوک کرلو۔ سوائے اس کے کہ وہ بے حیائی کی مرتکب ہوں) اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کے کپڑوں اور کھانے کا بہترین خیال رکھو۔

(ترمذی کتاب الرضاع باب ما جاء فی حق المرأۃ فی حق المرأۃ)

معزز بھائیو اور بہنو! بیویوں کے اعتبار سے دُنیا میں تعداد کے لحاظ سے زیادہ وہ لوگ ہیں جو ایک بیوی رکھتے ہیں اور بعض معاشروں میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا اُن کے معاشرے کا حصہ ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک سے زائد بیویاں رکھتے تھے۔ اِن میں برابری کا سلوک کرنا، انصاف برتنا آپؐ ہی کا خاصا تھا۔ آپؐ تمام بیویوں میں عدل برتتے۔ کسی بیوی کی طرف جھکاؤ نظر نہ آتا کہ دوسری بیگمات کی دل شکنی ہو۔ جنگوں میں بیگمات کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے۔ بیگمات میں باریاں تقسیم کر رکھی تھیں۔ سورۃ الاحزاب آیت 52 میں اِس اختیار کے باوجود کہ جس کو چاہیں اس کی باری مؤخر کر دیں جس کو چاہیں پہلے باری کر دیں۔ آپؐ نے ایک دفعہ بھی یہ اختیار استعمال نہ فرمایا۔ حضرت عائشہؓ اپنے خاص اندازِ محبت میں کہا کرتی تھیں کہ اگر یہ اختیار مجھے ہوتا تو مَیں تو صرف آپؐ کے حق میں ہی استعمال کرتی۔

(بخاری کتب التفسیر)

عدل وانصاف کا ایک واقعہ بیان کرنا ضروری ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے حلوہ بنایا اور حضرت سودہؓ کو کھانے کے لیے دیا جو حضرت سودہؓ کو پسند نہ آیا۔ حضرت عائشہؓ نے کھانے کے لیے اصرار کیا مگر حضرت سودہؓ نہ مانیں۔ تب حضرت عائشہؓ نے اِس مالیدہ کو حضرت سودہؓ کے چہرہ پر مَل دیا۔ حضورؐ محظوظ ہوتے رہے مگر یہ عادلانہ فیصلہ فرمایا کہ حضرت سودہؓ بھی اِس مالیدہ کو حضرت عائشہؓ کے مُنہ پر لگائیں۔

(مجمع الزوائد جلد 4 صفحہ 316)

بیویوں کا آپس میں رشتہ اور تعلق سوکنوں کا بھی تھا اور اِس رشتہ میں اختلاف ہونا طبعی بات تھی۔ مگر آپؐ کمال حکمتِ عملی، صبر و تحمل سے معاملہ فہمی فرماتے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باری حضرت عائشہؓ کے ہاں تھی کہ آپؐ کی ایک اور اہلیہ محترمہ نے جو کھانا اچھا تیار کر لیتی تھیں کھانا تیار کر کے آپؐ کو بھجوایا جو حضرت عائشہؓ کو اچھا نہ لگا۔ آپؓ نے کھانا لانے والی غلام لڑکی کے ہاتھ کو جھٹک دیا جس سے پیالہ نیچے گر کر ٹوٹ گیا۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے کوئی سختی نہ کی بلکہ خود اُٹھ کر سالن کو اُٹھانے لگے اور حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اے عائشہ! اِس ٹوٹے ہوئے پیالہ کے بدلے اپنے گھر سے پیالہ دو تا اُن کی حوصلہ شکنی نہ ہو۔

(سنن نسائی کتاب عشرۃ النساء)

حضرت عائشہؓ گھریلو زندگی میں آپؐ کے متعلق یوں گواہی دیتی ہیں کہ:

نبی کریمؐ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خُو تھے اور سب سے زیادہ کریم، عام آدمیوں کی طرح بلا تکلّف گھر میں رہنے والے۔ آپؐ نے کبھی تیوری نہیں چڑھائی۔ ہمیشہ مسکراتے رہتے۔ آپؐ نے اپنی تمام زندگی کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا اور نہ کسی خادم کو مارا۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہؐ)

حضرت خدیجہؓ وہ عظیم خاتون اور اُمّ المومنین تھیں جنہوں نے حضورؐ کے اخلاق دیکھ کر آپؐ سے شادی کی تھی اور مالدار ہونے کے سبب اسلام کی ہر میدان میں مالی امداد بھی کی اور حضورؐ کو بھی اس مال سے خرچ کرنے سے کبھی نہ روکا۔ آپؓ کی حضورؐ سے رفاقت پندرہ سال رہی۔ آپؓ کے ساتھ حضورؐ کا تعلق مثالی اور شفیق خاوند کا تو تھا ہی۔ آپؓ کی وفات کے بعد بھی حضرت خدیجہؓ کی وفاؤں کے تذکرے کرتے حضورؐ تھکتے نہ تھے۔ آپؓ کی وفات کے بعد ایک دفعہ آپؓ کی بہن ہالہ آئی تو آپؐ نے بے ساختہ کھڑے ہو کر استقبال کیا اور بڑے پیار سے کہا کہ ہماری بہن ہالہ آئی ہے۔ آپؓ کی سہیلیوں کا خیال رکھتے۔ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ فرمایا کہ مجھے کبھی زندہ بیویوں میں سے کسی کے ساتھ غیرت نہیں ہوئی جتنی حضرت خدیجہؓ سے ہوئی حالانکہ وہ میری شادی سے تین سال قبل وفات پاچکی تھیں۔ ایک دن مَیں نے کہہ ہی دیا کہ اتنی اچھی اچھی بیویوں کی موجودگی میں آپؐ ایک بڑھیا کا تذکرہ بہت پیار سے کرتے ہیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ خدیجہ اُس وقت میرا ساتھی بنی جب مَیں تنہا تھا وہ میری سِپر بنی جب مَیں بے یار و مددگار تھا وہ اپنے مال کے ساتھ مجھ پر فدا ہوئی۔

(مسند احمد بن حنبل۔ جلد 6 صفحہ 118)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خانگی امور میں بیویوں کا ہاتھ بٹاتے۔ آپؐ کپڑے سی لیتے۔ جوتے ٹانگ لیتے اور گھر کا ڈول بھی خود مرمت کر لیا کرتے۔

(مسند احمد بن حنبل)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ تمام انسانوں کی طرح کے انسان تھے۔ کپڑے کو خود پیوند لگا لیا کرتے۔ بکری کا دودھ خود دوہتے اور ذاتی کام خود کرتے۔

(مسند احمد بن حنبل)

سامعین / سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیگمات کے ساتھ کون کون سی محبت بھری اداؤں کا ذکر کیا جائے۔ یہ تو بَحرِ بیکراں ہے جسے ایک مختصر تقریر میں سمونا انسان کے حدّ بَست کی بات نہیں۔ آپؐ کے کمالِ عفو کی داستان سنیئے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ تیز تیز بول رہی تھیں کہ آپؓ کے والدِ محترم حضرت ابو بکرؓ گھر تشریف لے آئے۔ آپؓ نے اپنی بیٹی کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذرا تیز تیز بولتے دیکھا تو آپؓ سے برداشت نہ ہوا۔ آپؓ نے اِسے بے ادبی جانتے ہوئے اپنی بیٹی پر ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم باپ بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کے متوقع سزا سے حضرت عائشہؓ کو بچا لیا اور خود حضورؐ نے بھی اپنی اہلیہ حضرت عائشہؓ سے کچھ نہ کہا۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مَیں جب کبھی غصّہ میں ہوتی تو حضورؐ اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر یہ دُعا دیتے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھَا ذَنْبَھَا وَاَذْھَبْ غَیْظَ قَلْبِھَا وَاَعِذْھَا مِنَ الْفِتَنَ (الوفا باحوال المصطفی لابن جوزی صفحہ 674) کہ اے اللہ! عائشہؓ کے گناہ بخش دے۔ اِس کے دل کا غصہ دور کر دے اور اِسے فتنوں سے بچا اور بعض دفعہ مجھے اے عُویش! کہہ کر غصّہ دور ہونے کی دُعا پڑھایا کرتے تھے۔

اب اس واقعہ کو اپنے ایشین ماحول میں موازنہ میں لا کر دیکھیں جہاں آئے روز میاں بیوی کے درمیان تنازعات کی وجہ بیوی کا تیز طراری کے ساتھ خاوند کے سامنے بولنا ہوتا ہے۔

ازدواجی زندگی ہے مژدہ امن و اسلام
اِس کا مقصدِ ارتقاء، انسانیت کا احترام

اہلِ خانہ سے کمالِ محبت کا یہ عالَم تھا کہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایّام مخصوصہ کے دوران بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ حضورؐ میرے ساتھ مِل بیٹھ کر کھانا تناول فرما لیتے اور گوشت کی ہڈی میرے ہاتھ سے لے کر

محبت سے اُسی جگہ سے چُوس لیتے جہاں سے مَیں کھا رہی ہوتی یا چُوس رہی ہوتی اور گلاس کے اُس حصہ کو تلاش کر کے پانی پی لیتے جہاں سے مَیں نے پیا ہوتا۔

(ابوداؤد کتاب الطہارت)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس طریقِ محبت کو آمدِ رسولؐ سے قبل کے زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی حالت سے موازنہ کر کے دیکھیں جب ایّامِ مخصوصہ میں عورتوں کو اپنے عزیز و اقارب سے جُدا رہنا پڑتا تھا اور کوئی میل جول نہ ہوتا۔

مُجھے رشک آتا ہے اپنے مقدر پر
ہمیں وہ نبیؐ ملا جو نبیوں کا سردار ہے

میرے بھائیو اور بہنو! ہم میں سے بعض طبعاً ایسے واقع ہوئے ہیں جو اپنی ذات پر تو خرچ کر لیتے ہیں مگر اہل خانہ پر خرچ کرنے سے گھبراتے ہیں۔ مگر آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالَم تھا کہ آپؐ اپنے تمام گھروں میں نان و نفقہ کا خیال رکھتے۔ آپؐ خود بھوکا رہ لیتے مگر اہل خانہ کو ضرورت کی ہر چیز مہیا فرماتے اور یہ دُعا کرتے کہ اے اللہ! میرے اہل و عیال کو دنیا میں قُوت لَا یَمُوت ضرور عطا فرمانا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 232)

حضرت سودہؓ سے آپؐ کی شادی حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد جُدائی سے بچنے کے لئے کی تھی۔ آپؓ بیوہ تھیں اور آپؓ نے جلد بڑھاپے کو پہنچنے پر اپنا حق زوجیت حضرت عائشہؓ کے حق میں چھوڑ دیا تھا۔ جسے حضورؐ نے قبول فرمالیا مگر اِن کے جملہ اخراجات وغیرہ حسب سابق ادا ہوتے رہے۔

(شرح المواہب اللدنیہ از زرقانی جلد 3 صفحہ 229)

میرے بھائیو اور بہنو! حضرت عائشہؓ چھوٹی عمر میں ہی بیاہ کر حُجرہ رسولؐ میں آئی تھیں۔ آپؐ اِن کے ناز و نخرے برداشت کرتے۔ اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے کھلونوں کے ساتھ کھیلتے، اپنی سہیلیوں کے ساتھ مل کر بیٹھنے کو پسند فرماتے اور حوصلہ بڑھاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ اپنی سہیلیوں کے ساتھ جنگِ بُعاث کے نغمے گا رہی تھیں۔ اِتنے میں حضرت ابو بکرؓ تشریف لے آئے۔ آپؓ نے حضرت عائشہؓ کو ڈانٹا کہ حضورؐ کے گھر میں نغمے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کی طرف

داری کرتے ہوئے فرمایا اے ابو بکرؓ! ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے آج مسلمانوں کی عید ہے اِن بچیوں کو خوشی کر لینے دو۔

(بخاری کتاب العیدین)

جیسا کہ مَیں اوپر بیان کر آیا/ آئی ہوں کہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے ناز اُٹھاتے تھے۔ ایک دِن آپؐ حضرت عائشہؓ سے کہنے لگے کہ اے عائشہ! مَیں تمہاری ناراضگی اور خوشی کو خوب بھانپ جاتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا جب تم خوش ہوتی ہو تو اپنی گفتگو میں رَبِّ مُحَمَّد کہہ کر قسم کھاتی ہو اور ناراضگی کی صورت میں رَبِّ اِبراہیم کہہ کر بات کرتی ہو۔ حضرت عائشہؓ نے یہ سُن کر اثبات میں جواب دیا۔

(بخاری کتاب النکاح)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج کے ساتھ تعلق ایسا مثالی تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام بیگمات کو یہ اختیار دیا کہ آپ چاہیں اِس رسول کے ساتھ رہیں اور اگر چاہیں تو جُدا ہو جائیں تو تمام کی تمام ازواج نے آپؐ کے ساتھ ہی رہنے کا فیصلہ فرمایا۔ حضورؐ نے اپنی ازواج کے تعلق اور قربانی کو سراہتے ہوئے بعض نصائح فرمائیں۔

آپؐ اپنی بیگمات کے جذبات کا بھی بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ حضورؐ کو شہد بہت پسند تھا۔ ایک دفعہ آپؐ نے کسی بیوی کے گھر شہد کا شربت پیا۔ آپؐ کو وہاں کچھ دیر ہو گئی تب حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے ازراہ غیرت عرض کی کہ حضورؐ کے منہ سے فلاں بدبودار بوٹی کے رس کی بُو آ رہی ہے۔ حضورؐ اشارہ سمجھ گئے اور آئندہ شہد یا اِس کا شربت نہ کھانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے سورۃ التحریم آیت 2 میں حکم دیا کہ محض اپنی بیویوں کی رضامندی کی خاطر اللہ کی حلال چیزوں کو حرام نہ کرو۔ تب آپؐ نے اِسے دوبارہ پینا شروع کیا۔

بھائیو اور بہنو! جہاں تک ازواجِ مطہرات کی تعلیم و تربیت کا تعلق ہے تو بعض اوقات اس مثالی محبت اور پیار و محبت کے جائز سرزنش بھی فرما دیتے تھے۔ ہر چند حضرت عائشہؓ آپؐ کو بہت محبوب تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت صفیہؓ کو چھوٹے قد ہونے کی بنا پر چھوٹی انگلی یعنی چھنگلی دکھلا کر چھیڑا اور پست قد ہونے کا

طعنہ دیا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ کی بہت سرزنش فرمائی اور فرمایا یہ ایسا سخت جملہ ہے کہ تلخ سمندر کے پانی میں بھی اِس کو ملا دیا جائے تو وہ اور کڑوا ہو جائے۔

(ابو داؤد کتاب الادب)

مَیں اپنی تقریر کو ایک ایسے واقعہ پر ختم کرتا / کرتی ہوں جو حضورؐ کی کمال ذرہ نوازیوں کا نتیجہ ہے جو آپؐ کی اپنی بیویوں پر تھی۔ اس قسم کا ایک واقعہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی مجھے سب سے پہلے دوسرے جہاں میں ملے گی تو بیویوں نے حضورؐ سے کمال محبت کی وجہ سے اپنے ہاتھ ماپنے شروع کر دیئے حالانکہ اِس سے مالی قربانی کی طرف اشارہ تھا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں آپؐ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے۔ باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تھی تو آپؐ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے۔“

(ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ 387)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس فرماتے ہیں:

” آج ہم جو حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمارے اوپر یہ ذمہ داری، بہت بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ اپنے اندر انقلابی تبدیلیاں پیدا کریں۔ اپنے گھروں کو بھی جنت نظیر بنائیں۔ اپنے ماحول میں بھی ایسا تقویٰ پیدا کریں جو اللہ تعالیٰ ہم سے توقع رکھتا ہے۔ مگر ہم سے کوئی فعل سرزد نہ ہو جو اس خدائی بشارت کو ہم سے دُور کر دے۔ پس ہم پر یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ دُعاوں پر بہت زور دیں کیونکہ آج عالمِ اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری سب سے بڑھ کر جماعت احمدیہ پر ہے۔“

(خطبہ جمعہ مورخہ 16 مئی 2003ء بمقام مسجد فضل لندن)

مرد و زن دونوں ہوں ہم خیال و ہمرکاب
ازدواجی زندگی ہے کامگار و کامیاب

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

۞۞۞۞

﴿12﴾

قرآنی احکام کی روشنی میں آنحضورؐ کی ازواجِ مطہرات کی تعلیم وتربیت

شَرق سے غَرب تلک آپ کی ہَیبت طاری
عَرش سے فَرش تلک آپ کا سِکّہ جاری
نَیرِّ راہِ ہُدیٰ، شافِعِ روزِ محشر
یاں ہے دُنیا کو ہِدایت، تو وہاں غمخواری
جس کے احسان کے بوجھوں سے دبے جاتے ہیں
جِنّ و حیوان و مَلک، آدمی، نوری، ناری

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَ اَطِعْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ وَ اذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَ الْحِکْمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا

(الاحزاب: 33-35)

اے نبی کی بیویو! تم ہرگز عام عورتوں جیسی نہیں ہو بشرطیکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ پس بات لجا کر نہ کیا کرو ورنہ وہ شخص جس کے دل میں مرض ہے طمع کرنے لگے گا۔ اور اچھی بات کہا کرو۔

اور اپنے گھروں میں ہی رہا کرو اور گزری ہوئی جاہلیت کے سنگھار جیسے سنگھار کی نمائش نہ کیا کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہلِ بیت! یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلائش دور کردے اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے۔

اور یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کو جن کی تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے۔ یقیناً اللہ بہت باریک بین (اور) باخبر ہے۔

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے **" قرآنی احکام کی روشنی میں آنحضورؐ کی ازواجِ مطہرات کی تعلیم و تربیت"**

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو جن احکام سے نوازا اُن میں سے چند ایک کا ذکر سورۃ الاحزاب آیت نمبر 33 یا 35 میں ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور ازواج مطہرات کے تابع تمام مسلمان عورتیں بھی ان احکام الٰہی کی مخاطب ہیں۔ یہ نو احکام یہ ہیں۔

1۔ تقوی اختیار کریں

2 - بات لَجا کر نہ کیا کریں

3 - قول معروف یعنی اچھی بات کیا کریں

4۔ اپنے گھروں میں رہا کریں

5۔ زمانہ جاہلیت والے سنگھار کی نمائش نہ کیا کریں

6۔ نماز کا قیام کریں

7۔ زکوۃ ادا کریں

8۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کریں

9۔ اللہ کی آیات کی تلاوت کیا کریں

میری بہنو! آج مجھے یہ بتانا ہے کہ اِن احکام الٰہی کی روشنی میں ہمارے پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی کیسی تربیت کی کہ وہ ہم سب کی مربیانہ صفات کی مالک مائیں بن گئیں۔ چونکہ ہم خواتین اِن احکام الٰہی کی اولین مخاطب ہیں تو اِس کے ذیل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح احوال اور تعلیم و تربیت کے جو ذرائع استعمال فرمائے اُن کو بھی اپنی اور اپنی اولادوں کی اصلاح میں بروئے کار لانا ضروری ہے۔ انہی تین آیات میں اللہ تعالیٰ 9 احکام کے ذکر کے درمیان ازواج مطہرات کو اِن احکام کا مقصد بیان کرتے ہوئے مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔ اے اہل بیت! یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلائش دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے (آیت:34)

در حقیقت اس حصہ آیت میں اُس بلند مرتبہ مقام کا ذکر ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کو نوازا اور پاکیزگی کے اِس اعلیٰ مقام پر لے جانے میں آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہا محنت اور راتوں کی دعاؤں کا بہت دخل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کی تعلیم و تربیت پر بہت گہری نگاہ رکھتے اور اپنے عملی نمونہ سے اس باغیچہ کو سینچا کرتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اچھے گھرانہ کی مثال یوں دی کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو رات کو اُٹھ کر نماز پڑھے۔ اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے اگر وہ نہ اٹھے تو اُس کے منہ پر پانی چھڑکے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ اُس عورت پر رحم کرے جو رات کو اُٹھے اور نماز تہجد پڑھے اور اپنے میاں کو بھی جگائے تا وہ بھی رات کی عبارت کرے اگر وہ نہ اٹھے تو اُس کے منہ پر پانی ڈالے۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ حدیث 1113)

صُحبتِ پاک کا اَدنیٰ سا کرِشمہ یہ تھا
بزمِ اَفلاک میں داخل ہیں سبھی درباری

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اِس پر عمل کیا کرتے اور اپنی بیگمات کو نماز کے لیے بیدار کرتے۔ بعض اوقات بیگم صاحبہ جن کے ہاں باری ہوتی بھی نماز میں ساتھ شامل بھی ہو جاتیں۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ رات کی عبادت میں آپ کے ساتھ شامل ہو گئیں۔ رکوع اور سجدہ اتنا طویل تھا کہ نماز سے فراغت کے بعد آپؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ازراہ مذاق کہا کہ آپؐ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ کہیں میری نکسیر ہی نہ پھوٹ جائے۔ مَیں نے کچھ وقت اپنی ناک بھی پکڑے رکھی۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز تہجد کے لئے اُٹھتے اور عبادت کرتے تھے جب طلوع فجر میں تھوڑا سا وقت باقی رہ جاتا تو مجھے بھی جگاتے۔

(بخاری کتاب الصلوۃ حدیث 482)

ایک اور روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں خود بھی کمر ہمت کَس لیتے اور بیویوں کو بھی اہتمام کے ساتھ عبادت کے لیے جگاتے تھے۔

(بخاری کتاب صلاۃ التراویح حدیث 1884)

میری بہنو! ازواج مطہرات کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق بالکل الگ اور جدا تھا چونکہ بیگمات کے حُجرے ساتھ ساتھ تھے اس لئے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان حُجروں میں سونے والیوں کو جگاؤ۔ پھر ایک پُر حکمت اور اثر انگیز فقرے سے نصیحت کو چار چاند لگا دئے۔ فرمایا۔ دنیا میں کتنی ہی عورتیں ہیں جو ظاہری لباسوں کے لحاظ سے بہت خوش لباس ہوتی ہیں مگر قیامت کے دن جب یہ لباس کام نہ آئیں گے اور صرف تقویٰ کی ضرورت ہو گی تو وہ اِس لباس سے عاری ہوں گی۔

(بخاری کتاب الفتن حدیث 6542)

اللہ کی محبت پیدا کرنے اور اُس سے لگاؤ کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرالے طریق اپنائے۔ بیویوں کے دلوں میں اللہ کی توحید کی عظمت کا قیام ہر وقت رہتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری میں ایک بیوی نے جب حبشہ کے ایک گرجے کا ذکر کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی شدید تکلیف کے باوجود بیویوں کی توجہ توحید باری تعالیٰ کی طرف مبذول کرواتے ہوئے فرمایا ”بُرا ہو اُن یہودیوں اور عیسائیوں کا جنہوں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کے مزاروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔“

(بخاری کتاب الصلوۃ حدیث 1244)

اس میں گویا بیویوں کے نام ایک پیغام مضمر تھا کہ میری وفات کے بعد میری قبر کو بھی شرک گاہ نہ بنا دینا۔ **معزز بہنو!** آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک ہی گھر میں رہنے والی سوکنوں میں اختلافات ہو جاتے ہیں۔ لڑائی جھگڑے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ یہ کیفیت ازواج مطہرات میں بھی کبھی کبھار نظر آتی تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمال حکمت سے ان کی اصلاح کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری کوشش ہوتی کہ ازواج مطہرات آپس میں پیار و محبت سے زندگی بسر کریں۔ ایک دفعہ حضرت صفیہؓ نے کھانا تیار کر کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوایا جب کہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے ہاں مقیم تھے۔ حضرت عائشہؓ کو غیرت آئی آپؓ نے لونڈی کے ہاتھ کو جھٹک دیا جس سے پیالہ زمین پر گر کر ٹوٹ گیا۔ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ کے اِس فعل پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور آپؐ نے خود اپنے ہاتھ سے وہ ٹوٹا ہوا برتن اٹھایا اور حضرت عائشہؓ سے دوسرا منگوا کر واپس بھجوایا۔

(بخاری کتاب النکاح حدیث 4824)

حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ حضرت صفیہؓ کو پست قد ہونے کے سبب اپنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی (چھنگلی) کا اشارہ کر کے چھوٹے قد ہونے کا طعنہ دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو آپؐ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایااور کہا کہ ایسا سخت کلمہ تم نے کہا کہ تلخ سمندر کے پانی میں بھی ملا دیا جائے تو وہ اور کڑوا ہو جائے۔

(ترمذی کتاب صفۃ القیامہ حدیث 2426)

ام المؤمنین حضرت صفیہؓ یہود سے تھیں کبھی کبھی دیگر ازواج مطہرات آپ کو یہودیہ کہہ دیتیں۔ جو آپؐ کو اچھا نہ لگتا۔ آپؐ نے کمال حکمت سے انہیں ایسا جواب سکھایا جس سے ان کو بجائے خفت کے اعزاز کا احساس ہوا۔ کیسی دلداری ہے فرمایا۔ تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم دونوں کس طرح مجھ سے زیادہ معزز ہو میں نبیوں کی اولاد ہوں۔ میرا باپ ہارون نبی تھا۔ میرا چچا موسیٰ اور میرا خاوند محمد ہے۔
ایک دفعہ حضرت زینب بنت جحشؓ نے حضرت صفیہؓ کو یہودن کہہ دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دو تین ماہ تک حضرت زینبؓ سے اِس وجہ سے ناراض رہے۔ انہوں نے توبہ کی تب حضورؐ نے عفو فرمایا۔

(الاصابہ ابن حجر عقلانی جلد 7 صفحہ 740)

معزز ممبرات لجنہ! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیگمات کی تعلیم وتربیت میں بہت سی باریک باتوں کو بھی ملحوظ رکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باری حضرت عائشہؓ کے ہاں تھی۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے ہاں پہنچ کر آپؐ سے اجازت چاہی کہ کیا مَیں آج رات عبادت کر سکتا ہوں؟ اجازت ملنے پر آپؐ نے ساری رات عبادت کی۔

حُسن و احسان و فتوحات و کمالِ تعلیم
خدمتِ خَلق ہو یا عشقِ جنابِ باری
اَلغرض جو بھی ہوں مِعیارِ کمالاتِ بَشَر
میرے آقاؐ کی مُسلَّم ہے وہاں سرداری

ایک دفعہ کچھ عورتیں حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں اکٹھی ہوئیں۔ انہوں نے الگ الگ نماز پڑھی تو آنحضور صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ اے ام سلمہ! آپ امامت کروا دیتی تا نماز باجماعت ہو جاتی اوریوں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے نماز با جماعت اور عبادتِ الٰہی کا شوق پیدا کیا۔ آپؐ نے اپنی بیگمات کی ایسی تربیت کی کہ حضرت عائشہؓ کے متعلق فرمایا:

خُذُوْا شَطْرَ دِیْنِکُمْ مِنَ الْحَمَیْرَا۔ کہ آدھا دین عائشہؓ سے سیکھو۔

ام المؤمنین حضرت سودہؓ کی آپؐ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کے مبارک الفاظ کو حرزِ جان بنا لیتیں۔ اطاعت و فرمانبرداری میں خوشی محسوس کرتیں ایک دفعہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر میں ہی رہنا حضرت سودہؓ نے اس پر سختی سے عمل کیا پھر کبھی گھر سے نہ نکلیں کوئی سفر نہ کیا حتیٰ کہ حج بھی نہ کیا فرماتی تھیں، میں نے حج بھی کر لیا ہے اور عمرہ کی سعادت بھی حاصل کر لی ہے اب میں اپنے گھر میں ہی رہوں گی جیسا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے آنحضور ﷺ کی محبت میں آپؓ نے اپنا حق بھی چھوڑ دیا سمجھدار خاتون تھیں اندازہ تھا کہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے ساتھ خوش رہتے ہیں اس خوشی کی خاطر اپنی باری کا دن بھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ گزارنے کی اجازت دے دی۔

(سیر الصحابیات صفحہ 33)

آنحضور ﷺ اپنی ازواج کو جس حد تک ممکن ہو تا اپنی مصاحبت بھی عطا فرماتے اور ان کو دینی کاموں میں خدمات سے ثواب حاصل کرنے کا بھی پورا موقع عطا فرماتے تھے۔ آپؐ جب جہاد پر جاتے تو اپنی ازواج میں قرعہ ڈالتے اور جس زوجہ کے نام کا قرعہ نکلتا انہیں اپنے ساتھ جہاد پر لے جاتے۔ وہ ازواج آنحضور ﷺ کی ضروریات کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ جنگ کے دوران صحابہؓ کو پانی پلاتیں اور زخمی صحابہؓ کی دیکھ بھال بھی کرتی تھیں۔ دوران سفر آنحضور ﷺ اپنی ازواج سے گفتگو بھی فرماتے رہتے۔

(بخاری کتاب الجهاد باب حمل الرجل امراتہ فی الغزو حدیث)

میری بہنو! اسی طرح یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ آنحضور ﷺ اپنی ازواج کو نیکی کے کاموں میں اپنے ساتھ ثواب حاصل کرنے کا پورا موقعہ عطا فرماتے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی آپؐ کی اکثر ازواج آپ کے ہمراہ تھیں۔ اسی حج کے متعلق یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہؓ بھی حج کی غرض سے آپ کے ہمراہ تھیں اور مقام سرف پر ان کے مخصوص ایام شروع ہو گئے۔ انہوں نے اس غم سے رونا شروع کر دیا کہ اب وہ حج کے ثواب سے محروم رہ جائیں گی۔ آنحضور ﷺ نے بڑی شفقت بھرے انداز میں ان کے رونے کی وجہ

معلوم کی اور وجہ معلوم ہونے پر آپؐ نے ان کی دلجوئی فرمائی اور کہا :اِنَّ ھٰذَا اَمْرٌ کَتَبَ اللّٰہُ علیٰ بَنَاتِ آدَمَ۔یعنی یہ تو وہ امر ہے جو اللہ نے آدم کی بیٹیوں کے مقدر میں لکھ چھوڑا ہے۔ نیز فرمایا کہ تم حج کے تمام اعمال ادا کرو بس بیت اللہ کا طواف نہ کرو اور یہی نہیں بلکہ آپؐ نے بعد میں حضرت عائشہؓ کو ان کے بھائی کے ساتھ عمرہ بھی کروایا تا کہ ان کی عمرہ اور طواف کی آرزو بھی پوری ہو جائے۔ یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ اسی حج کے موقع پر آپؐ نے اپنی طرف سے اور اپنے تمام اہل خانہ کی طرف سے گائے کی قربانی کی اور ان کا گوشت بھی تقسیم فرمایا۔

(بخاری کتاب الاضاحی حدیث نمبر 5547)

سامعات! آنحضور ﷺ اپنی ازواج کو بعض اوقات معاملات میں مشورہ دینے کی بھی اجازت عنایت فرماتے تھے اور اگر وہ مشورہ درست ہوتا تو آپؐ اسے قبول بھی فرماتے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے سیرت النبیؐ سے دو واقعات بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک آپؓ ہی کے الفاظ میں بیان کرتی ہوں۔

”ایک دفعہ حضرت عمرؓ ایک بات کے متعلق سوچ رہے تھے اُن کی بیوی نے کہا بات تو آسان ہے اس طرح کر لو۔ اُنہوں نے کہا تُو کون ہوتی ہے میرے معاملے میں دخل دینے والی۔ اُن کی بیوی نے کہا جب رسول کریمؐ کی بیویاں اُن کو مشورہ دے دیتی ہیں تو اگر میں نے دے دیا تو کیا حرج ہے۔ حضرت عمرؓ اُسی وقت اپنی لڑکی کے پاس جو کہ رسول کریمؐ سے بیاہی ہوئی تھی دوڑے گئے اور پوچھا کہ کیا تم رسول کریمؐ کے معاملے میں دخل دیا کرتی ہو؟۔ وہ کہنے لگیں۔ہاں۔ حضرت عمرؓ نے اُنہیں کہا یہ بہت بُری بات ہے تم پھر اس طرح کبھی نہ کرنا۔ اُن کی پھوپھی نے جب یہ بات سنی تو اُنہوں نے کہا تم کون ہوتے ہو؟ رسول کریمؐ کے گھر کی باتوں میں بولنے والے۔ تو اُس زمانے میں عورتوں کو بیلوں کی طرح سمجھتے تھے مگر رسول کریمؐ خود عورتوں سے مشورہ لیا کرتے تھے۔“

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 55،56)

تِری ایک ایک اَدا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ
تیری ہر آن پہ سو جان سے جاؤں واری
حُسنِ یوسُفؑ دمِ عیسیٰؑ ید بیضا داری
وانچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”چاہیئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچّے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر ان ہی سے اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے اچھا ہے۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 300، 301 ایڈیشن 1988ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں آپؐ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے۔ باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تھی تو آپؐ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے۔“

(ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ 387 الحکم 10 اپریل 1903ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”امر واقعہ یہ ہے کہ سب سے حسین معاشرہ کی جنت جو نازل ہوئی وہ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نازل ہوئی۔ آپؐ نے بہترین اسوہ ہر آنے والی نسل کے لئے پیچھے چھوڑا....... پس آج تمام گھروں کو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں تبدیل ہونا ہوگا۔ آج امن کی اور کوئی

راہ نہیں ہے سوائے اِس راہ کے۔ آج نجات کا کوئی راستہ نہیں مگر ایک راستہ کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو ہم قبول کر لیں۔

پس اے احمدی مردو اور عورتو! تم دنیا کو امن اور آشتی کی خوشخبری دینے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ ضرور آگے بڑھو اور دنیا کو اُس کی طرف بلاؤ لیکن یاد رکھنا کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ جنتیں ساتھ لے کر چلنا۔ یہی جنتیں ہیں جو آج دنیا کو امن دیں گی۔ اس جنت کے بغیر گھر گھر میں جہنم بھڑکائی جارہی ہے۔ طرح طرح کے مصائب اور دکھ ہیں جن میں انسان مبتلا ہے اور ایک دوسرے کو مبتلا کرتا چلا جارہا ہے۔ آج مغربی قوموں کا امن بھی اٹھ چکا ہے اور مشرقی قوموں کا امن بھی اٹھ چکا ہے۔ آج نہ روس عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے اور نہ امریکہ عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے اور وہ ایک ہی ہے اور صرف ایک ہی ہے یعنی ہمارا آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو آج معاشرہ کی جہنم کو جنت میں تبدیل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔"

(الفضل ربوہ مورخہ 28مارچ1984ء)

پیاری بہنو! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس بارے میں فرماتے ہیں:

"اسلامی تعلیم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں دیگر مذاہب کی نسبت عورت کے درجہ کو بہت بلند کیا گیا ہے۔ گو موجودہ زمانہ میں مغربیت کے اثر کے ماتحت خود مسلمانوں نے عورت کے درجہ کو کم کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور بعض باتوں میں انہوں نے غلط اندازے بھی لگائے ہیں...... حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پردہ کے اندر ہی دین سیکھا تھا اور پردہ کے اندر ہی رہ کر وہ دین کی اتنی ماہر ہو گئیں تھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم آدھا دین عائشہؓ سے سیکھو۔ گویا سارے مرد مل کر آدھا دین سیکھ سکتے ہیں اور حضرت عائشہؓ اکیلی آدھا دین سکھا سکتی ہیں۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ پردہ کیا کرتی تھیں اور آپؓ نے جو دین سیکھا تھا وہ پردہ کے اندر رہ کر سیکھا تھا۔"

(الفضل انٹرنیشنل 03نومبر تا09نومبر 2006ء)

پس آج خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم ان پاکیزہ وجودوں کی حسین اسوہ پر عمل کر کے اپنی زندگی سنوار سکیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

نبوّت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لامحال
صفاتِ جمال اور صفات جلال
ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال
محمد ہی نام اور محمد ہی کام
علیك الصلوٰة علیك السلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

.اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

﴾13﴿

آنحضورؐ کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک

مدح حسن مصطفیٰ ہے ایک بحر بیکراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَھُمۡ ۚ وَلَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ ۖ فَاعۡفُ عَنۡھُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَھُمۡ وَشَاوِرۡھُمۡ فِی الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَوَکِّلِیۡنَ (ال عمران:160)

ترجمہ: پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو ان کے لئے نرم ہو گیا اور اگر تُو تُند خُو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دُور بھاگ جاتے۔ پس ان سے دَرگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تُو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

میرے بھائیو اور بہنو! میری گزارشات کا عنوان ہے **"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک"**

سامعین و سامعات! ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی سیرت کے حوالہ سے مختلف پہلو ہیں۔ اُن میں سے ایک پہلو بچوں اور بچیوں کے ساتھ پیار بھرا سلوک ہے۔ جس کو لوگوں کے سامنے اُجاگر کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ بالعموم ہمارے معاشرے کے بزرگ اور عمر رسیدہ لوگ بچوں سے میل ملاقات رکھنا اور اُن کے ساتھ مِل جُل کر محفلوں میں بیٹھنے سے اپنے آپ کو بالا سمجھتے ہیں۔ اپنے بچوں کے ساتھ تو شاید مِل بیٹھیں لیکن معاشرے کے دوسرے بچوں کے ساتھ بیٹھنے میں اپنی ہتک محسوس کرتے ہیں اور ایسے بچوں کے ساتھ شفقت اور پیار سے پیش آنے میں لیت و لعل کرتے ہیں خاص

طور پر ہمارے ایشین معاشرے میں بچوں کو معاشرے کا حصہ بنا کر اُن کے سروں پر دست شفقت رکھنا اور اِن بچوں کو اپنے ساتھ لے کر چلنا ایشین معاشرے کی قدریں اجازت نہیں دیتیں۔

مگر ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اندرونِ خانہ یعنی خاندان کے بچوں اور بیرونِ خانہ معاشرے کے بچوں کے ساتھ نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتے، اِن بچوں کو اپنے ساتھ بٹھاتے، اِن سے دینی و اسلامی باتیں کرتے، اِن کو کہانیاں سناتے اور اِن کے ساتھ کھیلتے بھی نظر آتے تھے۔ اب مَیں اپنی گفتگو کو دو حصوں میں تقسیم کر کے آگے بڑھتا/ بڑھتی ہوں۔ مَیں آغاز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونِ خانہ کے بچوں سے حسنِ سلوک سے کرتا/ کرتی ہوں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں سے آپؐ کا پیار و محبت کا سلوک آتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زیر تربیت نواسوں کے لیے دعا کیا کرتے تھے کہ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْھُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمُھُمَا اے اللہ! اِن دونوں پر رحم فرما مَیں بھی اِن سے نرمی کا سلوک کرتا ہوں اور ایک جگہ درج ہے کہ اے اللہ! مَیں اِن سے محبت کرتا ہوں تو بھی اِن سے محبت کر۔ آپؐ کے پاس جب بھی نیا پھل آتا تو آپؐ محفل میں موجود سب سے چھوٹے بچے کو ضرور دیتے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ ”بچوں کو چوما کرو اس کے بدلہ میں تم کو جنت میں بدلہ ملے گا۔ جو بچوں کے ساتھ شفقت اور رحمت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔“

میرے بھائیو اور بہنو! ایک دفعہ آپؐ اپنے بچوں کو چوم رہے تھے تو ایک بدّو نے دیکھ کر کہا کہ اے رسول! میرے 10 بچے ہیں مَیں نے تو اِن کو کبھی نہیں چوما۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر ایک موقع پر فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بچوں سے حسنِ سلوک کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں 9 سال تک آپؐ کی خدمت میں رہا۔ آپؐ نے مجھے اِن دس سالوں میں ایک دفعہ بھی نہیں جھڑکا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب حسن خلقہ ﷺ)

حضرت انسؓ کو ایک دفعہ حضور ﷺ نے کوئی کام کہا اور وہ راستہ میں بچوں کے ساتھ کھیل میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں حضور ﷺ اس جگہ تشریف لے آئے اور انہیں کھیل میں مصروف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کام کے متعلق استفسار فرمایا۔

سامعین و سامعات! ایک دفعہ آپؐ کے نواسے نے کسی بچے کو اونٹ پر سوار دیکھ کر اپنے نانا سے کہا کہ اونٹ پر بیٹھنا ہے۔ آپؐ نے نواسے کو کندھے پر سوار کر کے اونٹ کی طرح چلنا شروع کر دیا۔ کسی نے دیکھ کر کہا کتنی پیاری سواری ہے تو آپؐ نے فرمایا "سوار بھی کتنا پیارا ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے آپؐ کی نواسی امامہ بنت ابو العاص آکر آپؐ کے کاندھوں پر چڑھ بیٹھی اور اِسی طرح ایک بار حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نماز کے دوران آپؐ کے کندھوں پر چڑھ گئے تو آپؐ نے سجدہ لمبا کر دیا اور بچوں کو نیچے نہ اُتارا اور نہ جھٹکا دیا۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنے ایک زانو پر بٹھا لیتے اور دوسرے پر حسنؓ کو۔ یعنی جب بیٹھے ہوتے تو ران پہ ایک طرف حضرت حسن کو بٹھا لیتے اور دوسرے پر مجھے پھر ہم دونوں کو اپنے سینے سے چمٹا لیتے اور فرماتے: "اَللّٰھُمَّ ارْحَمْھُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمُھُمَا" اے اللہ ان دونوں پر رحم فرمانا۔ میں ان دونوں سے شفقت رکھتا ہوں۔

(بخاری کتاب الادب باب وضع الصبی علی الفخذ)

خاندان سے باہر بچوں سے حسنِ سلوک

معزز بھائیو اور بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس پہلو کو آپؐ کے خاندان سے باہر دیگر بچوں کے ساتھ شفقت اور پیار کو دیکھیں تو سب سے پہلے انسان کا دھیان اسلام آنے سے قبل کے اُس اندوہناک دَور کی طرف جاتا ہے جب بچیوں کو پیدائش کے معاً بعد زندہ در گور کر دیا جاتا تھا۔ جسے محسنِ انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر منع فرمایا اور لڑکیوں کو معاشرے میں زندہ رہنے کا حق دیا۔

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن، جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں، جب دنیا میں تو آتی تھی

جب باپ کی جھوٹی غیرت کا، خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی، یوں ماں تیری گھبراتی تھی
وہ رحمتِ عالم آتا ہے، تیرا حامی ہو جاتا ہے
تُو بھی انساں کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے

چونکہ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے اس لیے آپؐ کا لڑکیوں کے لیے بھی رحمت ہونا ضروری تھا۔ یوں آپؐ نے اُن کے حقوق کی بھی حفاظت فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اپنی اولاد کی عزت کرو" اور پھر ایک موقع پر فرمایا "باپ کا اپنی اولاد کو بہترین تحفہ اس کی تعلیم و تربیت ہے"

سامعین و سامعات! ایک دفعہ عید کے روز ایک مسلمان بچہ ایک ایسی جگہ افسردہ کھڑا تھا جہاں دیگر بچے عید کی خوشی کی وجہ سے کھیل کود رہے تھے اور اُن تحفوں کے بارے میں اظہارِ خیال کر رہے تھے کہ فلاں تحفہ فلاں نے دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپؐ نے اِس بچے کو دیکھا کہ وہ اِن بچوں کو حسرت سے دیکھ رہا ہے کہ اِن کے ماں باپ ہیں اس لیے اِن بچوں نے نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں تب آپؐ اِس بچے کو اپنے گھر لے گئے۔ نئے کپڑے دیے، نیا جوتا دیا اور فرمایا آج سے محمدؐ تمہارا باپ، عائشہؓ تمہاری ماں ہے اور فاطمہؓ تمہاری بہن ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں میں دوڑ کا مقابلہ کروایا کرتے تھے اور فرماتے تھے جو سب سے پہلے دوڑ کر مجھ تک پہنچے گا مَیں اُسے انعام دوں گا پھر جب بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے تو کوئی آپؐ کی پیٹھ پر چڑھ جاتا اور کوئی سینے پر۔ آپؐ اُن کو چومتے اور اُن کو اپنے ساتھ چِمٹا لیا کرتے تھے۔

آپؐ کا پیار صرف مسلمانوں کے بچوں کے ساتھ ہی نہ تھا۔ امت سے باہر بھی بچوں سے پیار سے پیش آتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ بچوں سے عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے اور اُن کی ہر ممکن مدد اور دلجوئی کرنے کی کوشش کرتے۔ ایسا ہی ایک دفعہ ایک جنگ میں کچھ بچے مارے گئے۔ آپؐ نے افسوس اور دکھ کا اظہار فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ حضور! مشرکین کے بچے تھے۔ آپؐ نے فرمایا آخر معصوم تھے۔

میرے بھائیو اور بہنو! ایک دفعہ آپؐ کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں چھوٹی عمر کی ایک لونڈی بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ اُسے دیکھ کر افسردہ ہوئے۔ آپؐ نے اِس سے رونے کی وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ مالکہ نے

دو درہم آٹا خریدنے کے لیے دیئے تھے جو لونڈی سے گم ہو گئے تھے۔ آپؐ نے اِس لونڈی کو دو درہم تھما دیئے۔ ابھی آپؐ واپس جانے لگے تو وہ پھر رونے لگی۔ آپؐ نے پھر رونے کی وجہ پوچھی تو لونڈی نے کہا کہ اب تاخیر ہونے کی وجہ سے مالکہ مجھے مارے گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس لونڈی کے ساتھ چل دیئے اور گھر چھوڑتے ہوئے مالکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے اس لونڈی پر ترس آگیا کہ تم اسے کہیں تاخیر ہونے کی وجہ سے مارنے نہ لگ جاؤ۔ اس پر مالکہ نے اِس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ جس پر آپؐ نے ایک گردن آزاد ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اُس اللہ کی تعریف کی۔

سامعین / سامعات! مَیں اپنے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے پیار اور حسنِ سلوک کا کون کون سا واقعہ بیان کروں۔ آپؐ نماز پڑھاتے تو اگر کسی بچے کے رونے کی آواز آپؐ سُن لیتے تو نماز مختصر کر دیتے اور فرمایا کرتے کہ اُس کا رونا اُس کی ماں پر گراں گزرتا ہے۔ کیونکہ آپؐ کے اندر بچوں کے لیے ماں سے بھی بڑھ کر محبت والا دل تھا۔ آپؐ ایک دفعہ محفل میں صحابہ کے ساتھ دائرہ کی صورت میں بیٹھے تھے کہ دودھ آگیا آپؐ نے دائیں طرف صحابہ کو دینا چاہا تو دائیں طرف ایک بچہ بیٹھا تھا جبکہ بائیں جانب حضرت ابو بکرؓ جیسے اجلّ صحابہ تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت تھی دائیں جانب سے شروع کرنے کی۔ آپؐ نے چاہا کہ حضرت ابو بکرؓ کو پہلے دیا جائے مگر آپ نے دائیں طرف بیٹھے بچے سے اجازت لے کر حضرت ابو بکرؓ سے شروع فرمایا۔ میرے بھائیو اور بہنو! ایک روایت میں ہے بچے سے جب اجازت چاہی گئی تو اُس نے نہایت ادب واحترام سے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمدؐ سے عرض کی کہ حضور! یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ مَیں حضور کی دائیں جانب بیٹھا ہوں اِس لئے مَیں حضور کے تبرک سے فَیضیاب ہونے کا پہلے مستحق ہوں۔ حضورؐ نے وہ تبرک پہلے بچے کو دیا۔ اللہ اللہ! بچوں کی معاشرے میں اتنی عزت؟ اِس واقعہ کو ہم اپنے معاشرے میں بچوں کے ساتھ سلوک سے موازنہ کریں ہمیں دُور دُور تک اِس جیسا واقعہ دیکھنے کو نہ ملے گا۔ بلکہ اِس کے برعکس ہم بچے پر سختی کر کے ایک طرف کر دیں گے۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد

بھائیو اور بہنو! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے مذاق اور مزاح کے ایک دو واقعات بیان کر دیتا / کر دیتی ہوں۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ سب سے زیادہ مزاح اور بے تکلفی کی باتیں کیا کرتے تھے۔

(دلائل النبوہ للبیہقی جلد اوّل صفحہ 331)

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے "اے دو کانوں والے" کہہ کر بلایا۔ (شمائل ترمذی)

اسی طرح حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا اس کا نام ابو عمیر تھا۔ اس کے پاس ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ وہ مر گئی۔ آپؐ آئے اور میرے بھائی کو افسردہ دیکھ کر ابو عمیر سے فرمانے لگے: يَا اَبَا عُمَيْر! مَا فَعَلَ النُّغَيْر؟ "یعنی اے ابو عمیر! تمہاری چڑیا کو کیا ہوا؟

(صحیح بخاری باب الانبساط الی الناس)

آپؐ اس بچے سے اس کی دلجوئی کے لیے پوچھا کرتے تھے۔

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام

علیك الصلوٰۃ علیك السلام

سامعین و سامعات! پس کل کے باپ بننے والے اِن ننھے ننھے بچوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے منہ چومتے، سینے سے لگاتے، ان کی دلجوئی کرتے، ان کے لیے دعائیں کرتے ان کو اسلام کی باتیں سکھاتے اور اسی حسن سلوک کی وجہ سے بچے بھی آپؐ سے بے پناہ محبت کرتے تھے جب بھی آپؐ کو دیکھتے تو خوشی خوشی آپؐ کی طرف دوڑ کر چلے آتے اور آپؐ ان کو باری باری گود میں اٹھا کر پیار کرتے۔ آپؐ کی عادت تھی کہ ہمیشہ بچوں کو پہلے سلام کرتے اور ان سے پاکیزہ مذاق بھی کرتے اور ان کو اچھی نیک باتیں بھی بتاتے۔

میرے بھائیو اور بہنو! یہ ہیں مختصر سے چند واقعات ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچوں سے پیار، محبت اور شفقت سے بھرے حسنِ سلوک کے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے بچوں کے ساتھ اسی طرح حسن سلوک کا مظاہرہ کرنے والا بنائے جس طرح کا سلوک ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں سے

کیا۔ جماعت کے بچے بھی ہمارے بچے ہیں ان کے ساتھ بھی پیار محبت اور شفقت کا سلوک روا رکھیں تاکہ وہ بھی آپ سے پیار کریں آپ کی عزت کریں اور آپ کی بتائی ہوئی نیک باتوں پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ دَائِمًا
فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿14﴾

میرے آقا حضرت محمدؐ نوجوانوں کے لئے اسوہ حسنہ

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں
محمدؐ است فرو زندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا
خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریّہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 157 حاشیہ)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی دونوں جہانوں کا امام اور چراغ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی زمین و زماں کا روشن کرنے والا ہے۔ مَیں خوفِ خدا کی وجہ سے اُسے خدا تو نہیں کہتا مگر خدا کی قسم! اس کا وجود اہل جہاں کے لئے خدا نما ہے۔

میرے عزیز خدام بھائیو! میری گزارشات کا عنوان ہے **"میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نوجوانوں کے لئے اسوہ حسنہ"**

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:21)

یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے۔

پھر فرمایا:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:5)

یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔

نیز فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:108)

اور ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت کے طور پر بنا کر بھیجا ہے۔

حضرات! ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کی زندگی کا ہر پہلو قابل تقلید نمونہ ہے۔ یہ ایک عاشقانہ تعلّی نہیں ہے۔ اس کی گواہی خود خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں دی اور حضور صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زندگی کے ہر دن نے اس کی تصدیق کی۔

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

اگر تو اس کی سچائی کی دلیل چاہتا ہے تو اس کا عاشق بن کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل ہے۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 649)

سامعین! دنیا کے بڑے بڑے لکھاری جوانی کو محض جنون، عشق و عاشقی اور جنگ و جدل کا زمانہ سمجھتے اور لکھتے ہیں۔ مگر جب ہم اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں تو آپؐ کی جوانی نہایت پاکیزہ اور مطہر نظر آتی ہے۔ جوانی کے زمانہ میں عائد ہونے والی تمام ذمہ داریوں کو نہایت احسن طور پر نبھاتے نظر آتے ہیں۔ مختصر وقت میں زیادہ باتوں کا احاطہ تو مشکل ہے۔ صرف خوشہ چینی ہی ہو سکتی ہے۔ جوانی کے زمانہ میں عموماً انسانی طبائع میں کسی بات پر فوری React کرنے یا زیادہ React کرنے کا مادہ عام طور پر زیادہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خود نہایت متحمل مزاج تھے بلکہ آپؐ نے تعلیم دی کہ

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اٰمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ

(سنن نسائی کتاب الایمان بَاب صِفَةُ المُومِنِ حدیث 5000)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے انسان امن میں رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کی جانیں اور مال محفوظ رہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا:

"ہر آسانی پیدا کرنے والا، نرم خُو، نرم دل اور لوگوں کے قریب رہنے والا اہل جنت میں شامل ہے۔"

(المعجم الصغیر طبرانی جلد 1 صفحہ 72 حدیث نمبر 89 مکتب اسلامی بیروت 1985ء طبع اوّل)

فرمایا:

مَنْ لَا یَرْحَمُ النَّاسَ لَا یَرْحَمْہُ اللّٰہُ

جو لوگوں پر رحم نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر رحم نہیں کرے گا۔

(جامع ترمذی کتاب البر والصلة باب ما جاء فی رحمة المسلمین)

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ ہمیں فرمایا کرتے تھے جب تم میں سے کسی کو غصّہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جایا کرے اگر غصّہ دور ہو جائے تو ٹھیک ورنہ وہ لیٹ جائے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب 4)

اسی طرح فرمایا کہ نرم روی اور دھیما پن ہر کام میں ہونا چاہیے، سوائے آخرت کے نیک کام کے کہ وہ جلدی کر لینا چاہیے۔

(مستدرک حاکم جلد 1 صفحہ 132)

یہ صرف تعلیم ہی نہیں تھی خود جو عمل تھا اس کے متعلق حضرت عائشہؓ گواہی دیتے ہوئے فرماتی ہیں:
”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کی خاطر اپنے اوپر ہونے والی کسی زیادتی کا انتقام نہیں لیا۔“

حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک عرب نے ان سے ذکر کیا کہ جنگ حنین میں بھیڑ کی وجہ سے اس کا پاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پر جا پڑا۔ سخت قسم کی چپل جو مَیں نے پہن رکھی تھی اس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں بُری طرح زخمی ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف کی وجہ سے ہلکا سا کوڑا مارتے ہوئے فرمایا: عبد اللہ! تم نے میرا پاؤں زخمی کر دیا ہے۔ اِس سے مجھے بڑی ندامت ہوئی ہے ساری رات مَیں سخت بے چین رہا کہ ہائے! مجھ سے یہ غلطی کیوں ہوئی۔ صبح ہوئی تو کسی نے مجھے آواز دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلاتے ہیں۔ مجھے اَور گھبراہٹ ہوئی کہ کل کی غلطی کی وجہ سے شاید میری شامت آئی ہے۔ بہر حال میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی شفقت سے فرمایا: کل تم نے میرا پاؤں کچل دیا تھا اور اس پر مَیں نے تم کو ایک کوڑا ہلکا سا مارا تھا اس کا مجھے

افسوس ہے۔ یہ 80 بکریاں تمہیں دے رہا ہوں یہ لو اور جو تکلیف تمہیں مجھ سے پہنچی ہے اس کو دل سے نکال دو۔

(مسند دارمی باب فی سخاء النبی ﷺ)

تیری الفت سے ہے معمور میرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے

میرے بھائیو! نوجوانی میں انسان پر گھر بار کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ انسان کے اخلاق کا اندازہ اس کے گھر والوں سے سلوک سے بھی ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ

(ترمذی کتاب المناقب باب فضل أزواج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے۔

گھروں میں امن کے قیام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل ارشاد بہت ہی قابل عمل ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّم یَرحَم صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ حَقَّ کَبِیرِنَا

(الادب المفرد للبخاری باب رحمۃ الصغیر)

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے بچوں سے رحم کا سلوک نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کے حق کا پاس نہیں کرتا۔

حضرت خدیجہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک طویل عرصہ گزارنے کے بعد پہلی وحی کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ معاشرت کے بارے میں جو گواہی دی وہ یہ تھی:

فَوَاللّٰہِ لاَ یُخْزِیْکَ اللّٰہُ أَبَدًا وَاللّٰہِ إِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلَی نَوَائِبِ الْحَقِّ

اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اللہ کی قسم! آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں، آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، آپ کمزور وناتواں کا بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں، جنہیں کہیں سے کچھ نہیں ملتا وہ آپؐ کے ہاں پا لیتے ہیں۔ آپؐ مہمان نواز ہیں اور حق کے راستے میں پیش آنے والی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

پھر نہایت ہی خوبصورت تعلیم دی کہ

کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی نظر میں اس عورت کی کوئی خصلت وعادت ناپسندیدہ ہوگی تو کوئی دوسری خصلت وعادت پسندیدہ بھی ہوگی۔

(صحیح مسلم)

سامعین! آج کل معاشرے میں بعض لوگ پیسہ جمع کرنے میں جوشیلے نظر آتے ہیں لیکن اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تم جو کچھ اپنے آپ کو کھلاتے ہو وہ تمہارے لیے صدقہ ہے۔ جو اپنے بچے کو کھلاتے ہو وہ بھی صدقہ ہے۔ جو بیوی کو کھلاتے ہو وہ بھی صدقہ ہے اور جو اپنے خادم کو کھلاتے ہو وہ بھی صدقہ ہے۔“

(مسند احمد بن حنبل، حدیث المقدام بن معدیکرب، الحدیث:17179، جلد6 صفحہ 92)

پھر بنیادی حقوق کی ادائیگی سے متعلق فرمایا کہ

اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ

(ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا حدیث:1166)

یعنی غور سے سنو! بیویوں کا تم پر حق ہے کہ اوڑھنے، پہننے اور کھانے پینے کے معاملات میں اُن کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔

حضرات! نوجوانی میں بعض اوقات انسان ایک دوسرے سے خفا بھی ہو جاتا ہے۔ کبھی نوبت بول چال بند ہونے پر بھی آجاتی ہے۔ ہمارے آقا ومولیٰ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی کہ

لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هَذَا وَيُعْرِضُ هَذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِى يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ

(متفق علیہ)

کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔ جب وہ دونوں ملیں تو یہ اس سے اعراض کرے اور وہ اس سے اعراض کرے اور ان دونوں میں سے زیادہ بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

اسی تعلیم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازہ سے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بد قسمت ہے وہ شخص جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بد بخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

سامعین! خدا کی راہ میں اگر قتال کی ضرورت پیش آجائے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (البقرۃ:191)

اور اللہ کی راہ میں ان سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو شجاعت اور بہادری کا درس دیتے ہوئے فرمایا:

لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا

(صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب كَرَاهَةُ تَمَنِّي لِقَاءِ الْعَدُوِّ...)

دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور جب ان سے مڈھ بھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔

حضرات! قتال کے بعد فتح بھی آتی ہے۔ تاریخ کے اوراق کھنگالیں تو فاتحین زیر نگیں اقوام پر ہر قسم کے جبر روا رکھتے نظر آتے ہیں۔ اس کا نقشہ قرآن کریم میں یوں بیان ہوا ہے:

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ

(النمل:35)

کہ شہروں میں داخلے کے وقت آبادیوں کو ویران اور ان کے معزز مکینوں کو بے عزت اور ذلیل کر دیا جاتا ہے۔

لیکن یہاں بھی ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے عدیم المثال اسوہ قائم فرما گئے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تو اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا لیکن ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کے پیاسے دشمنوں کے ناقابل معافی جرائم سے درگزر کرتے ہوئے عام معافی کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا:

إِذْهَبُوْا فَأَنْتُمُ الطّلَقَاءِ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

کہ جاؤ! تم آزاد ہو آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم
کہ دارد شوکت و شان محمدؐ

(اشتہار20/ فروری1893ء صفحہ 1)

میں دونوں جہانوں میں کوئی ایسا فرد نہیں پاتا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شان و شوکت رکھتا ہو۔

معزز خدام بھائیو! آخر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے چند اقتباسات پیش کر کے اپنی تقریر کو ختم کروں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کے متعلق فرماتے ہیں:

..."ہاں جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰؑ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُن اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

تو خلق عظیم پر ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہاں تک درختوں کے لئے طول و عرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ و شمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 606 بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

فرمایا:

"وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسانِ کامل کہلایا...وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"...

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

فرمایا:

”ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار۔ رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی۔ “

(سراج منیر صفحہ 72)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے۔ لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مرد خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا۔ (الاحزاب:57)۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 301)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ عَلٰی اِبْرَاھِیمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴾15﴿

امن کا شہزادہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محمدؐ عربی بادشاہِ ہر دوسرا
کرے ہے روح قُدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:108)

ترجمہ: اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:57)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ
كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ آلِهٖ

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"امن کا شہزادہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم"**

سامعین / سامعات! تقریر کے آغاز پر خاکسار نے عربی کے جو دو اشعار پڑھے ہیں یہ آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور شمائل پر کسی شاعر نے کہے ہیں۔ جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کمالات عطا فرمائے تھے، اُن کے سبب آپؐ انتہائی بلندی پر فائز ہو گئے تھے۔ آپؐ کے ظاہری و باطنی حُسن کے اندھیرے کافور ہو گئے۔ آپؐ کے اخلاق اور تمام عادت و خصائل نیک، پاکیزہ اور حسین تھے۔ آپؐ اور آپؐ کی آل اولاد پر درود و سلام ہو۔

سامعین! اِن اشعار میں جن کمالات کا ذکر ہے جو آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے۔ اُن میں ایک صفت امن و سلامتی کا حامل ہونا ہے جس کی بناء پر آپؐ کو "**امن کا شہزادہ**" یا "**امن کا سفیر**" کہا جاتا ہے۔ آپؐ پر جو دین نازل ہوا وہ اسلام کہلایا۔ جو سَلِمَ سے مُشتَق ہے جس کے معنی امن و سلامتی اور صلح و آشتی کے ہیں۔ آپؐ پر ایمان لانے والا مُسلِم یا مومن کہلایا۔ یعنی سلامتی والا، امن والا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُسلم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا اَلْمُسلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ (صحیح بخاری کتاب الایمان) کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ جبکہ مومن کی تعریف میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤمِنُ مَنْ أَمَنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِم وَأَمَوَالِهِم (سنن نسائی حدیث 4995)مومن وہ ہے جس سے لوگوں کی جان ومال محفوظ رہیں۔

مسلم اور مومن کی ان تعریفوں پر ذرا سا غور کریں تو اسلام اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت ہی لطیف مضمون اُبھر کر سامنے آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان کی تعریف میں اسلام کے اندر دوسرے مسلمان کی امن و شانتی کو محفوظ بنایا گیا ہے جبکہ مومن (جو مسلم سے اگلا درجہ ہے) کی تعریف میں اسلام سے باہر بسنے والے دیگر مذاہب کے باشندوں کے خون اور اموال کی حفاظت کو یقینی بنایا گیا ہے۔ گو سنن نسائی کی روایت میں دونوں جگہ "الناس" کے الفاظ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمائے لیکن باقی روایات میں مسلم کے ساتھ مسلمانوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (الحج:79) فرما کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو مسلمان کے نام سے پکارا ہے۔ جس کی تشریح آپؐ نے السّلَامُ مِنَ الْاِسْلَامِ کہہ کر فرمائی کہ امن و سلامتی اسلام میں ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل ہی چھوٹی عمر اور جوانی میں بھی لوگوں کے لیے امین ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ہی آپؐ کی طبعیت میں امن و سلامتی ودیعت کر رکھی تھی۔ حِلف الفَضول کا معاہدہ ہو یا خانہ کعبہ کی تعمیر میں حجر اسود مقررہ جگہ پر رکھنے کا ذکر ہو ہر موقع پر آپؐ لوگوں میں امین بن کر ظاہر ہوئے۔ حِلف الفضول، فضل نامی لوگوں کے درمیان ایک معاہدہ کا نام ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ

وسلم بھی شامل تھے۔ آپؐ نے اِس معاہدہ کی اِس حد تک پاسداری کی کہ ایک دفعہ آپؐ ابو جہل کے گھر حاضر ہو گئے اور ایک غریب و مفلس دوست کی غصب شدہ رقم ابو جہل سے واپس دلوائی۔ آپؐ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں وَاللّٰہِ اِنِّی لَاَمِیْنٌ فِی السَّمَاءِ وَاَمِیْنٌ فِی الْاَرْضِ (الشفاء لقاضی عیاض) کہ اللہ کی قسم! مَیں آسمان اور زمین دونوں میں امین بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

آپؐ نے معاشرے میں بسنے والے مسلمانوں میں امن و شانتی سے رہنے کے لیے جو رہنما ارشادات فرمائے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ مَن لا یَرْحَمُ النَّاسَ لا یَرْحَمُہُ اللّٰہُ (ترمذی کتاب البرّ والصلة) کہ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اُس پر رحم نہیں کرے گا۔ پھر ایک موقع پر فرمایا مَن لَم یَرحَمْ صَغیرَنا و لَم یَعرِفْ حَقَّ کَبیرِنا فَلَیسَ مِنّ (حدیقة الصالحین) کہ وہ شخص جو ہم میں سے اپنے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کے حق کا پاس نہیں کرتا اُس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اپنے مسلمان بھائی کی عزت و توقیر اور اُس کی ہمدردی کا اِس حد تک آپؐ کو خیال رہتا تھا کہ آپؐ نے بارہا ایک مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے حقوق ادا کرنے کی طرف نہ صرف توجہ دلائی بلکہ آپس میں بھائی چارہ اور محبت و پیار کے تعلق کو پروان چڑھانے کے لیے آپؐ جہاں فکر مند رہتے وہاں دعاؤں اور نصائح کے ذریعہ صحابہؓ کو بھائی چارہ کے قریبی تعلق سے باندھ دیا۔ فرمایا کہ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اُس کی عزت، اُس کا مال اور اُس کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

(ترمذی کتاب البرّ والصلة)

بھائیو اور بہنو! معاشرے میں بسنے والے لوگوں کے رشتوں میں ایک رشتہ ہمسائے کا رشتہ ہے۔ جو بہت نازک رشتہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر کسی انسان کے با اخلاق ہونے سے آگاہی پانی ہو تو اُس کے اپنے ہمسائے سے تعلقات دیکھ لو اگر وہ اچھے ہیں تو وہ انسان بھی اچھا ہے۔ اِس میدان میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہسوار کے طور پر دیکھیں تو آپؐ اپنے ہمسائیوں کے لیے امین تھے۔ محلہ اور گلی کوچوں میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں، کوئی دنگا فساد نہیں۔ ہر طرف امن ہی امن نظر آتا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی زمین کو اِس حد تک محترم قرار دیا کہ اِس میں کسی کا قتل ناجائز، لڑائی جھگڑا ناجائز حتّٰی کہ جانور کا شکار بھی منع فرما دیا۔ جب اِس زمین کو محترم قرار دے دیا تو پھر ایک انسان کی قدر و منزلت کا اندازہ سامعین آپ خود لگا لیں۔ آپؐ

فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ نے مجھے ہمسایہ سے حسن سلوک کی اِس قدر تلقین کی کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ کہیں وہ ہمسایہ کو حق وراثت کا ہی حقدار نہ قرار دے دیں۔ نیز آپؐ نے اپنے گھروں میں بننے والے سالن کے شوربہ کو ہمسائیوں میں بطور تحفہ بھجوانے کا ارشاد بھی فرمایا۔

(مسلم کتاب البرّ والصلۃ)

پیارے بھائیو اور معزز بہنو! ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے لیے بھی امن کے شہزادہ تھے۔ آپؐ کے مبارک نمونہ سے گھر امن کا گہوارہ بن گئے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِی (ترمذی) کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے۔ حسن سلوک کے حوالہ سے مَیں تم سب سے اپنے اہلِ خانہ سے محبت و پیار اور امن و سلامتی کے لحاظ سے بہتر ہوں۔

آپؐ کی سیرت کا یہ پہلو اِس قدر روشن تھا کہ ایک انسان کی زندگی میں جو بھی رشتے داریاں آتی ہیں اِن کا آپؐ کے ساتھ تعلقات ظاہر ہوتے ہیں۔ اُن تمام کا اگر آپؐ کی مبارک زندگی پر احاطہ کیا جائے تو ہر طرف سے امن ہی امن کی صدائیں بلند ہوتی نظر آتی ہیں۔ آپؐ کی پُر امن زندگی کے علاوہ جنگوں میں بھی جب آپؐ نظر آئے تو جارحانہ جنگوں میں بھی امن ہی کی تلاش میں آپؐ نظر آتے رہے۔ مکی زندگی میں 13 سال دشمنوں، کفارِ مکہ اور سرداران ِمکہ کے ہاتھوں ظلم و استبداد کا بازار گرم رہا۔ ہر طرف سے اذیتیں، دُکھ اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا مگر آپؐ نے اِن مظالم کا حساب لینے کی بجائے امن کا عَلم بلند رکھا۔ بالآخر آپؐ اپنی قوم سے لڑنے جھگڑنے کی بجائے امن کی خاطر حبشہ کی طرح مدینہ ہجرت کر گئے۔ مدینہ میں بھی جو جنگیں لڑنے کے لیے آپؐ کو مجبور کیا گیا وہ بھی صرف خود حفاظتی کی خاطر تھیں۔ آپؐ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ یہ جنگ ہم سے ٹل جائے اور امن کی فضا قائم ہو جائے۔ صلح حدیبیہ کو دیکھ لیں۔ آپؐ نے جنگ سے پرہیز کیا اور اپنی عزت کے خلاف شرائط پر آپؐ نے صلح کر کے امن قائم کر دیا۔ آپؐ نے اپنے ساتھ کئے ہوئے تمام معاہدوں کی اِس قدر پاسداری کی کہ صلح حدیبیہ میں درج شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اگر مکہ سے کوئی مسلمان بھاگ کر مدینہ چلا آئے گا تو اُسے واپس مکہ بھجوا دیا جائے گا۔ آپؐ ابو جندلؓ کو باوجود بیڑیوں میں دیکھ کر بھی انہیں مکہ صرف اس لیے واپس بھجوا دیتے ہیں کہ کہیں امن برباد نہ

ہو جائے۔ نجران کے ساتھ معاہدہ اور سینٹ کیتھرین کے راہبوں کے ساتھ کیے گئے امان نامے بھی اسی لیے طے پائے کہ کہیں امن کے ماحول میں خلل نہ واقع ہو۔ آپؐ نے جنگوں میں درختوں کو کاٹنے، جانوروں کو قتل کرنے، عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا حتٰی کہ جنگوں میں آنے والے قیدیوں کے ساتھ نرمی کا سلوک اس لیے کیا گیا کہ دشمن کی دل آزاری نہ ہو۔ اگر آپؐ کے ساتھیوں نے حضرت عباسؓ کی مُشکیں آسان کر دیں تو آپؐ نے تمام قیدیوں کی مُشکیں آسان کروا دیں کہ برابری کا سلوک ہو۔ برابری اور مساوات بھی ایک امن و سلامتی کے پیغام کا ہی دوسرا نام ہے۔ کسی گورے کو کالے پر فوقیت نہیں کا بھی ارشاد فرما کر معاشرہ میں برابری و مساوات کر کے امن قائم کرنے کے راستے ہموار کیے اور فرمایا کسی عربی کو غیر عربی پر فضیلت نہیں اور نہ ہی غیر عربی کو عربی پر فوقیت حاصل ہے۔ بلا امتیاز رنگ و نسل سب ایک ہیں اور سب برابر ہیں۔ یہی معاشرہ میں امن کے قیام کا بنیادی اور سنہری اصول ہے۔ اِس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّاُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآٮِٕلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰٮكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ

(الحجرات:14)

ترجمہ: اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متّقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

سامعین / سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرنے کے لیے ایک بحر بے کنار چاہیے۔ چند منٹوں میں تو آپؐ کی سیرت کے کسی ایک روشن اور تابناک پہلو کی سیرت میں سے چند واقعات ہی بیان ہو سکتے ہیں۔ مَیں اپنی تقریر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے ارشادات پر ختم کرتا / کرتی ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”جذب اور عقدِ ہمت ایک انسان کو اس وقت دیا جاتا ہے جبکہ وہ خدا تعالیٰ کی چادر کے نیچے آ جاتا ہے اور ظل اللہ بنتا ہے پھر وہ مخلوق کی ہمدردی اور بہتری کے لئے اپنے اندر ایک اضطراب پاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ اس مرتبہ میں کل انبیاء علیھم السلام سے بڑھے ہوئے تھے اس لئے آپؐ مخلوق کی تکلیف دیکھ نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ(التوبہ: 128)۔ یعنی یہ رسول تمہاری تکالیف کو دیکھ نہیں سکتا۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 341 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

”کیا اُس مذہب کو ہم جبر کا مذہب کہہ سکتے ہیں جس کی کتاب قرآن میں صاف طور پر یہ ہدایت ہے کہ لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ (البقرۃ:257) یعنی دین میں داخل کرنے کے لئے جبر جائز نہیں۔ کیا ہم اِس بزرگ نبی کو جبر کا الزام دے سکتے ہیں جس نے مکہ معظمہ کے تیرہ برس میں اپنے تمام دوستوں کو دن رات یہی نصیحت دی کہ شر کا مقابلہ مت کرو اور صبر کرتے رہو۔ ہاں جب دشمنوں کی بدی حد سے گزر گئی اور دین اسلام کے مٹا دینے کے لئے تمام قوموں نے کوشش کی تو اُس وقت غیرت الٰہی نے تقاضا کیا کہ جو لوگ تلوار اٹھاتے ہیں وہ تلوار ہی سے قتل کئے جائیں۔ ورنہ قرآن شریف نے ہرگز جبر کی تعلیم نہیں دی۔ اگر جبر کی تعلیم ہوتی تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جبر کی تعلیم کی وجہ سے اس لائق نہ ہوتے کہ امتحانوں کے موقع پر سچے ایمانداروں کی طرح صدق دکھلا سکتے“

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 11-12)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

”آنحضرت ﷺ.... کامل انسان اللہ تعالیٰ کا سچا پرستار بندہ تھا اور ہماری اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ان کے سوا الٰہی رضا ہم معلوم نہیں کر سکتے اور اسی لئے فرمایا قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ .... جس طرح پر اس نے اپنے غیب اور اپنی رضا کی راہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ظاہر کی ہیں اسی طرح پر اب بھی اس کی غلامی میں وہ ان تمام امور کو ظاہر فرماتا ہے۔ اگر کوئی

انسان اس وقت ہمارے درمیان آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، داؤد، محمد، احمد ہے تو محمد ﷺ ہی کے ذریعہ سے ہے اور آپ ﷺ ہی کی چادر کے نیچے ہو کر ہے۔ کوئی راہ اگر اس وقت کھلتی ہے اور کھلی ہے تو وہ آپ ﷺ میں ہو کر، ورنہ یقیناً یقیناً سب راہیں بند ہیں۔ کوئی شخص براہ راست اللہ تعالیٰ سے فیضان حاصل نہیں کر سکتا۔"

(حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 463)

حضرت مصلح موعودؓ رسول کریم ﷺ کے متعلق ایک جگہ فرماتے ہیں:

"ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی و اھلی کو اپنی ساری جان اور سارے دل سے پیار کرتے ہیں اور ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ ان پاکبازوں کے سردار کی جوتیوں کی خاک پر بھی فدا ہے..... ہماری جانیں حاضر ہیں، ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں جس قدر چاہیں ہمیں دکھ دے لیں لیکن خدا را نبیوں کے سردار محمد مصطفی ﷺ کو گالیاں دے کر آپؐ کی ہتک کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ نہ کریں کہ اس ذات بابرکات سے ہمیں اس قدر تعلق اور وابستگی ہے کہ اس پر حملہ کرنے والوں سے ہم کبھی صلح نہیں کر سکتے۔ ہماری طرف سے بار بار کہا گیا ہے اور میں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جنگل کے درندوں اور بن کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے۔ لیکن ان لوگوں سے ہرگز نہیں ہو سکتی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے ہیں۔"

(انوار العلوم جلد 9 صفحہ 552-553)

محمدؐ جو ہمارا پیشوا ہے
محمدؐ جو کہ محبوب خدا ہے
اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شہنشاہ ہر دوسرا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”پیارے نبی ﷺ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہو۔ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی اکرم ﷺ پر ہر آن اور ہر لحظہ درود اور سلام بھیج رہے ہیں۔ مظہر صفات الٰہیہ اور فرشتہ صفت بنو اور نبی ﷺ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہو۔ تا اس کی برکت سے ہماری زبانوں سے حکمت و معرفت کی نہریں جاری ہوں“

(روزنامہ الفضل 9 جنوری 1976ء)

کیسے ایک مسلمان حقیقی طور پر مسلمان بن سکتا ہے۔ اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”مَیں آپ کو سچائی اور امانت کی طرف بلاتا ہوں اور یہ دو چیزیں جب آپ کی ذات میں اکٹھی ہو جائیں تو آپ لازماً مسلم بن جاتے ہیں کیونکہ مسلم کی جو تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی ذات سے کسی دوسرے کو کوئی خطرہ نہ رہے، کوئی گزند نہ پہنچے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر آپ سچائی پر قائم ہوں اور اگر آپ امین ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ سے خوف نہیں کھا سکتی۔ ان معنوں میں خوف نہیں کھا سکتی کہ آپ سے کوئی گزند ان کو نہیں پہنچے گا۔ آپ پر کامل اعتماد اس کو پیدا ہو جائے گا ...... اس پہلو سے آپ پر لازم ہے کہ ان دو صفات کو پکڑ کر بیٹھ جائیں تب آپ سچے معنوں میں مسلم بن جائیں گے۔ پھر ساری دنیا شور مچاتی رہے کہ آپ غیر مسلم ہیں، غیر مسلم ہیں، غیر مسلم ہیں خدا کے فرشتے ان آوازوں کو لعنت کے ساتھ ردّ کرتے چلے جائیں گے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بنیادی صفات جن لوگوں میں ہوں ان کو تمام دنیا کا شور و غوغا بھی غیر مسلم نہیں بنا سکتا۔ مسلم وہ ہے جس کے وجود سے امن وابستہ ہے، سلامتی وابستہ ہے اور اپنے کام اور اپنوں کی سلامتی بھی وابستہ ہے اور غیروں کا امن اور غیروں کی سلامتی بھی وابستہ ہے۔“

آزاد تیرا فیض زمانے کی قید سے
برسے ہے شرق و غرب پہ یکساں ترا کرم
تُو مشرقی نہ مغربی اے نور! شِش جِہات
تیرا وطن عرب ہے نہ تیرا وطن عجم

اسلام ایک امن قائم کرنے والا مذہب ہے۔ معاشرے میں امن اسلام پر عمل پیرا ہو کر ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”مومن ایک دوسرے کے امن کی ضمانت ہے۔ اگر مسلمان غور کریں تو اسلام کی امن قائم کرنے والی تعلیمات میں سے یہی ایک حکم ہی امن، پیار اور محبت کی ضمانت بن جاتا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے اللہ تعالیٰ کے حکموں کو بھول کر مسلمان ہی مسلمانوں کی گردنیں کاٹ رہے ہیں۔ صحابہؓ اس کا کس طرح خیال رکھا کرتے تھے۔ ایک دن ایک صحابی دوسرے صحابی کے پاس آئے اور کہا آؤ! بازار چلیں۔ بازار گئے اور چکر کاٹ کر لوگوں کو مل کر واپس آ گئے۔ کچھ خریدا نہیں۔ چند دنوں بعد پھر پہلے والے صحابی دوسرے صحابی کے پاس آئے کہ چلو! بازار چلیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر تو کچھ خریدنا ہے تو پھر تو جاؤ اور اگر پچھلی دفعہ کی طرح تم نے چکر کاٹ کر ہی واپس آنا ہے تو اس کا فائدہ کیا؟ تو پہلے صحابی نے جواب دیا کہ مَیں تو اس لئے جاتا ہوں کہ بازاروں میں دوسروں کو سلام کروں اُن کو دعائیں دوں اور اُن سے دعائیں لوں اور سلام کو رواج دینے اور پھیلانے کے حکم پر عمل کروں۔

(المؤطا کتاب السلام باب جامع السلام حدیث 1793)

تو یہ تھا صحابہ کا حال کہ چھوٹے چھوٹے حکموں پر ایک فکر سے عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ احمدیوں کو خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہئے اور بڑھ کر جواب دینے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہی چیز ہے جو ہمارے اندر بھی ہمارے معاشرے میں بھی امن اور پیار کی فضا پیدا کرے گی۔ ایک دوسرے کے جذبات کی طرف توجہ دلائے گی۔“

(خطبہ جمعہ 19 فروری 2010ء)

ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احباب جماعت کو نصیحتاً فرمایا:

”یہ احمدی کی ذمہ داری ہے کہ اس سلامتی کے پیغام کو ہر طرف پھیلاتا چلا جائے۔ ہر دل میں یہ بات راسخ کر دے کہ اسلام تشدد کا نہیں بلکہ پیار اور محبت کا علمبردار ہے۔ ہر سطح پر اسلام کی تعلیم امن اور سلامتی کو قائم رکھنے کی تعلیم ہے۔ اسلام نے قوموں اور ملکوں کی سطح پر بھی امن اور سلامتی قائم کرنے کے لئے جو

خوبصورت تعلیم دی ہے اس کا مقابلہ نہ کوئی انسانی سوچ کر سکتی ہے اور نہ کوئی مذہب کر سکتا ہے۔ اس خوبصورت تعلیم پر عمل سے ہی دنیا کا امن اور سلامتی قائم ہو سکتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 22؍ جون 2007ء)

میرے بھائیو اور بہنو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو اقتباسات پر میں اپنی گزرشات ختم کرتی / کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں"

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 118-119)

ایک اور جگہ فرمایا:

"اگر کسی نبی کی فضیلت اس کے ان کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو اٹھو، اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد ﷺ کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں...... اندھے مخلوق پرستوں نے اس بزرگ رسولؐ کو شناخت نہیں کیا جس نے ہزاروں نمونے سچی ہمدردی کے دکھلائے۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت پہنچ گیا ہے کہ یہ پاک رسول شناخت کیا جائے چاہو تو میری بات کو لکھ رکھو..... اے سننے والو سنو اور اے سوچنے والو سوچو اور یاد رکھو کہ حق ظاہر ہو گا اور وہ جو سچا نور ہے چمکے گا"

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 184۔ ایڈیشن 2018ء UK)

فرمایا:

"اے پیارے خدا اس پیارے نبیؐ پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو"

(اتمام الحجہ۔روحانی خزائن جلد8 صفحہ 308)

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا

فِیْ ھٰذِہٖ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٖ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَحُزْنِہٖ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَاَنْزِلْ عَلَیْہِ اَنْوَارَ رَحْمَتِکَ اِلَی الْاَبَدِ

(برکات الدعا، صفحہ 10-11)

﴿16﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایفائے وعدہ

وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا (بنی اسرائیل:35)

ترجمہ: اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں
محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا
خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریّہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 157 حاشیہ)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی دونوں جہانوں کا امام اور چراغ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی زمین و زماں کا روشن کرنے والا ہے۔ مَیں خوفِ خدا کی وجہ سے اُسے خدا تو نہیں کہتا مگر خدا کی قسم! اس کا وجود اہل جہاں کے لئے خدا نما ہے۔

معزز بہنو و بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان "**آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خُلق اور وصف ایفائے عہد**" ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں 700 سے زائد احکام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے اور آپؐ اِن تمام اوامر پر عمل کرنے کے لحاظ سے اور نواہی سے رُکنے کے حوالہ سے تمام مخلوق میں سب سے نمایاں اور آگے تھے۔ اِن احکامِ خداوندی میں سے ایک حکم اِیفائے عہد بھی ہے۔ یعنی اپنے خالقِ حقیقی سے اور اُس کی مخلوق سے کیے گئے عہدوں اور وعدوں کی پاسداری کرنا۔ اِس حوالے سے بھی دُنیا بھر کی مخلوق کا اگر جائزہ لیں تو مجھے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی فرد بھی ایفائے عہد کی پاسداری کرنے والا نہ ملا۔ اللھم صلی علیٰ محمد وعلیٰ ال محمد

آپؐ فرماتے ہیں کہ جس کا عہد نہیں اُس کا کوئی دین نہیں۔

(مسند احمد جلد 3 صفحہ 135)

آپؐ کے اندر یہ خوبی اور وصف بچپن سے ہی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اندر یہ وصف چھوٹی عمر سے ہی ودیعت کیا گیا تھا۔

معزز بہنو و بھائیو! مکہ میں چند لوگوں نے ایک معاہدہ پر دستخط کئے جس کا بنیادی مقصد مظلوموں کی مدد کرنا تھا۔ اِس معاہدہ پر دستخط کرنے والے لوگوں میں سے اکثر کا نام فضل تھا۔ جس کی وجہ سے یہ معاہدہ "حِلفُ الفَضول" کہلوایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اِس کے ایک ممبر تھے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ اِس معاہدہ میں شرکت کی خوشی مجھے اونٹوں کی خدمت سے بھی زیادہ ہے۔ آپؐ بعثت کے بعد بھی اِس معاہدہ کے پابند رہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک غریب شخص نے آپؐ سے استدعا کی کہ ابوجہل میری امانت واپس نہیں کر رہا۔ وہ مجھے واپس دلوادیجئے۔ آپؐ سیدھے سخت معاندِ اسلام ابوجہل کے گھر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوجہل باہر نکلا۔ آپؐ نے اُس سے کہا کہ کیا اِس شخص کی کوئی امانت تمہارے پاس ہے؟ ابوجہل فوراً اندر گیا اور وہ امانت واپس لا کر دی۔ سردارانِ مکہ نے ابوجہل کو لَعن طَعن کی کہ تمہی نے تو ہمیں کہہ رکھا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس معاہدہ کے تحت کسی کی مدد کے لئے ہمارے پاس آئے تو ہم اُس کے ساتھ تعاون نہیں کریں گے۔ پھر تم نے خود ہی اِس عہد کو توڑا اور امانت لا کر واپس کر دی۔ ابوجہل بولا۔ مَیں کیا کرتا مَیں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دونوں اطراف وحشی اونٹ کھڑے دیکھے کہ وہ مجھ پر حملہ کرنے والے ہیں تو اِس ڈر اور وحشت کی وجہ سے مَیں نے وہ امانت واپس کر دی۔

(ابن هشام جز 1 صفحہ 133-389)

معزز بھائیو اور بہنو! تاریخِ اسلام نے ایک اور نہ بُھلایا جانے والا واقعہ اپنے سینہ میں محفوظ کر رکھا ہے۔ ایک شخص نے راستہ چلتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا سودا کر لیا۔ اُس شخص کے پاس رقم پوری نہ تھی۔ یہ طے پایا کہ بقیہ رقم فلاں جگہ پر فلاں وقت پر ادا ہوگی۔ وہ شخص واپس آکر گھر کے دیگر کاموں میں مصروف ہو گیا اور رقم دینی بھول گیا۔ تین روز بعد جب یاد آیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے اور صرف اتنا فرمایا کہ تم نے ہمیں مشکل میں ڈالا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الادب)

میرے بھائیو اور بہنو ! آئیں! اب مختصر طور پر چند مزید واقعات کا ذکر کرکے اللھم صلی علی محمد گنگنائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ حج کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے۔ وہاں حدیبیہ کے میدان میں پڑاؤ ڈالا۔ حج تو نہ ہو سکا یا یوں کہہ لیں کہ مشرکینِ مکہ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت نہ ملی۔ آئندہ سال حج کرنے کی اجازت کے ساتھ مشرکین مکہ سے ایک معاہدہ طے پایا جو معاہدہ حدیبیہ کہلایا۔ اِس معاہدہ کی ایک شق یہ تھی کہ اگر کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ جائے گا تو اِسے مکہ واپس لوٹایا جائے گا اور اگر مدینہ سے کوئی شخص مکہ آئے گا تو واپس نہ کیا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کے بعد سردارِ مکہ سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندلؓ مکہ میں والد کی قید و بند کی اذیتوں سے تنگ آکر مدینہ دوڑ آئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس معاہدہ کی مطابق واپس مکّہ بھجوا دیا۔ جہاں اِن کے والد سہیل بن عمرو نے دوبارہ اپنے بیٹے کو اذیت ناک قید میں ڈال دیا۔ اس 10 سال عرصہ میں جتنے لوگ مدینہ آئے حضورؐ اُنہیں واپس بھجوا دیتے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 665)

اس کے مقابل پر ابو رافع قبطی بطور سفیرِ مکہ، مدینہ آئے تو آپ نے حضورؐ کی صحبت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے کی خواہش کی تو حضورؐ نے فرمایا۔ مَیں عہد شکنی نہیں کرتا۔ واپس جاؤ اور پھر اسلام قبول کرنے کی نیت سے دوبارہ آجانا۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد)

اِسی معاہدے کی ایک شق یہ تھی کہ آئندہ سال جب عمرہ کے لئے آئیں تو تین دن سے زائد مکہ میں رہائش نہیں رکھیں گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کی بھی پابندی کروائی اور حضرت بلالؓ کو حضورؐ نے حکم دیا کہ اعلان کر دیں کہ آج غروبِ آفتاب کے بعد کوئی شخص مکہ میں نہ رہے۔

(مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 561)

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم
کہ دارد شوکت و شان محمدؐ

(اشتہار 20/ فروری 1893ء صفحہ 1)

میں دونوں جہانوں میں کوئی ایسا فرد نہیں پاتا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شان و شوکت رکھتا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور شمائل کے غیر بھی معترف تھے۔ شہنشاہِ روم ہرقل نے ایک دفعہ جب وہ حبشہ گئے ہوئے تھے ابوسفیان سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا کہ اس مدّعی نبوّت نے کبھی کوئی بدعہدی کی تو ابوسفیان نے اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن ہونے کے باوجود یہ تسلیم کیا کہ آج تک انہوں نے کبھی کوئی بدعہدی نہیں کی۔

(بخاری بدء الوحی)

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 649)

اگر تو اس کی سچائی کی دلیل چاہتا ہے تو اس کا عاشق بن کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل ہے۔

بھائیو اور بہنو! ایفائے عہد کے چھوٹے موٹے واقعات ملا لیں تو یہ بیسیوں میں ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ پہلو تاریخِ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔ سراقہ بن مالک ہجرت مدینہ میں سو اونٹوں کے لالچ میں جب حضورؐ کے قریب پہنچ گیا تو اُس نے امن کی ایک تحریر حضورؐ سے لے لی۔ جنگ حنین کے بعد حضورؐ جب جِعرانہ مقام میں تھا تو ورقہ نے یہ تحریر دکھلا کر حضورؐ سے امن چاہا تو حضور نے اُس تحریر کو دیکھ کر اعلان فرمایا کہ **آج کا دن عہد پورا کرنے اور احسان کا دن ہے۔** پھر آپؐ نے سراقہ کو امن کی نوید دی اور سراقہ نے اسلام قبول کیا۔

(ابن ہشام جزو 1 صفحہ 489-490)

فتح مکہ کے موقع پر اگر کسی نے اپنے ہاں کسی مشرک کو پناہ دے دی تو حضورؐ نے اُسے بھی قبول فرمایا جیسے حضرت ام ہانیؓ بنت ابی طالب نے اپنے بعض سرالیوں کو اپنے ہاں پناہ دی جسے حضورؐ نے قبول فرمالیا اور اعلان کروایا کہ اے ام ہانیؓ! جسے تم نے پناہ دی اُسے ہم نے پناہ دی۔

(ابوداؤد کتاب الجهاد)

مدینہ کے یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی حضورؐ نے معاہدے کئے اور ان معاہدوں کی حضورؐ نے لاج بھی رکھی اور تمام شرائط کو پورا فرمایا اور یہودیوں کو عزت بھی بخشی اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے رہے۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ

وَ اَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ

كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

(قصیدہ حسان بن ثابت)

کہ تجھ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی تجھ سے زیادہ خوبصورت بچہ کسی عورت نے جنا ہے۔

آپؐ ہر عیب و نقص سے پاک بنائے گئے گویا کہ آپؐ اپنی مرضی سے اور جس طرح آپ نے چاہا اس عالم میں تشریف لائے۔

معزز بھائیو اور بہنو! پیارے رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق اور دستور تھا کہ آپ بنی اسرائیل یا پُرانی اُمتوں سے ایسے واقعات اور کہانیاں صحابہ کو سنایا کرتے تھے۔ جو سبق آموز و نصیحت آموز ہوتیں۔ وفائے عہد اور ایفائے وعدہ کا ایک واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں سنایا اِس سے باآسانی اس امر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لوگ کتنے پسند تھے جو اِیفائے وعدہ کرنے والے ہوں خواہ اُن کا تعلق کسی بھی قوم سے ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے بنی اسرائیل کے دوسرے شخص سے ایک ہزار اشرفی ادھار طلب کی۔ قرض دینے والے نے کوئی ضامن مانگا جو اُس وقت وہاں میسر نہ تھا۔ قرض طلب کرنے والے نے کہا کہ اِس وقت یہاں تو کوئی بندہ نہیں ہے میرا ضامن اللہ تعالیٰ ہے مَیں اسے گواہ ٹھہراتا ہوں۔ قرض دینے والے نے قرض دے دیا تب قرض لینے والا ایک ہزار اشرفیاں لے کر اپنے مقام کی طرف روانہ ہو گیا اور اُس رقم کو اُس نے جہاں استعمال کرنا تھیں کی۔

جب رقم واپس کرنے کا وقت آیا تو وہ روزانہ سمندر کے کنارے آتا تا سواری ملے اور رقم بحفاظت واپس بھجوائی جاسکے۔ جب لگا تار کچھ دن کشتی نہ ملی تو اُس شخص نے لکڑی کے تنہ کو اندر سے کھوکھلا کر کے رقم رکھ کر لکڑی پر ہی ایک تحریر لکھ کر اسے بند کر کے اللہ کے حوالے کر دی اور کہا کہ اے اللہ! مَیں نے تجھے ہی ضامن بنایا تھا اب یہ رقم بحفاظت پہنچادے۔ اُدھر دوسری طرف قرض دینے والا بھی روزانہ ہی سمندر کے کنارے آتا کہ شاید مقروض آجائے اور رقم واپس کر دے۔ ایک دن اُسے نہ کشتی نظر آئی اور نہ بندہ بشر۔ اُسے ایک تنہ نظر آیا جو سمندر کے کنارے آلگا تھا۔ وہ یہ سمجھ کر گھر لے آیا کہ آگ لگانے کا کام آئے گا۔ جب اُسے کھولا تو اُس میں اشرفیاں اور خط موجود پا کر اُس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان مضبوط ہوا۔

لکھا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد اُس شخص کو کشتی مل گئی اور وہ دوبارہ ایک ہزار اشرفیاں لے کر پہنچا کہ شاید پہلی والی نہ ملی ہوں۔ تو اسے یہ اطلاع پا کر بہت خوشی ہوئی کہ پہلی رقم بھی مل چکی ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 667-670 روایت نمبر 702)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”آج کل کے معاشرے میں ایک یہ بھی بیماری عام ہے کہ بات کرو تو مکر جاؤ، وعدہ کرو تو اسے پورا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لو، جب کوئی عہد کرو تو اس کو توڑنے کے بہانے تلاش کرو کیونکہ دوسری طرف بہتر مفاد نظر آرہا ہوتا ہے۔ اور یہ باتیں انفرادی طور پر بھی اور جہاں پانچ دس افراد اکٹھے مل کر کام کر رہے ہوں، کوئی مشترکہ کاروبار ہو وہاں بھی۔ اور بدقسمتی سے ملک ملک سے بھی جب معاہدے کرتے ہیں تو بدعہدی اور زیادتی کر رہے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جب کسی امیر ملک اور غریب ملک میں کوئی معاہدہ ہو تو بعض دفعہ اپنے مفاد منوانے کی خاطر دباؤ ڈالتے ہیں اور اگر دباؤ میں آنے سے کوئی انکاری ہو تو پھر معاہدوں میں بدعہدیاں شروع ہو جاتی ہیں تو بہرحال یہ ایک ایسی برائی ہے جو شخصی معاہدوں سے لے کر بین الاقوامی معاہدوں تک حاوی ہے، سب تک پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ فرمایا اگر تم میری محبت چاہتے ہو، یہ چاہتے ہو کہ میں تم سے راضی رہوں، یہ چاہتے ہو کہ میں تمہاری دعاؤں کو سنوں تو تقویٰ اختیار کرو، مجھ سے ڈرو، میری تعلیم پر عمل کرو۔ اور تعلیم میں سے بھی ایک بہت اہم تعلیم اپنے عہد کو پورا کرنا ہے، اپنے وعدوں کا پاس رکھنا ہے۔ تو قرآن کریم نے مختلف پیرایوں میں، مختلف

حالات میں عہد کی جو صورتیں ہو سکتی ہیں ان پر روشنی ڈالی ہے۔ فرماتا ہے کہ نیکیاں قائم کرنے کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد بھی ادا کرو اور ان کو ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو بھی پورا کرو اور بندوں سے کئے گئے معاہدوں اور وعدوں پر بھی عملدرآمد کرو۔“

(خطبہ جمعہ 27/ فروری 2004ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی توفیق دے اور ہم اپنے عہدوں کی پاسداری کرنے والے ہوں۔ اسی صورت میں ہم اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت شمار ہو سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں:

اُوچہ می دارد بمدحِ کس نیاز
مدحِ اُو خود فخر ہر مدحت گرے

یعنی اُسے کسی کی تعریف کی کیا حاجت ہے اُس کی مدح کرنا تو ہر مدحت کرنے والے کے لیے باعثِ فخر ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿17﴾

آنحضورؐ کی سیرت کی روشنی میں حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ (القصص:86)

ترجمہ: یقیناً وہ جس نے تجھ پر قرآن کو فرض کیا ہے تجھے ضرور ایک واپس آنے کی جگہ کی طرف واپس لے آئے گا۔

دیارِ مغرب سے جانے والو دیارِ مشرق کے باسیوں کو
کسی غریبُ الوطن مُسافر کی چاہتوں کا سلام کہنا

معزز بہنو اور بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"آنحضورؐ کی سیرت کی روشنی میں حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ"** (موضوعات کبیر حرف الحاء۔ کشف الخفا جلد۔1) یعنی وطن کی محبت ایمان کا جزو ہے۔

یہ طبعی بات ہے کہ انسان جہاں پیدا ہوا ہو وہاں بچپن کے دن گزارے ہوں، وہاں پڑھا لکھا ہو اور تعلیم حاصل کر کے بڑا انسان بنا ہو۔ اُس سر زمین کے کھیل کے میدانوں میں کھیلا کودا ہو تو اُس بستی کی محبت انسان کے اندر رَچ بَس جاتی ہے وہ دھرتی اُسی طرح یاد آتی ہے جس طرح ماں کی وہ یادیں جب وہ اُس کو بچپن میں پالتی پوستی وقت اُستوار ہوتی رہی۔ اسی لیے دھرتی کو ماں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

سامعین و سامعات! آج کی تقریر کا عنوان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ اگر آپؐ کے اِس ارشاد کو آپؐ ہی کے اخلاق و اعمال کے سانچے میں ڈال کر دیکھیں تو آپؐ کو اپنے وطن سے بہت محبت تھی۔ ایسا کیوں نہ ہو تا وہ مبارک سرزمینِ مکّہ جہاں آپؐ پیدا ہوئے۔ اُس کی بستی کی گلی کوچوں میں آپؐ کا بچپن گزرا۔ یہ وہ بستی تھی جہاں فرشتوں نے آپؐ کا سینہ چاک کر کے آپؐ کے دِل کو پاک و مطہر کیا تھا۔ ہاں! ہاں! یہی وہ مبارک بستی تھی جس میں خانہ کعبہ میں حَجر اسود کے حوالہ سے آپؐ نے مناسب فیصلہ فرما کر اور اس کو مقررہ جگہ پر رکھ کر مختلف گروہوں کو ایک لڑی میں پرو دیا تھا۔ ہاں! ہاں! اِس پیاری بستی سے مشرکین نے جب آپؐ کو دیس نکالا دیا تو آپؐ مکّہ چھوڑتے ہوئے جب مکّہ آنکھوں سے او جھل ہو رہا

تھا ایک پتھر پر کھڑے ہو کر مکّہ کی طرف منہ کر کے اِس کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اے مکّہ! تُو میرا پیارا شہر اور پیارا وطن تھا۔ اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو مَیں ہر گز نہ نکلتا۔

(مسند احمد جلد 4 صفحہ 305)

سامعین و سامعات! جذبات سے پُر اس واقعہ کی تہہ تک جانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہاں بھی حُبِّ وطن کے سَوتے پھوٹتے نظر آتے ہیں کہ جب آپؐ کو غارِ حرا میں پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہؓ، ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں تو ورقہ نے بے ساختہ کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ کاش! مَیں اس وقت زندہ رہوں جب میری قوم تجھے اِس شہر سے نکال دے گی۔ تو آپؐ نے بے ساختہ فرمایا **اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ؟** کہ کیا میری قوم مجھے ہی میرے وطن سے نکال باہر کرے گی؟

سامعین! ذرا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن الفاظ پر غور کریں کہ وطن سے محبت آپؐ پر اِس قدر غالب تھی کہ آپؐ نے فوراً کہا کہ کیا قوم مجھ جیسے قوم کے لیے نفع رساں رہنے والے وجود کو نکال دے گی۔

(بخاری کتاب بدء الوحی باب 1)

میرے بھائیو اور بہنو! پھر آئیں دیکھیں! اللہ تعالیٰ بھی ایسے نیک اور لوگوں کے ہمدرد و نفع رساں وجود کی خود کیسے لاج رکھتا ہے اور اِس بندے کو مکہ میں دوبارہ داخلے کی خوشخبری پہلے دیتا ہے اور مکّہ چھوڑنے کے تکلیف دہ مرحلے کا ذکر بعد میں کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

(بنی اسرائیل: 81)

ترجمہ: اور تُو کہہ اے میرے ربّ! مجھے اس طرح داخل کر کہ میرا داخل ہونا سچائی کے ساتھ ہو اور مجھے اس طرح نکال کہ میرا نکلنا سچائی کے ساتھ ہو اور اپنی جناب سے میرے لئے طاقتور مددگار عطا کر۔

یہ دلی تسلی در حقیقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حبّ الوطنی کے جذبہ کے پیش نظر دی کہ مکّہ سے نکلنے کا ذکر بعد میں کر دیا اور مکّہ میں فتح اور کامرانی کے ساتھ داخلے کا ذکر پہلے سُنا دیا۔

معزز سامعین / سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے وطن سے محبت کے ایک نہیں، دو نہیں بلکہ بیسیوں واقعات بیان کیے جاسکتے ہیں۔ واقعہ ہجرت کے بعد جب ایک شخص مکّہ سے مدینہ آیا تو حضرت عائشہؓ نے اُس سے مکہ کا حال پوچھا تو اُس نے مکہ کے سرسبز و شاداب ہونے، اَذ خَر گھاس اور کیکر کے درختوں کی ہریالی کا ذکر کیا تو قریب بیٹھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّہ کی یاد تازہ ہوگئی اور وطن کی محبت نے جوش مارا کہ آپؐ نے غفار قبیلہ کے اُس شخص کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ بس کرو! ہمارے وطن کی یادیں تازہ کر کے ہمارے دل کو نہ دکھاؤ۔

(بخاری صفحہ 298)

پیارے بھائیو اور بہنو! مکّہ سے آپؐ کو اِس قدر پیار اور محبت تھی کہ تکلیف دہ حالات میں مکّہ چھوڑنے کے بعد بھی ایک رات آپؐ نے ساری رات نماز میں کھڑے ہو کر یہ دعائیہ آیات پڑھتے رہے۔

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ

(المائدہ:119)

ترجمہ: اگر تُو انہیں عذاب دے تو آخر یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو یقیناً تُو کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

ایک دفعہ مکّہ شدید قحط کی نذر ہو گیا۔ کفّارِ مکّہ نے آپؐ سے مدینہ پہنچ کر دُعا کی درخواست کی۔ تاریخ میں درج ہے کہ آپؐ نے مکّہ اور اہلِ مکّہ کے لیے ہاتھ اُٹھایا اور دعا دی۔ یہ دُعا اِس حد تک قبول ہوئی کہ بارشیں کثرت سے ہوئیں اور قحط دور ہو گیا۔ مگر اہلِ مکّہ نے خوشحالی کے بعد دوبارہ آپؐ کی مخالفت شروع کر دی۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ دخان)

معزز بھائیو اور بہنو! پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مدینہ جانے کے بعد مدینہ کی محبت دل میں گھر کر گئی۔ فتح مکّہ کے موقع پر انصار صحابہ نے آپؐ کی مکہ سے محبت کو بھانپ کر آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ مکہ میں ہی رہائش اختیار کر لیں مگر آپؐ نے فرمایا کہ مَیں نے اپنے ربّ سے دُعا کی تھی کہ اے اللہ! تو نے مجھے اپنی

پیاری سر زمین سے نکالا ہے اب تُو مجھے کسی اور محبوب زمین میں ٹھکانہ عطا کر۔ تب اللہ نے مجھے مدینہ عطا کیا۔

(مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 278)

ایک اور راویت میں ہے کہ آپؐ نے بڑے جوشیلے انداز میں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا مَیں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔ (بخاری کتاب فضائل المدینہ) اور آپؐ دعا کیا کرتے تھے کہ ”اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت ایسی ڈال دے جیسے ہمیں مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ اے اللہ! مدینہ اور ان کے اہل کے رزق میں فراوانی عطا کر۔ اس کی آب وہوا کو ہمارے موافق کر دے۔“ (بخاری فضائل المدینہ) پھر آپؐ سے مدینہ اور اِس کے باسیوں کے لئے یہ دعا بھی مروی ہے کہ اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت ایسی ڈال دے جیسے ہمیں مکّہ محبوب ہے بلکہ اِس سے بڑھ کر۔ اے اللہ! مدینہ اور اِن کے اہل کے رزق میں فراوانی عطا کر۔ اِس کی آب و ہوا کو ہمارے موافق کر دے۔

(بخاری فضائل المدینہ باب 12)

سامعین / سامعات! اُخروی دَور میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حُبّ الوطنی کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں جب انگریزوں کی حکومت تھی اُس وقت کے بہت سے علماء اور دیگر لوگ ہر بات میں حکومت کی مخالفت کرتے۔ چاہے وہ ان کے حق میں ہی کیوں نہ ہو۔ یہ مخالفت صرف مذہب کی بنیاد پر تھی۔ آپؑ نے مختلف اشتہارات کے ذریعے حکومت کی معروف احکامات میں اطاعت کی نصیحت فرمائی اور قرآن کریم کے اس ارشاد کی طرف توجہ دلائی جس میں دشمنی کی بنا پر حق کو باطل کہنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ جس کے سبب لوگ آپؑ کے مخالف ہوگئے اور آپؑ کو انگریزوں کا ساتھی قرار دینے لگ گئے۔ آپؑ کی تصانیف میں متعدد مقامات پر حکومت کے اچھے اوصاف جو واقعی اُن میں موجود تھے کا ذکر ملتا ہے آپؑ ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ

”مَیں سچ سچ کہتا ہوں اور تجربہ سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو حق کے لئے ایک جرات دی ہے۔ پس مَیں اس جگہ پر مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اُن پر فرض ہے کہ وہ سچے دل سے گورنمنٹ کی

اطاعت کریں۔ یہ بخوبی یاد رکھو کہ جو شخص اپنے مُحسن انسان کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ خدا تعالیٰ کا شکر بھی نہیں کر سکتا۔"

(لیکچر لدھیانہ صفحہ 24)

پاکستان بننے میں اور آزادی کشمیر میں جماعت احمدیہ کا بالخصوص سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا جو کردار ہے وہ رہتی دنیا تک سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ چنانچہ قیام پاکستان اور حصول آزادی پر آپؓ نے تمام مسلمانوں کو نصیحتاً فرمایا کہ

"پاکستان کا مسلمانوں کو مل جانا اِس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقع میسر آ گیا اور وہ آزادی کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں حصہ لے سکتے ہیں اب اِن کے سامنے اتنے غیر محدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ ان کو اختیار کریں تو دنیا کی کوئی قوم ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اور پاکستان کا مستقبل نہایت ہی شاندار ہو سکتا ہے۔" (خالد اگست 1997ء)

کہنہ مشق صحافی وادیب جناب زاہد ملک نے 1996ء کے آخر میں جناب ایم ایم احمد سے ایک تفصیلی انٹرویو لیا تھا جسے انہوں نے ہفت روزہ "حُرمت" کی اشاعت برائے 27 دسمبر 1996 تا 2 جنوری 1997ء میں شائع کیا۔ اس میں محترم میاں صاحب نے زاہد ملک کے مختلف النوع سوالوں کے بڑے مؤثر اور سیر حاصل جوابات دئے۔ حبُّ الوطنی کے بارہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں۔

"جہاں تک ہماری جماعت کا تعلق ہے یہ اپنی خوشی سے باہر نہیں آئی۔ اسے ملک چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے لیکن اس سب کے باوجود ہمیں جب بھی کوئی موقع ملتا ہے ہم پاکستان کے لئے ضرور کام کرتے ہیں اور جو کچھ ممکن ہوتا ہے وہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں...... ہماری تعلیم ہماری رگوں میں اور ہمارے خون میں سرایت کر چکی ہے وہ یہ کہ ملک کے ساتھ ہر صورت میں وفاداری کو نبھانا ہے۔"

وطن کے جاں نثار ہیں وطن کے کام آئیں گے
ہم اس زمیں کو ایک روز آسماں بنائیں گے

پاکستان بننے کے بعد اُس کی تعمیر وترقی میں جماعت کا نمایاں کردار رہا۔ پاکستان کی حفاظت اور استحکام کے لیے مختلف جنگوں میں ناقابل تسخیر کردار احمدی جرنیلوں نے ادا کیا جن میں جنرل اختر حسین ملک، جنرل

عبد العلی ملک اور جنرل افتخار احمد جنجوعہ کے نام سنہرے حروف سے چمک رہے ہیں۔ احمدی فوجی افسروں کی وطن کی خاطر قربانیاں اور شہادتیں حبّ الوطنی کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ پاکستان میں جماعت احمدیہ جس تکلیف دہ دَور سے گزری اور ابھی بھی گزر رہی ہے اس کے باوجود حُبّ الوطنی کے جذبہ پہ آنچ نہیں آنے دی۔ آج بھی پاکستان مذہب کی خاطر تکالیف برداشت کرنے والے پاکستان سے ہجرت کر جانے کے بعد بھی اِن کے دلوں میں حبُّ الوطنی کا جذبہ کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا نظر آتا ہے۔

دل سے نکلے گی نہ مر کر بھی وطن کی الفت
میری مٹی سے بھی خوشبوئے وفا آئے گی

1965ء کے جلسہ سالانہ پر جماعت کے امام اور بانیٔ جماعت احمدیہ کے تیسرے جانشین حضرت حافظ مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے پاکستان کے ساتھ ایک جذباتی تعلق کا اظہاران الفاظ میں بیان فرمایا:

”کوئی مانے یا نہ مانے ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں جس قلعہ ہند میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پناہ گزیں ہونے کا ذکر ہے اس سے مراد پاکستان ہی ہے۔“

(حیات ناصر جلد اول صفحہ 381)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے یکم مئی 1984ء کے پیغام میں فرمایا:

”پاکستان کے احمدیوں کے نام بالخصوص میرا یہ پیغام بھی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقدس فرمان کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور حرز جان بنائیں کہ حُبُّ الوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ وطن کی محبت ایمان ہی کا ایک جز ہے۔ وطن کی محبت میں اپنی سنہری درخشندہ تاریخ کی حفاظت کریں۔

یہ وہ عزیز وطن ہے جس کے قیام میں آپ نے عظیم الشان قربانیاں پیش کی ہیں اور قائداعظم محمد علی جناح نے جس خدمت کے لئے آپ کو بلایا آپ نے پورے خلوص کے ساتھ ان کی آواز پر لبیک کہا..... یاد رکھیں آپ نے اپنی اس حیثیت کو ہمیشہ برقرار رکھنا ہے۔“

(الفضل 8 مئی 1984ء)

جماعت احمدیہ عالمگیر کے موجودہ امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"آج 14 اگست بھی ہے جو پاکستان کا یوم آزادی ہے اس لحاظ سے بھی دعا کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو حقیقی آزادی نصیب کرے اور خود غرض لیڈروں اور مفاد پرست مذہبی رہنماؤں کے عملوں سے ملک کو محفوظ رکھے اور عوام الناس کو عقل اور سمجھ عطا کرے کہ وہ ایسے رہنما منتخب کریں جو ایمان دار ہوں۔ اپنی امانت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ ان سب کو اس بات کی حقیقت سمجھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے کہ ملک کی بقا اور سالمیت کی ضمانت انصاف اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں ہے۔ ظلموں سے بچنے میں اس ملک کی بقا ہے۔

احمدی جنہوں نے ملک کے بنانے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے، قربانیاں دی ہیں ان پر ظلم کئے جا رہے ہیں لیکن بہر حال پاکستانی احمدیوں نے جہاں بھی وہ ہوں ملک سے وفا کا اظہار کرنا ہے اور اسی لئے دعا بھی کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کو سلامت رکھے۔"

(خطبہ جمعہ 14 اگست 2015ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ تعلیم دی ہے کہ "وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے "لہٰذا اسلام اپنے پیروکار سے مخلصانہ حب الوطنی کا تقاضا کرتا ہے۔ خدا اور اسلام سے سچی محبت کرنے کے لیے کسی بھی شخص کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے وطن سے محبت کرے۔ لہٰذا یہ بالکل واضح ہے کہ کسی شخص کی خدا سے محبت اور وطن سے محبت کے درمیان کوئی ٹکراؤ نہیں ہو سکتا۔ چونکہ وطن سے محبت کو اسلام کا ایک رُکن بنا دیا گیا ہے اس لیے یہ واضح ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے وطن سے وفاداری کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ خدا سے ملنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لیے یہ ناممکن ہے کہ ایک حقیقی مسلمان کی خدا سے محبت، اس کی وطن سے سچی محبت اور وفاداری کی راہ میں کبھی رکاوٹ کا باعث بنے۔"

(عالمی بحران اور امن کی راہ صفحہ 27)

آ بیٹھ مُسافر پاس ذرا، مجھے قصۂ اہلِ دَرد سنا
اُن اہلِ وفا کی بات بتا، ہیں جن سے خفا سکانِ وطن
اور اُن کی جان کے دشمن ہیں جو دیوانے ہیں جانِ وطن
اے دیس سے آنے والے بتا، کس حال میں ہیں یارانِ وطن

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿18﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عِجز و انکسار اور سادگی

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:64)

ترجمہ: اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں "سلام"۔

آپ چل کر تو نے دکھلا دی رہِ وصلِ حبیب
تو نے بتلایا کہ یوں ملتا ہے یارِ بے نشاں

آج میری تقریر کا عنوان ہے: **"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عِجز و انکسار اور سادگی"**

ع پر زیر کے ساتھ 'عِجز اور انکسار' انکساری، فروتنی، خاکساری اور عاجزی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ سادگی کے معنوں میں سیدھا پن، تکلّف سے پاک اور صاف دلی آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ و ارفع مقام سے نوازا۔ حدیث قدسی ہے لَوْلَا لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

(الموضوعات الکبری لملا علی قاری صفحہ 194 حدیث نمبر 754)

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمدؐ! اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو مَیں کائنات ہی پیدا نہ کرتا۔ اِس کے علاوہ آپؐ کو روحانی لحاظ سے جو مراتب حاصل ہیں وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے حصہ میں نہ آئے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی کو اعلیٰ رتبہ ملتا ہے یا اُس کی حیثیت اور مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے تو اُس میں تکبّر، غرور، تصنّع اور تکلّف کے عَنصر نظر آتے ہیں لیکن ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں، عِجز و انکساری، خاکساری اور سادگی میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا۔ تاریخ اسلام ہمیں بتاتی ہے کہ آپؐ ساری زندگی عِجز و انکساری کا پیکر بنے رہے اور تکبّر و غرور اور فخر و مباہات سے اپنی ذات کو کلیتاً بچائے رکھا اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی اپنے افسر کی یا لیڈر کی تعریف کردے تو فخر سے افسر کی گردن تن جاتی ہے اور آپے سے باہر ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ مگر آپؐ ہیں کہ باوجود

عرش کے خدا کی تعریف کے آپؐ زمین پر بچھے جاتے ہیں اور تکبّر و غرور کا شائبہ تک آپؐ کے اندر موجود نہیں۔

سامعین / سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی انتہائی سادہ اور ہر قسم کے تکلّفات سے پاک تھی۔ آپؐ کے ہر قول و فعل میں سادگی اور انکساری کا عنصر نمایاں تھا۔ اللہ نے آپؐ کی یہ کیفیت دیکھ کر آپؐ سے کہا کہ آپؐ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْن کہہ دیں کہ مَیں تکلّفات کا عادی نہیں ہوں۔ آپؐ کے رہن سہن، بودوباش، لباس اور خوراک غرض زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی تھی۔

اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں عربوں، رومیوں اور ایرانیوں کی حکومتوں اور سربراہوں کے عِجز و انکساری کے حوالہ سے جائزہ لیں تو یہ تکبّر و غرور اور بے جا تکلّفات میں اپنی مثال آپ تھے۔ لیکن حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اِن طاقتوں کے مقابلہ پر آپؐ کے عِجز و انکسار کا یہ عالَم تھا۔ آپؐ نے نہ تو فاخرانہ لباس زیب تن رکھا، نہ ہی اپنے لیے کوئی شاہانہ دربار سجایا اور نہ غلاموں اور خادموں کی جماعت اپنے ساتھ رکھنا پسند فرمایا۔ آپؐ کی اپنی گواہی یہ ہے کہ مَیں تو ایک سادہ انسان ہوں، عام لوگوں کی طرح کھاتا پیتا اور اٹھتا بیٹھا ہوں۔ آپؐ کی سادگی اور انکساری کا یہ حال تھا کہ آپؐ اپنے گھر کا کام کاج خود ہی کر لیتے۔ اپنی جوتی خود مرمت کر لیتے۔ بوقت ضرورت اپنے کپڑوں کو پیوند بھی لگا لیا کرتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے، آٹا پیس لیتے، پانی کے ڈول کی مرمت کر لیتے۔ گھر کے کام کاج میں اپنے اہلِ خانہ کی مدد فرمایا کرتے۔ سودا سلف لے آتے۔ روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار سے پاجامے خریدے۔ حضرت ابوہریرہؓ، حضورؐ کے ہمراہ تھے آپؓ نے چاہا کہ یہ پاجامے مَیں پکڑ لوں آپؐ نے فرمایا نہیں! جس کی چیز ہے اُسی کو اُٹھانی چاہئے۔

(الشفاء لقاضی عیاض باب اوّل صفحہ 24)

سامعین / سامعات! آپؐ کے پاس کھجور کے پتوں اور اُس کے ریشوں کی بنی ہوئی چٹائی تھی۔ اس پر آپؐ جب آرام فرماتے تو آپؐ کے جسم پر نشان پڑ جاتے تھے۔ صحابہؓ نے اِس چٹائی کو بدلنے کی کوشش کی مگر آپؐ نے انکار فرمادیا۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت حفصہؓ نے ایک دفعہ گھر والے آپؐ کے گدیلے کی چار تہیں کر دیں تو صبح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُٹھتے ہی اپنی زوجہ محترمہ سے پوچھا کہ آج آپؓ نے بستر سے کیا کیا اِسے پہلے کی طرح کر دیں آج رات میں نماز تہجد کے لئے دیر سے بیدار ہوا ہوں۔

(الشفاء لقاضی عیاض۔باب دوم الزھد فی الدنیا)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمتع دنیاوی کا یہ حال تھا کہ ایک بار حضرت عمرؓ آپؐ سے ملنے گئے۔ ایک لڑکا بھیج کر اجازے چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ اندر آئے تو آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مکان سب خالی پڑا ہے اور کوئی زینت کا سامان اس میں نہیں ہے۔ ایک کھونٹی پر تلوار لٹک رہی ہے یا وہ چٹائی ہے جس پر آپؐ لیٹے ہوئے تھے اور جس کے نشان اسی طرح آپؐ کی پُشت مبارک پر بنے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کو دیکھ کر رو پڑے۔ آپؐ نے پوچھا۔ اے عمرؓ! تجھ کو کس چیز نے رُلایا؟ عمرؓ نے عرض کی کہ کسریٰ و قیصر تو تَنَعُّم کے اسباب رکھیں اور آپؐ جو خدا تعالیٰ کے رسول اور دو جہان کے بادشاہ ہیں اس حال میں رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمرؓ! مجھے دنیا سے کیا غرض۔ میں تو اس مسافر کی طرح گزاراہ کرتا ہوں جو اُنٹ پر سوار منزل مقصود کو جاتا ہو۔ ریگستان کا راستہ ہو اور گرمی کی سخت شدت کی وجہ سے کوئی درخت دیکھ کر اس کے سایہ میں ستالے اور جونہی کہ ذرا پسینہ خشک ہوا ہو وہ پھر چل پڑے۔“

(ملفوظات جلد4 صفحہ 51 ایڈیشن 1988ء)

تجھ پہ بھیجوں میں ہر دم درود و سلام
میرے پیارے نبی، میرے پیارے امام

اغیار بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی کے معترف تھے۔ ایک مشہور مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس پہلو کو یوں بیان کیا ہے۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیشہ سادہ وسائل کو صحیح استعمال کرتے ہوئے قناعت سے پُر زندگی گزاری اور اُس وقت بھی آپؐ سے اِس نمونے کا اظہار ہوا جب آپ عرب کے طاقتور ترین سردار تھے۔ آپ کو ہمیشہ آسائشوں اور آرام دہ زندگی سے نفرت تھی اور اکثر ایسا ہوتا کہ آپ کے گھر میں کھانے کو بھی کچھ نہ ہوتا۔ آپ کے پاس کبھی ایک جوڑے کپڑے سے زیادہ ایک وقت میں نہ ہوا اور جب کبھی آپ کے صحابہ نے آپ کو بعض مواقع پر اعلیٰ لباس پہننے کو کہا (موقع کی مناسبت سے) تو آپ نے ہمیشہ انکار کیا بلکہ عام سادہ کھدر کے لباس کو ترجیح دی جو ہر معمولی آدمی پہنتا تھا۔ جب کبھی آپ کو تحائف اور مالِ غنیمت آیا تو آپ نے اُسے غریبوں میں تقسیم فرما دیا...... اور حضرت عیسیٰؑ کی طرح آپ مسلمانوں کو کہا کرتے تھے کہ غریب اور مسکین آدمی امراء سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔"

(کیرن آرمسٹرانگ)

سامعین کرام! شہنشاہِ دو جہاں جن کے سر پر نبوت کا تاج تھا۔ ہزاروں وفادار صحابہ آپؐ کی غلامی کا دم بھرتے تھے وہ ایک مزدور کے طور پر اپنے صحابہ کے جُھرمٹ میں وقار عمل کرتا نظر آتا ہے۔ مسجدِ نبوی کی تعمیر میں اینٹیں ڈھوتے نظر آئے۔ مسجدِ قبا کی تعمیر میں آپؐ خود بھاری بھاری پتھر اُٹھا کر لاتے جہاں تک کہ آپ کا جسمِ مبارک جھک جاتا۔ پیٹ پر مٹی نظر آتی۔ صحابہ راستے میں ذرا آڑے آئے تو فرمایا نہیں! میں بھی آپ کے ساتھ مزدوروں کی طرح کام کروں گا۔ (المعجم الکبیر) جنگ خندق میں خندق کی کھدائی میں آپؐ صحابہؓ کے ساتھ مل کر کھدائی کرنے اور مٹی اٹھانے کا کام کرتے رہے۔ اپنے کاندھے پر خود مٹی اُٹھا اُٹھا کر لاتے حتیٰ کہ آپ کا سارا جسم مٹی سے اٹا پڑا تھا۔ ایک سفر میں جب کھانا تیار کرنے کا وقت آیا تو تمام صحابہؓ کھانے کی تیاری کے مختلف کاموں میں مصروف ہوگئے۔ آپؐ خود جنگل میں نکل گئے اور آگ کے لئے لکڑی اکٹھی کر کے لائے۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم جو ہیں۔ آپؐ نے جواباً فرمایا مَیں یہ امتیاز پسند نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کو ناپسند فرماتا ہے جو اپنے ساتھیوں میں امتیازی شان کے ساتھ رہے۔ (شرح علامہ الزرقانی)

ایک سفر کے دوران آپؐ کی چھڑی آپؐ کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئی آپؐ اُس وقت اونٹ پر سوار تھے۔ باوجود صحابہؓ کے ارد گرد ہونے کے آپؐ نے اونٹ سے خود اُتر کر چھڑی اُٹھائی۔ ایک سفر میں ساتھ چلتے اپنے ایک ساتھی کو اپنی سواری پر بٹھا دیا اور آپؐ خود پیدل چلنے لگے۔

میرے معزز ساتھیو اور بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن افعال کو ذرا یہ ذہن میں رکھ کر سوچیں کہ دنیوی بادشاہ کس طرح اپنی پوری جاہ وجھتہ کے ساتھ سفر کرتے اور ہر قسم کی خدمت اُن سے لیتے ہیں مگر ہمارے آقا و مولیٰ تمام تر سہولتیں ہونے کے باوجود ہر کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتے اور صحابہ کے ساتھ مِل جُل کر کام کرنے اور ہاتھ بٹانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

آپؐ کا کھانا بھی بہت سادہ اور معمولی ہوا کرتا تھا۔ کھجور اور پانی پر گزارہ کر لیتے کئی کئی دن آپؐ کے گھر چولہا نہ جلتا تھا۔ دودھ پی کر گزارہ کرتے۔ جَو کے آٹے کی روٹی کھا لیتے جو باریک پسا ہوا بھی نہ ہوتا۔ کبھی گیہوں کے بے چھنے آٹے کی روٹی کھا لیتے۔ آپؐ کے وِصال کے بعد جب چکی کا پِسا آٹا میسر آیا تو اُس کی نرم روٹی تیار کروا کر حضرت عائشہؓ کو دی گئی۔ آپؓ کے آنکھوں میں آنسو اور لقمہ حلق کو نہ جائے۔ فرمایا مجھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آگیا ہے۔ اُن کو اِس جیسا نرم آٹا میسر نہ تھا۔ آپؐ نے ہمیشہ سخت روٹی کھائی۔ ایک دفعہ آپؐ روٹی پر کھجور رکھ کر جب کھانے لگے تو فرمایا یہ کھجور اِس روٹی کا سالن ہے۔

(ابوداؤد کتاب الایمان)

ایک دفعہ آپؐ اپنی چچازاد بہن حضرت اُمّ ہانیؓ کے گھر گئے۔ کچھ کھانے کی طلب ہوئی۔ حضرت امّ ہانی کے پاس سوائے خشک روٹی کے ٹکڑوں کے اور کچھ نہ تھا۔ آپؐ نے پانی میں بھگو کر نمک اور سِرکہ کے ساتھ اُسے کھایا اور فرماتے جاتے۔ اے امّ ہانی! سِرکہ کیا ہی عمدہ سالن ہے۔

آپؐ کا دستر خوان زمین پر کپڑا بچھا ہوتا (بخاری کتاب الاطعمہ) حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے ایک دفعہ ٹیک لگا کر کھانا کھانے کی درخواست کی تو فرمایا۔ مَیں غلام کے کھانا کھانے کی طرح ہی کھانا کھاؤں گا اور غلام ہی کی طرح بیٹھوں گا۔ (بغوی شرح السنہ)

معزز بھائیو و بہنو! آپؐ کا لباس بھی بہت ہی سادہ ہوتا۔ کھدر کا لباس پہنتے۔ وفات کے وقت بھی آپؐ کے کپڑے کھدر کے تھے۔ کسی نے عرض کی کہ حضورؐ! آپؐ کو مختلف وفود سے ملاقات کرنی ہوتی ہے۔ عمدہ

لباس بنوالیں۔ فرمایا یہ تو وہ کرے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔(ابوداؤد حدیث:1076) بلکہ فتح مکہ کے روز آپؐ کی زبان پر اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلاَّ عَیْشَ الْاٰخِرَۃ (سیرۃ ابن ھشام) یعنی اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی زندگی پے حاوی ہے۔

معزز بہنو وبھائیو! ہم یہ بھی دنیامیں روزانہ کی بنیاد پر مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی بادشاہ اپنے مقابل قوم پر یا کوئی فردِ واحد اپنے مقابل بزُعم خود اپنا دشمن جاننے والے پر غلبہ پاتا ہے تو مدّ مُقابل قوم کو تباہ کر دیتا ہے یا اپنے مدّ مقابل فرد کی تباہی اور نقصان پہنچانے کے منصوبے بنائے جاتے ہیں لیکن روحانی معنوں میں فتح پانے والے اِس عظیم فاتح کی سیرت کا مطالعہ کر لیں تو مکہ میں داخلے کے وقت سر اونٹ کے کُجاوے پر جھکے ہوئے اللہ کی تذکیر ہو رہی تھی۔ ایک ایک سے بدلہ لینے کی بجائے تمام کو معاف فرمادیتے ہیں۔ جنگ بدر میں ملنے والے قیدیوں سے نرمی اور رافت کا سلوک کرتے ہیں۔ اگر جنگ بدر کے بعد ابو طالب کی مُشکیں آسان کی جاتی ہیں تو دربارِ نبوت سے ہدایت جاری ہوتی ہے کہ تمام قیدیوں کی مُشکیں آسان کر دی جائیں۔ یہ خاکساری، انکساری اور عاجزی کی اعلیٰ مثال ہے جو دُنیامیں بہت کم مشاہدہ کو آتی ہے۔

سامعین وسامعات! کسی انسان کی صفات کا اندازہ اُس وقت بآسانی لگایا جاسکتا ہے جب وہ قوم کا سربراہ ہو اُس کی عجز و انکساری و خاکساری کو دیکھا جائے۔ اِس میدان میں بڑے بڑے بادشاہ یا سربراہ بھی اپنے اعلیٰ مقام اور مرتبہ اور ماتحتوں کی طرف سے جی حضوری سن سن کر اعلیٰ صفات سے پھسل جاتے ہیں اور اپنے اونچا ہوتے قد کو دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی تکبر وغرور کے شائبہ کا اظہار ہو ہی جاتا ہے مگر اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو دیکھیں، آپؐ کے شمائل و اخلاق کو باریکی سے پرکھیں تو نتیجہ صرف اور صرف عاجزی، انکساری، خاکساری اور سادگی ہی نکلتا ہے۔

آپؐ اپنے انبیاء بھائیوں کے مقابل باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلیٰ مقام ملنے کے، خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین کے القاب ملنے کے مسلمانوں کو یہ سمجھاتے نظر آتے ہیں۔ لَا تُفَضِّلُوْنِی عَلٰی مُوسٰی (بخاری) کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ یوں آپؐ نے ایک یہودی کا دل بھی رکھ لیا اور مسلمان اور یہودی کے درمیان جاری جھگڑے کا قضیہ بھی کر دیا۔ آپؐ کو کسی نے یَا خَیْرَ الْبَرِیَّہ! یعنی تمام مخلوق میں سے سب سے بہتر کہہ کر پکارا تو فرمایا وہ تو ابراہیم تھے۔(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 178) پھر آپؐ نے صحابہ کو اس امر سے

منع فرمادیا کہ میری تعریف اور تعظیم میں قطعاً مبالغہ نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کے حق میں کیا۔ مَیں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے صرف عبد اللہ اور اُس کا رسول کہو (بخاری کتاب احادیث الانبیاء) آپؐ کی عاجزی و انکساری کا اِسی پر بس نہیں بلکہ ایک دفعہ ایک شخص آپؐ کے خداداد رُعب کی وجہ سے آپؐ سے بات نہیں کر پا رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا گھبراؤ مت۔ مَیں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ)

ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”خالی شیخیوں سے اور بے جا تکبر اور بڑائی سے پرہیز کرنا چاہئے اور انکساری اور تواضع اختیار کرنی چاہئے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ حقیقتاً سب سے بڑے اور مستحق بزرگی تھے ان کے انکسار اور تواضع کا ایک نمونہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ لکھا ہے کہ ایک اندھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن آپؐ کے پاس عمائد مکہ اور رؤسائے شہر جمع تھے اور آپؐ ان سے گفتگو میں مشغول تھے۔ باتوں میں مصروفیت کی وجہ سے کچھ دیر ہو جانے سے وہ نابینا اٹھ کر چلا گیا۔ یہ ایک معمولی بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق سورۃ نازل فرمادی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر میں گئے اور اسے ساتھ لاکر اپنی چادر مبارک بچھا کر بٹھایا۔ اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں عظمت الٰہی ہوتی ہے ان کو لازماً خاکسار اور متواضع بننا ہی پڑتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی بے نیازی سے ہمیشہ ترساں و لرزاں رہتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 611-612 جدید ایڈیشن- الحکم مورخہ 18؍ مئی 1908ء صفحہ 1 تا 14)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ آنحضور ﷺ کے اِس خُلق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آپؐ نے اپنے زبردست مقام کے بارے میں اعلان فرمایا ہے کہ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ (مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 2 مطبوعہ بیروت) یعنی پہلی بات تو یہ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ اور پھر ساتھ ہی عاجزی کا بھی ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ پھر فرمارہے ہیں وَلَا فَخْرَ کہ تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور یہ بہت بڑا اعلان ہے لیکن عاجزی کی انتہا کہ مگر کوئی فخر نہیں کرنا اِس میں مجھے کوئی فخر نہیں ہے۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 6)

آپؐ خیر البشر ہیں، خیر الخلق
ابتدا آپؐ، انتہا ہیں آپؐ

حضرات! اِس صفت کی بدولت آنحضور ﷺ کا مقام و مرتبہ بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔ کیونکہ آپؐ نے خود فرمایا ہے۔ اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رفَعَهُ اللّٰهُ اِلَی السَّمَاءِ السَّابِعَة۔ (کنز العمال) کہ جب کوئی بندہ عاجزی دکھلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے ساتویں آسمان تک درجات بلند کر دیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"تم عاجزی دکھانے والے تب شمار کئے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے تب ہو گے جب تم اپنے سے نفرت کرنے والوں سے بھی محبت کرو، جب ضرورت ہو تو اُن کے کام آؤ اور اُن کے لئے دعا کرو اور پھر دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنے والے بنو۔ غلطیوں کی وجہ سے کسی کے پیچھے نہ پڑ جاؤ اور اُن کی تشہیر نہ کرتے پھرو۔ کسی کی غلطی کو دیکھ کر دوسروں کو بتاتے نہ پھرو بلکہ پردہ پوشی کی بھی عادت ڈالو...... اپنے دل کو ٹٹولتے رہو، اُس کو پاک رکھنے کی کوشش کرو، اپنا خود محاسبہ کرتے رہو۔ کسی کے لئے بھی دل میں کینہ، نفرت، بغض، حسد وغیرہ نہ ہو۔ کیونکہ اگر یہ چیزیں دل میں ہیں تو اِس کا مطلب یہی ہے کہ دل بڑائی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے اور اُس میں عاجزی نہیں ہے۔ پھر کسی کو اپنی باتوں سے دکھ نہ دو اور ہر ایک کی عزت کرو۔ چاہے کوئی غریب ہو، فقیر ہو، کم طاقت کا ہو یا ماتحت ہو یا ملازم ہو سب کی عزت کرو۔ پھر سلام کہنے کی عادت ڈالو۔ اِس سے بھی معاشرے میں محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہوتی ہے اور عاجزی اور انکساری میں بڑھنے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں، اپنے اندر بھی اور دوسرے ماحول میں بھی .... یہ کام تو بہت مشکل ہے اور یہ تب ہی کر سکتے ہو جب گویا کہ اپنے آپ کو مار لیا، اپنے نفس کو بالکل ختم کر دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں ہو سکتا اِس لئے ہمیشہ اُس کا فضل مانگتے رہو۔ اُس کے سامنے جُھکے رہو اور دعائیں کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عاجزی اور انکساری کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جنوری 2004ء از خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 20-21)

زندگی بخش جامِ احمد ہے

کیا ہی پیارا یہ نامِ احمد ہے

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا

سب سے بڑھ کر مقامِ احمد ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔

✡✡✡✡

﴿19﴾

صحابیات رسولؐ کے صدق ووفا کی داستانیں

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَھُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ۚ وَلَنَجۡزِیَنَّھُمۡ اَجۡرَھُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ (النحل:98)

ترجمہ: مرد یا عورت میں سے جو بھی نیکیاں بجالائے بشرطیکہ وہ مومن ہو تو اُسے ہم یقیناً ایک حیاتِ طیّبہ کی صورت میں زندہ کر دیں گے اور انہیں ضرور اُن کا اجر اُن کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے جو وہ کرتے رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

قرآن کریم سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مذہب کی تاریخ میں عورت کا بڑا مقام ہے اور عورت کے قابل تعریف کاموں کی اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے اور بیان فرمایا ہے اور انہی قابل تعریف اور اہم کاموں کی وجہ سے عورت کو ان انعامات میں حصہ دار بنایا گیا ہے جن کاموں کی وجہ سے مرد اس کے اجر کے حقدار ٹھہرائے گئے ہیں یا نوازے گئے ہیں۔

(خطاب مستورات بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی 2018ء)

میری معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ "صحابیات رسولؐ کے صدق ووفا کی داستانیں"

اگر ہم قرون اولیٰ کی عورتوں پر نظر دوڑائیں تو کہیں ہمیں حضرت ہاجرہؑ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا اپنے بیٹے کی قربانی کرتی نظر آتی ہیں، کہیں حضرت موسیٰؑ کی والدہ اپنے جگر گوشے کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر دریا میں پھینک دیتی ہیں، تو کہیں حضرت مریمؑ کا وسعتِ حوصلہ ہے کہ اُن کو ستایا جاتا ہے، اُن کے سامنے اُن کے بیٹے کو اذیتیں دی جاتیں ہیں۔ قرآن نے ان سب عورتوں کی قربانیوں اور اپنے انبیاء کے ساتھ صدق ووفا کو محفوظ کیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی صحابہ کے شانہ بشانہ صحابیات نے قربانیوں اور صدق ووفا کی اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں اِن میں قربانی کا جذبہ مَردوں سے کسی طرح بھی کم نہ تھا۔ اوراقِ تاریخ نے ان کی قربانیوں کی داستانوں کو محفوظ کیا ہے۔

ایک عورت رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مرد ہم سے زیادہ خدا تعالیٰ کے مقرّب ہیں کہ وہ جہاد میں شامل ہوں اور ہم نہ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے تم بھی شامل ہو جاؤ۔ آپؐ نے اس کو انکار نہیں کیا۔ چنانچہ جب وہ شامل ہوئیں اور اُس جنگ میں مسلمانوں کی فتح ہوئی تو باوجود صحابہؓ کے یہ کہنے کے کہ اُس نے تو جنگ میں اتنا حصہ نہیں لیا جتنا ہم نے لیا ہے اور ہم لڑے ہیں اس لئے اس کو مال غنیمت میں حصہ دینے کی ضرورت نہیں ہے تو آپؐ نے فرمایا نہیں! اس کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا جائے گا۔ پھر اس کے بعد یہ طریق بن گیا کہ مرد جب جہاد پر جائیں تو مرہم پٹی وغیرہ کے لئے عورتیں بھی ساتھ جائیں۔ غرض کہ عورتوں نے باہر نکل کر جہاد بھی کیا اور تمام خطرات کے باوجود مردوں کے ساتھ متفرق ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے جہاد میں جاتی بھی تھیں۔ بلکہ یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ فنونِ جنگ کی بھی انہوں نے تربیت حاصل کی۔

(ماخوذ از قرونِ اولیٰ کی نامور خواتین اور صحابیات کے ایمان افروز واقعات، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 617-618)

میری معزز بہنو! صحابیاتِ رسولؐ کی قربانیوں اور صدق و وفا کی داستانیں ایک طویل سلسلہ ہے۔ چند منٹ کی ایک تقریر میں اِن تمام کا تذکرہ بہت مشکل امر ہے۔ آج چند ایک صحابیات کی قربانیوں کا ذکر کرنا مقصود ہے، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ وفاداری، عقیدت و محبت کی حیرت انگیز نظیریں قائم کیں۔ دین کے لیے قربانیاں پیش کیں، تکالیف برداشت کیں اور محاذِ جنگ پر مختلف خدمات سرانجام دیں۔

اپنے آباء اجداد کا مذہب چھوڑ کر رضائے الٰہی کی خاطر دینِ اسلام میں شامل ہونا جبکہ آنکھوں کے سامنے کفارِ مکہ کے مظالم بھی تھے بجائے خود ایک بہت بڑی قربانی ہے جس کے ذیل میں ایک ایک صحابیہ کا نام لکھا جاسکتا ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ میں شامل ہونے والی ساری صحابیات جن کو صرف لقائے الٰہی کی خاطر وطن اور گھر بار کو خیر باد کہنا پڑا بھی اس میں شامل ہیں۔

میری معزز بہنو! سب سے پہلے اپنی محترم ماں کا ذکر ہے جن کو ہر قسم کی قربانی میں اولیت کا مقام حاصل ہے۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ

چالیس سال کی عمر میں آنحضورؐ سے شادی ہوئی۔ اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں پایا ہوا سارا سرمایہ جسے خود محنت کر کے بڑھایا تھا نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا کیونکہ آپؐ کے دل نے حق الیقین کے ساتھ یہ گواہی دی تھی کہ میرا ساتھی قابلِ اعتماد اور مخلص ہے۔ یہ بہت بڑی قربانی تھی۔ اس سرمائے نے اسلام کی مضبوطی میں اہم کردار ادا کیا۔ دنیا نے آنحضور ﷺ کے حسین کردار کا یہ رخ دیکھا کہ آپؐ کو دولت کی کوئی لالچ نہیں اور وہ غربا و مساکین کے ہمدرد رہیں۔ غلاموں کو آزاد کرنے سے آپؐ کے انسانی حقوق کی پاسداری کا جذبہ عیاں ہوا۔ ایک خاتون کی قربانی بہت رنگ لائی جس کی تصدیق خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی آپؐ کا ایک قول شاہد ہے فرمایا: خدیجہؓ نے اُس وقت اپنے مال سے میری مدد کی جب باقی لوگوں کو اس کی توفیق نہیں ملی۔

(مسند احمد جلد 6 صفحہ 118)

اپنے شوہر کا عبادت میں شغف دیکھا تو حارج نہیں ہوئیں بلکہ معاون ہو کر دل وجان سے خدمت میں لگ گئیں۔ غار حرا کی تنہائی میں عبادت کے زمانے میں آپؓ کم و بیش پچپن سال کی ہوں گی۔ خود آپؐ کے لئے کھانا تیار کر کے دیتیں اور کبھی زیادہ دن بھی ہو جاتے تو خود کھانا لے کر غارِ حرا میں جاتیں، غارِ حرا کے سنگلاخ رستے اور بلندی کو ذہن میں رکھ کر اس عظیم خاتون کی قربانی کا اندازہ لگائیے۔ یہ اتنا بڑا کام تھا کہ خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے بھی تحسین کا پیغام آیا۔ حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور فرمایا:

''یارسول اللہ! یہ حضرت خدیجہؓ ایک برتن لئے آرہی ہیں جس میں سالن کھانا یا پینے کی کوئی چیز ہے جب یہ آپ کے پاس آجائیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہئے اور جنت میں موتیوں کے محل کی بشارت دیجئے جس میں کوئی شور و شغب یا تھکان نہ ہو گی۔''

(صحیح مسلم کتاب الفضائل الصحابہ باب فضل خدیجہؓ)

جب آنحضور ﷺ کو منصبِ نبوت عطا ہوا اُس وقت دونوں کی رفاقت کو پندرہ سال ہو گئے تھے۔ فکری ہم آہنگی دیکھئے کہ اِس اولوالعزم خاتون نے تائید کر کے ایسا جملہ کہا جو آپؐ کے اسوہ حسنہ کا آئینہ دار بنا۔ ''اللہ تعالیٰ کبھی آپؐ کو رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپؐ رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے اور سچی

بات کہتے ہیں۔ آپؐ لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ ایسے اخلاقِ فاضلہ رکھنے والے انسان کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔"

(بخاری کتاب بدء الوحی)

اسلام اور بانی اسلام کی مخالفت کا زور و شور آپؓ نے دیکھا۔ 7 نبوی میں قریش نے اسلام کی تباہی کے لئے جب یہ تدبیر سوچی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپؐ کے خاندان کو شِعبِ ابی طالب میں محصور کیا جائے۔ ان محصورین میں محمدؐ کے ساتھ حضرت خدیجہؓ بھی شامل تھیں۔ تین سال کا یہ عرصہ مسلسل قربانیوں میں گزرا۔ کھلے آسمان تلے بھوک، پیاس، موسم کی شدتیں، عزیزوں سے جدائی اور بہت کچھ سہا۔ مگر رسولِ خداؐ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ کس قدر خوش قسمت خاتون تھیں جن کے بارے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"واقعہ یہ ہے کہ خدیجہؓ سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ مجھ پر اُس وقت ایمان لائی تھی جب ساری دنیا میرا انکار کر رہی تھی اور اُس نے اس وقت میری تصدیق کی جب ساری دنیا مجھے جھٹلا رہی تھی اور اُس وقت اس نے اپنے مال کے ساتھ میری ہمدردی اور خیر خواہی کی جب تمام لوگ مجھے چھوڑ چکے تھے۔ اے عائشہ! میں کیا کروں خدیجہؓ کی محبت تو مجھے پلادی گئی ہے اور میرے دل میں بٹھادی گئی ہے۔"

(مسلم کتاب الفضائل باب فضل خدیجہؓ)

ام المؤمنین حضرت سودہؓ بنت زمعہ

حضرت سودہؓ کا شمار ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں ہوتا تھا۔ ہجرت حبشہ میں شامل تھیں۔ دین کی خاطر وطن چھوڑنے کی قربانی کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپؓ پچاس سال کی بیوہ اور چار پانچ بچوں کی ماں تھیں جب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے شادی کا پیغام ملا تو عرض کیا مجھے نکاح میں کوئی روک نہیں کیونکہ آپؐ مجھے سب دنیا سے زیادہ عزیز ہیں مگر مجھے آپؐ کا احترام پیشِ نظر ہے کہ کہیں بچوں کی وجہ سے حضورؐ کو تکلیف نہ ہو۔ آپؐ کی طرف سے بڑا حوصلہ افزا جواب ملا۔ فرمایا اس کے علاوہ تو کوئی بات نہیں۔ قریش کی نیک عورتیں بچوں کی کم سِنی میں نہایت شفقت کرنے والی اور اپنے شوہر کے مال و متاع کا خیال رکھنے والی ہوتی ہیں۔ یہ حسنِ ظنی دعا بن کر لگی اور آپؓ نے واقعی اپنے بچوں کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے

چار بیٹیوں کی ذمہ داری باحسن طریق نبھائی۔ گھر کو خوبی سے سنبھالا۔ اس شادی کے تین سال بعد رسول اللہ ﷺ نے متعدد شادیاں کیں لیکن آپؓ نے تدبر سے کام لیا اور اچھے سلوک سے سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اس طرح جذبات کی قربانی دے کر گھر کا سکون بحال رکھا۔ ایک اور بہت بڑی قربانی دیکھئے آخری عمر میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دے دیا۔ اس میں آنحضورؐ کی سہولت اور خوشنودی منظور تھی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

آپؓ کو 8 سال کا عرصہ رفاقت حضرت محمدؐ میسر آیا۔ آنحضور ﷺ سے جو تعلیم و تربیت حاصل کی اس کا حق ادا کیا۔ اپنی ساری عمر دوسروں کی درس و تدریس اور اصلاح و تربیت میں گزاری۔ دنیا اور اس کے مال و دولت سے بے رغبتی اور مالی قربانی کی کئی مثالیں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے ایک دفعہ آپؓ کو دو تھیلے اشرفیوں کے بھجوائے جن میں ایک لاکھ اسّی ہزار درہم تھے۔ حضرت عائشہؓ اُس دن روزے سے تھیں۔ آپ ان کو تقسیم کرنے بیٹھ گئیں اور اُس وقت تک اپنی جگہ سے نہ اٹھیں جب تک سارے درہم تقسیم نہیں ہو گئے۔ افطاری کے وقت آپ کی لونڈی کہنے لگیں۔ اے ام المؤمنین! ایک درہم اپنے لئے بھی رکھ لیتیں اس سے گوشت خرید کر افطاری کر لیتیں۔ فرمانے لگیں تم یاد دلا دیتیں تو رکھ بھی لیتے گویا انہیں اپنی ضرورتوں کا بھی خیال نہیں تھا اور سب کچھ خدا کی راہ میں لُٹا دیتی تھیں۔

(طبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 67)

حضرت امیر معاویہؓ نے ایک دفعہ ایک لاکھ درہم کا ہار آپ کی خدمت میں بھجوایا۔ آپؓ نے اسے قبول تو کر لیا لیکن تمام ازواج میں برابر کا تقسیم کر دیا۔

(مستدرک حاکم جلد 4 صفحہ 15)

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ

آپؓ کو شادی کے بعد 5 سال کا عرصہ رفاقت حضرت محمدؐ نصیب ہوا۔ آنحضور ﷺ سے ملنے والی تعلیم و تربیت کا اثر نمایاں تھا۔ فراخ دلی اور زر و مال سے بے رغبتی کی کئی مثالیں ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں جب اموالِ غنیمت آئے تو انہوں نے حضرت زینب بنت جحشؓ کی خدمت میں ان کا حصہ بھجوایا۔ وہ اتنا زیادہ تھا کہ وہ سمجھیں کہ ساری ازواج کا حصہ تقسیم کرنے کے لئے میرے پاس بھجوایا ہے۔ بڑی سادگی

سے فرمانے لگیں کہ اللہ تعالیٰ عمرؓ کو بخشش عطا فرمائے ساری بیویوں کا مال تقسیم کے لئے مجھے بھجوانے سے بہتر تھا کہ وہ کسی اور بیوی کو بھجواتے جو زیادہ بہتر رنگ میں اسے تقسیم کرتیں۔ جب بتایا گیا کہ یہ تو صرف آپؓ کے لئے ہے تو فرمایا کہ سبحان اللہ! اتنا زیادہ مال میرے لئے بھجوادیا ہے۔ پھر آپؓ نے اُسے ایسے مستحقین کو بھجوایا جو یتیم بچے تھے اور ان سے آپؓ کا رحمی رشتہ بھی تھا۔ پھر مسلسل ایک کے بعد دوسرے گھر بھجواتی رہیں یہاں تک کہ جب تھوڑا سا بچ گیا تو تقسیم کرنے والی خاتون بَرزہ بنت رافع نے کہا:

”اے ام المؤمنین! اب تو بہت تھوڑا سا بچا ہے۔ اِس مال میں آپ کا بھی حق ہے اور آپ نے تو سارے کا سارا تقسیم کردیا۔“ اس پر آپؓ فرمانے لگیں کہ اچھا جو باقی رہ گیا ہے وہ تمہارا ہے۔ برزہ کہتی ہیں کہ مَیں نے جب اِسے شمار کیا تو صرف پچاسی درہم باقی بچے تھے وہ بھی حضرت زینبؓ نے مجھے عطا کر دیئے۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد جلد 3 صفحہ 301)

ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ

سامعات! حضرت زینب بنت خزیمہؓ بن حارث ہلالیہ کا تعلق قبیلہ بنی ہلال بن عامر سے تھا۔ آپ نے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا اور شِعبِ ابی طالب میں محصور ہونے والے مسلمانوں کے ساتھ آپ نے بھی اپنے پہلے شوہر عبیدہ بن الحارث کے ساتھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

آپ ہجرت مدینہ کے بعد وفات پانے والی پہلی زوجہ مطہرہ تھیں۔ الٰہی تقدیر کے مطابق انہیں چند ماہ رسول اللہؐ کی صحبت نصیب ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود آنحضورؐ کی مزاج آشنا اور کامل فرمانبردار تھیں اور آنحضورؐ کی خاطر ذاتی خواہشات کو قربان کرنے والی تھیں چنانچہ قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت سے روایت ہے کہ مَیں ایک روز آنحضورؐ کی زوجہ حضرت زینب بنت خزیمہؓ کے پاس بیٹھی تھی اور ہم ان کے کپڑے رنگنے کے لیے سرخ مٹی تیار کر رہے تھے۔ اس دوران آنحضورؐ آپؓ کے حجرہ میں تشریف لے آئے۔ آپ کپڑے رنگ کرنے کے اہتمام کے لیے رنگنے والی سرخ مٹی دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے دروازے سے ہی واپس تشریف لے گئے۔ حضرت زینبؓ نے یہ دیکھا تو سمجھ گئیں کہ رسول اللہؐ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ چنانچہ حضرت زینبؓ نے پانی لے کر ان کپڑوں کو دھو لیا جس سے تمام سرخ رنگ صاف

ہو گیا۔ کچھ دیر بعد آنحضورؐ دوبارہ تشریف لائے اور کمرے کا جائزہ لیا تو رنگنے والی سرخ مٹی وغیرہ موجود نہیں تھی چنانچہ آپؐ اندر تشریف لے آئے۔

(المعجم الکبیر لطبرانی جلد 24 صفحہ 57 موصل)

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ

مکہ کے سردار ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ آپؓ کو آنحضرتؐ کے ساتھ تین سال کی رفاقت نصیب ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے کرامؓ سے محبت و ادب اور وفا کا تعلق قائم رکھا۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں جب باغیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو سب سے پہلے حضرت امّ حبیبہؓ پانی مہیا کرنے کی غرض سے حضرت عثمانؓ کے گھر آئیں۔ جب آپؓ ان کے دروازے تک پہنچیں تو باغیوں نے آپؓ کو روکنا چاہا۔ بعض نے کہا بھی کہ یہ امّ المؤمنین اُمّ حبیبہؓ ہیں مگر اس پر بھی وہ شورش پسند باغی باز نہ آئے اور آپؓ کی خچر کو مارنا شروع کر دیا۔ آپؓ نے خلیفۂ وقت کے پاس جانے کے لئے یہ معقول وجہ بھی بیان فرمائی کہ مجھے خدشہ ہے کہ بنوامیہ کے یتامیٰ اور بیوگان کی وصایا جو حضرت عثمانؓ کے پاس ہیں ضائع نہ ہو جائیں تا کہ ان کی حفاظت کا سامان کر دوں مگر ان بدبختوں نے آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ کی بات ماننے کی بجائے نہایت بے ادبی سے آپؓ کی خچر پر حملہ کر کے اس کے پالان کے رسّے کاٹ دیئے اور زین الٹ گئی۔ قریب تھا کہ آپؓ گر کر مفسدوں کے پیروں کے نیچے روندی جاتیں اور شہید ہو جاتیں کہ بعض مخلصین اہل مدینہ نے جو قریب تھے جھپٹ کر انہیں سنبھالا اور گھر پہنچایا۔

(خلاصہ از اہل بیت رسول اللہ حافظ مظفر احمد صفحہ 180)

حضرت فاطمۃ الزہراءؓ بنت محمدؐ

حضرت فاطمہؓ آنحضورؐ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپؓ کے مقام کے بارے میں آنحضورؐ نے فرمایا:

فاطمہؓ کی رضا سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اس کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہوتا ہے...... فاطمہؓ اِس اُمت کی عورتوں، تمام جہانوں کی عورتوں، بہشت میں جانے والی عورتوں اور ایمان لانے والی عورتوں کی سردار ہیں۔ (ازواج مطہرات وصحابیات صفحہ 292-293)

اسی طرح فرمایا ''فاطمہؓ میرے جسم کا حصہ ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔''

(تذکار صحابیات صفحہ 143)

حضرت فاطمہؓ کو بچپن سے نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کم سنی میں ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ شفیق باپ کے زیر سایہ زندگی شروع ہوئی تو اسلام کے دشمنوں کی طرف سے رسول اللہؐ کو دی جانے والی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کبھی آپ کے گھر کے سامنے کوڑا کرکٹ اور غلاظت پھینک دی جاتی کبھی اپنے والد کے جسم مبارک کو پتھروں سے لہولہان دیکھا تو کبھی مشرکوں نے آپ کے والد بزرگوار کے سر میں خاک ڈال دی۔ مگر اس کم سِنی کے عالَم میں بھی حضرت فاطمہؓ نڈر ہو کر اپنے بزرگ باپ کی مددگار بنی رہیں۔

ایک دفعہ رسول کریمؐ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل اور اس کے ساتھی بھی صحن کعبہ میں مجلس لگائے بیٹھے تھے۔ ان سرداروں میں سے کسی ظالم نے مشورہ دیا کہ فلاں محلہ میں جو اونٹنی ذبح ہوئی ہے کوئی جاکر اس کی بچہ دانی اٹھالائے اور محمدؐ جب سجدہ میں جائیں تو ان کی پشت پر رکھ دے۔ ان میں سے ایک بدبخت عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور اونٹنی کی گند بھری بچہ دانی اٹھالایا اور دیکھتا رہا جونہی نبی کریمؐ سجدہ میں گئے اُس نے غلاظت بھرا وہ بوجھ آپؐ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ رسول کریمؐ سجدہ کی حالت میں رہے بوجھ کی وجہ سے سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور آپؐ کی پشت سے وہ غلاظت کا بوجھ ہٹایا۔ تب آپؐ نے سجدے سے سر اٹھایا۔

ایک مرتبہ کسی بدبخت نے آپؐ کے سر پر خاک ڈال دی۔ رسول کریمؐ گھر تشریف لائے۔ آپؐ کی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ مٹی بھرا سر دھوتی اور ساتھ روتی جاتی تھیں۔ رسول اللہؐ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا بیٹی! رونا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کا محافظ ہے۔

(اہل بیت رسولؐ صفحہ 277-278)

حضرت فاطمہؓ کو معاشی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اس معاشی تنگی کے پیشِ نظر آپؐ اس نئے جوڑے کو قناعت اور صبر و دعا کی تلقین بھی فرماتے تھے۔ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو ذکر الٰہی کی طرف توجہ دلا کر سمجھایا کہ خدا کی محبت میں ترقی کرو۔ اللہ خود تمہاری ضرورتیں پوری فرمائے گا۔ تم خدا کو نہ بھولو وہ بھی تمہیں یاد رکھے گا۔ اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ کے حالات دیکھ کر ان کے لیے رسول اللہؐ

نے یہ دعا بھی کی کہ **کبھی ان کو بھوک کی تکلیف نہ آئے۔** فاطمہؓ فرماتی ہیں اس کے بعد کبھی مجھے بھوک کی تکلیف نہیں پہنچی۔

(اہل بیت رسولؐ صفحہ 282)

حضرت فاطمہؓ نے غزوات میں بھی رسول اللہؐ کے ساتھ شریک ہو کر آپؐ کی خدمت کی توفیق پائی۔ غزوۂ احد میں آنحضورؐ کا چہرہ مبارک زخمی اور لہولہان ہوا تو حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ نے آپؐ کی مرہم پٹی کی۔

حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب

نبی کریم ﷺ کی پھوپھی تھیں اور قریباً آپؐ کی ہم عمر تھیں۔ بہت بہادر اور دلیر خاتون تھیں۔ اکثر جنگوں میں شریک ہوئیں زخمیوں کی مرہم پٹی، پانی پلانا تو دستور تھا ضرورت پڑی تو تلوار بھی اٹھالی۔ غزوۂ احد میں جنگ کا رخ بدل گیا۔ مسلمان منتشر ہونے لگے۔ آپؓ نیزہ لے کر باہر کھڑی ہو گئیں اور مسلمانوں کو غیرت دلا کر واپس جانے پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجے میں مسلمان واپس آ گئے اور آپؐ کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔
حضور ﷺ کو ان کی بے پناہ بہادری پر سخت تعجب ہوا اور آپ ﷺ نے ان کے فرزند زبیرؓ سے فرمایا کہ اے زبیر! اپنی ماں اور میری پھوپھی کی بہادری تو دیکھو کہ بڑے بڑے بہادر بھاگ گئے مگر چٹان کی طرح کفار کے نرغے میں ڈٹی ہوئی اکیلی لڑ رہی ہیں۔
اسی طرح جب جنگِ احد میں حضور ﷺ کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے اور کافروں نے ان کے کان ناک کاٹ کر اور آنکھیں نکال کر شکم چاک کر دیا تو حضور ﷺ نے زبیر کو منع کر دیا کہ میری پھوپھی صفیہ کو میرے چچا کی لاش پر مت آنے دینا ورنہ وہ اپنے بھائی کی لاش کا یہ حال دیکھ کر رنج و غم میں ڈوب جائیں گی۔ مگر صفیہ پھر بھی لاش کے پاس پہنچ گئیں اور حضور ﷺ سے اجازت لے کر لاش کو دیکھا تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا اور کہا کہ میں خدا کی راہ میں اس کو کوئی بڑی قربانی نہیں سمجھتی پھر مغفرت کی دعا مانگتے ہوئے وہاں سے چلی آئیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 452 مسند زبیر بن العوام روایت 1418)

غزوۂ احزاب کے وقت آپؓ کی عمر قریباً 58 برس تھی۔ مگر حوصلے جوان تھے۔ بہادری کے جوہر دکھائے۔ جنگ کے موقع پر خواتین اور بچوں کو حفاظت کی غرض سے ایک قلعہ میں بند کر دیا گیا تھا۔ آپؓ بھی قلعہ بند تھیں۔ آپؓ نے دیکھا کہ ایک یہودی جاسوس قلعہ کی معلومات لے رہا ہے۔ خطرہ محسوس کرکے یہ سوچا کہ اس کو یہاں سے واپس نہ جانے دیا جائے چنانچہ آپؓ نے خیمہ کی ایک لکڑی اکھاڑ کر اس زور سے اس یہودی کے سر پر ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ پھر اسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ کر قلعے سے باہر پھینک دیا۔ یہودی سمجھے کہ قلعے میں بھی فوج ہے اور وہ دُم دبا کر بھاگ نکلے۔ اس طرح ایک خاتون کی بہادری سے مسلمان بہت بڑے نقصان سے بچ گئے۔

حضرت سمیہ بنت خباط۔ ام عمارؓ

"عمارؓ اور ان کے والد یاسرؓ اور ان کی والدہ سُمیّہ کو بنی مخزوم جن کی غلامی میں سُمیّہ کسی وقت رہ چکی تھیں اتنی تکالیف دیتے تھے کہ ان کا حال پڑھ کر بدن میں لرزہ پڑنے لگتا ہے۔ ایک دفعہ جب ان فدایانِ اسلام کی جماعت کسی جسمانی عذاب میں مبتلا تھی اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرف آنکلے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور دردمند لہجے میں فرمایا۔ صَبْرًا اٰلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃُ۔ یعنی اے آل یاسر! صبر کا دامن نہ چھوڑنا کہ خدا نے تمہاری انہی تکلیفوں کے بدلہ میں تمہارے لئے جنت تیار کر رکھی ہے۔ آخر یاسرؓ تو اسی عذاب کی حالت میں شہید ہوگئے اور بوڑھی سُمیّہ کی ران میں ظالم ابوجہل نے اس بے دردی سے نیزہ مارا کہ وہ ان کے جسم کو کاٹتا ہوا ان کی شرمگاہ تک جا نکلا اور اس بے گناہ خاتون نے اسی جگہ تڑپتے ہوئے جان دے دی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم اے صفحہ 141)

حضرت اسماءؓ بنت ابو بکرؓ

حضرت اسماءؓ ہجرت کے وقت ستائیس سال کی تھیں۔ آپؓ کا اسلام لانے والوں میں اٹھارواں نمبر تھا۔ قریبا سَو سال زندگی پائی، اس طرح دور جاہلیت بھی دیکھا اور اسلام کا آغاز بھی دیکھا۔ زمانہ نبوت اور خلافت راشدہ بھی آنکھوں کے آگے گزرا اور پھر اپنے بیٹے کا دَور اور شہادت بھی دیکھی۔ آپؓ سادہ مزاج کی تھیں۔ زندگی کے آخری دور میں ان کے بیٹے مُنذر عراق کی فتح کے بعد لڑائی سے لوٹے تو مالِ غنیمت میں

کچھ قیمتی زنانہ کپڑے بھی لائے اور انہیں اپنی والدہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؓ نے قیمتی کپڑے لینے سے انکار کر دیا اور حسب معمول موٹے کپڑے ہی پہنتی رہیں۔ صابرہ وشاکرہ تھیں۔ عزم و استقلال اور جرأتِ اسلامی سے زندگی گزاری اور دوسروں کے لئے مثال بنیں۔

حضرت ام جمیل فاطمہؓ بنت خطابؓ

حضرت عمرؓ کی بہن تھیں۔ اسلام قبول کرنے والوں میں اٹھائیسواں نمبر تھا۔ان کی قربانی سے حضرت عمرؓ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

حضرت ام الفضل لبابۃ الکبریٰؓ

آنحضور ﷺ کی چچی تھیں۔ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کی بہن تھیں۔ اسلام لانے والی دوسری خاتون کا اعزاز حاصل ہے۔ شِعبِ ابی طالب کے محصورین میں شامل تھیں۔ اسی زمانے میں ان کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی۔ دلیر عورت تھیں ایک موقع پر ابو لہب کو ظلم کرتے دیکھا تو لکڑی مار کر اس کا سر پھاڑ دیا۔ اولاد کی بہترین تربیت فرمائی۔ سب نے علم وفضل میں نمایاں مقام حاصل کیا۔

حضرت ام شریک دوسیہؓ

آپؓ ایمان لائیں تو آپ کے اقارب نے ان کو ایذاء دینی شروع کی اور اس کے لیے یہ طریق ایجاد کیا کہ انہیں دھوپ میں کھڑا کر دیتے اور اس سخت گرمی کے ساتھ شہد جیسی گرم چیز کھلاتے اور پانی بالکل نہ دیتے تھے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آپ کے حواس باختہ ہو جاتے۔ ایسی حالت میں ان سے کہتے کہ اسلام چھوڑ دو۔ مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آتا۔ سمجھانے کے لیے وہ آسمان کی طرف اشارہ کرتے تو وہ سمجھ جاتیں کہ توحید کا انکار کرانا چاہتے ہیں۔ مگر آپ جواب دیتیں کہ یہ ہرگز نہ ہو گا۔

حضرت خنساء بنت عمروؓ

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب عراق میں قادسیہ کے مقام پر جنگ جاری تھی تو حضرت خنساءؓ اپنے چار بیٹوں کو لے کر میدانِ جنگ میں آئیں اور ان کو مخاطب کر کے کہا کہ پیارے بیٹو! تم نے اسلام کسی جبر کی وجہ سے اختیار نہیں کیا اس لیے اس کی خاطر قربانی کرنا تمہارا فرض ہے۔ خدا کی قسم! مَیں نے نہ تمہارے باپ سے کبھی خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا۔ یہ دنیا چند روزہ ہے اور اس میں جو آیا وہ ایک نہ ایک دن

مرے گا۔ لیکن خوش بخت ہے وہ انسان جسے خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کا موقع ملے۔ اس لیے صبح اٹھ کر لڑنے کے لیے میدان میں نکلو اور آخر وقت تک لڑو۔ کامیاب ہو کر واپس آؤ۔ نہیں تو شہادت کا مرتبہ حاصل کرو۔ سعادت مند بیٹوں نے بوڑھی ماں کی اس نصیحت کو گوش ہوش سے سنا اور لڑائی شروع ہوئی تو ایک ساتھ گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں اور نہایت جوش کے ساتھ رجز پڑھتے ہوئے کفار پر ٹوٹ پڑے اور چاروں نے شہادت کا درجہ پایا۔ دلیر ماں نے جب بیٹوں کی شہادت کی خبر سنی تو ان کو قربانی کا یہ موقع ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 560)

حضرت ام حرام بنت ملحانؓ

آپؓ آنحضورؐ کی عزیزہ تھیں۔ ایک دفعہ آنحضور ﷺ قبا کی بستی میں ان کے ہاں آرام فرما رہے تھے۔ خواب میں دیکھا کہ امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آمادۂ سفر ہیں۔ خواب سن کر آپؓ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ دعا کریں کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہو۔" آپؐ نے دعا کر کے فرمایا: "تم اس جماعت میں شامل ہو"

اس عظیم خاتون کے شوقِ شہادت کے بارے میں آنحضورؐ کا فرمان عہدِ س عثمانی میں پورا ہوا۔ 28 ہجری میں حاکمِ شام امیر معاویہ نے امیر المؤمنین کی اجازت سے جزیرہ قبرص کی فتح کے لئے بحری بیڑہ روانہ کیا۔ حضرت ام حرامؓ بھی اپنے شوہر حضرت عبادہ بن صامتؓ کے ہمراہ اس لشکر میں شامل ہوئیں۔ مسلمان کامیاب ہوئے قبرص فتح ہوا۔ واپسی کے لئے گھوڑے پر سوار ہونے لگیں تو گھوڑے سے گر کر زخمی ہوئیں اور جانبر نہ ہو سکیں۔ پہلی بحری جنگ میں شہادت کا درجہ ملا۔ قبرص میں مدفون ہیں۔

حضرت ام عمارہؓ

آپؓ کا تعلق بنو نجار سے تھا۔ مدینہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ آپؓ مدینہ کے اس وفد میں شامل تھیں جس نے 13 نبوت میں مکہ کی گھاٹی میں آنحضور ﷺ کی بیعت کی تھی اور آپؐ کو مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ آنحضور ﷺ کی ہجرت کے وقت آپؓ کی عمر چالیس سال تھی۔ جب آپؐ مدینہ تشریف لائے

تو آپؓ استقبال کرنے والوں میں شامل تھیں۔ ہجرت کے تیسرے سال لشکر کفار کی آمد کی خبر کے ساتھ جنگی تیاریاں شروع ہوئیں تو حضرت ام عمارہؓ نے جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور پانی پلانے کے لئے ساتھ جانے کی درخواست کی جو منظور ہو گئی۔ آپؓ اپنے شوہر اور دو بیٹوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئیں۔ زخمیوں کو پانی پلاتے ہوئی جب آپؓ نے آنحضور ﷺ کو خطرے میں پایا تو مشکیزہ پھینک کر تلوار اٹھائی اور حضور ﷺ کے قریب پہنچ کر دفاع شروع کیا۔

کفار آپؐ کو گزند پہنچانے کے لیے نہایت بے جگری کے ساتھ حملہ پر حملہ کر رہے تھے۔ آپ کے گرد بہت تھوڑے لوگ رہ گئے تھے۔ جو آپ کی حفاظت کے لیے اپنی جانوں پر کھیل رہے تھے۔ ایسے نازک اور خطرناک موقع پر یہ جری خاتون آپؐ کے لیے سینہ سپر تھیں۔ کفار جب آنحضرت ﷺ پر حملہ کرتے تو وہ تیر اور تلوار کے ساتھ ان کو روکتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا کہ میں غزوہ احد میں ام عمارہ کو برابر اپنے دائیں اور بائیں لڑتے ہوئے دیکھتا تھا۔ ابن قمیہ جب آنحضرت ﷺ کے عین قریب پہنچ گیا تو اسی بہادر خاتون نے اسے روکا۔ اس کمبخت نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس جانباز خاتون کا کندھا زخمی ہوا اور اس قدر گہرا زخم آیا کہ غار پڑ گیا۔ مگر کیا مجال کہ قدم پیچھے ہٹا ہو بلکہ آگے بڑھ کر اس پر خود تلوار سے حملہ آور ہوئیں اور ایسے جوش کے ساتھ اس پر وار کیا کہ اگر وہ دوہری زرہ نہ پہنے ہوئے ہوتا تو قتل ہو جاتا۔

(سیرت ابن ہشام ذکر احد)

حضرت ام کلثومؓ

اسلام کے ابتدائی مخالفت کے زمانے میں حضرت ام کلثومؓ اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہؓ کے ہمراہ شِعبِ ابی طالب کی گھاٹی میں رہیں۔ آپ نے یہ اڑھائی تین سال کا عرصہ بہت صبر کے ساتھ گزارا۔

شِعبِ ابی طالب کی مشکلات اور طلاق کی تکلیف کے بعد حضرت ام کلثومؓ کو اپنی والدہ کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ آنحضورؐ کی مدینہ ہجرت کے وقت حضرت ام کلثومؓ اپنی بہن حضرت فاطمہؓ کے ساتھ مکہ میں ہی تھیں آپ نے یہ وقت بہت استقلال اور بہادری کے ساتھ گزارا اور اس کے بعد حضورؐ نے اپنے صحابی حضرت ابو رافعؓ اور زید بن حارثہؓ کو مکہ روانہ کیا تا کہ وہ دونوں حضرت ام کلثومؓ، حضرت فاطمہؓ اور آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سعودہؓ کو ہمراہ لے آئیں۔ (ماخوذ از سیرت حضرت ام کلثومؓ)

حضرت رقیہؓ بنتِ محمدؐ

حضرت رقیہؓ حضرت زینب سے تین سال چھوٹی تھیں۔ حضرت رقیہؓ آنحضورؐ کی اکلوتی صاحبزادی تھیں جنہوں نے اسلام کی پہلی ہجرت کی توفیق پائی۔

نبوت کے پانچویں سال جب کفارِ مکہ کے مظالم کی وجہ سے پہلی ہجرت یعنی ہجرت حبشہ کا واقعہ پیش آیا اس میں حضرت رقیہؓ نے بھی حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ حضرت رقیہؓ بنت محمدؐ وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے مکہ سے حبشہ ہجرت کی۔ یہ ہجرت 5 نبوی میں ہوئی۔ آنحضرتؐ نے آپ کی حبشہ ہجرت پر فرمایا: ”ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خدا کی راہ میں اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کی۔“

(تذکار صحابیات صفحہ 122)

ہجرت حبشہ میں حضرت رقیہؓ کو جو مصائب برداشت کرنے پڑے اس میں ایک بڑا صدمہ یہ پیش آیا کہ آپؓ کا ایک بچہ اسقاط حمل سے ضائع ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت رقیہؓ کے ایک اور صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے لیکن کم عمری میں فوت ہو گئے۔

(اہل بیت رسولؐ صفحہ 267)

آپؓ اپنے والدین نیز دوسرے گھر والوں سے جدائی کا زخم لئے، دوبارہ ملنے کی امید میں صبر سے وقت گزارتی رہیں۔ مگر 11 رمضان المبارک ہجرت مدینہ سے تین سال قبل حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا پھر مکہ میں دوبارہ حضرت رقیہؓ کو اپنی والدہ کے ساتھ رہنا نصیب نہ ہوا۔

حضرت رقیہؓ کو دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے اسلام کی خاطر قربانیوں کی توفیق پائی، آپ نے صبر واستقامت سے زندگی گزاری، تکالیف کے ساتھ خدائی نصرت اور انعامات آپ کے ساتھ رہے۔ آپ کا ایک عظیم نشان ابولہب کے بیٹوں کی ذلت وخواری تھی جنہوں نے محض آپ کے قبول اسلام کی وجہ سے آپ سے رشتہ توڑا۔ پھر حضرت عثمانؓ سے آپ کا رشتہ جڑا۔ غرض خدا کی راہ میں کی گئی قربانیاں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں۔

(ماخوذ از سیرت حضرت رقیہؓ)

حضرت زینبؓ بنت محمدؐ

حضرت زینبؓ حضرت محمد ﷺ کی سب صاحبزادیوں میں سے بڑی تھیں۔ جب حضورؐ کو نبوت عطا ہوئی تو حضرت زینبؓ نے اپنی والدہ حضرت خدیجہؓ اور بہنوں کے ساتھ ہی رسول اللہؐ کی تصدیق اور قبولِ اسلام کی سعادت پائی۔

(طبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 37)

آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ کے متعلق فرمایا یہ میری بیٹیوں میں سے سب سے افضل ہے کیونکہ اس کو میری وجہ سے تکلیفیں پہنچی ہیں۔

حضرت زینبؓ مدینہ ہجرت کے لیے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں۔ ساتھ ان کے دیور کنانہ بن ربیع بھی تھے۔ جب کفار کو حضرت زینبؓ کی روانگی کی اطلاع ہوئی تو اہلِ مکہ اُن کے پیچھے نکلے اور ذِی طُوٰی میں ان کو گھیر لیا۔ ان میں ایک شخص ہبار بن اسود نامی تھا۔ اس نے حضرت زینبؓ پر حملہ کیا۔ وہ اونٹ سے زمین پر گر پڑیں انہیں سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہو گیا۔

(ماخوذ از تذکار صحابیات صفحہ 117-118)

حضرت زینبؓ نے آخر دم تک اسلام کی خاطر تکالیف برداشت کیں۔ وفات کے وقت وہی زخم تازہ ہو گئے تھے جو واقعہ ہجرت میں انہیں پہنچے تھے۔ آپ کی وفات بھی راہ مولیٰ میں تکالیف کی وجہ سے ہوئی، رسول اللہؐ نے انہیں شہیدہ کا لقب عطا فرمایا۔

(ماخوذ از سیرت حضرت زینب بنت محمدؐ)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے آقا و مطاع اور آپؐ کے اصحاب کرامؓ کی قربانیوں کو جو خراج تحسین پیش کیا یقیناً صحابیات بھی اس میں قدم بقدم شامل ہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

"ہمارے ہادیٔ اکملؐ کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسولؐ کے لئے کیا کیا جاں نثاریاں کیں، جلاوطن ہوئے۔ ظلم اٹھائے، طرح طرح کے مصائب برداشت کئے جانیں دیں لیکن صدق و وفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے پس وہ کیا بات تھی جس نے انہیں ایسا جاں نثار بنا دیا۔ وہ سچی محبت الٰہی کا جوش تھا۔ جس کی شعاع ان کے دل میں پڑ چکی تھی، اس لئے خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کر لیا جائے، آپؐ کی تعلیم، تزکیہ نفس، اپنے

پیروؤں کو دنیا سے متنفر کرادینا، شجاعت کے ساتھ صداقت کے لئے خون بہادینا اس کی نظیر کہیں نہیں ملے سکے گی۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 27)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صحابیات کے نمونے کو اپنانے کے متعلق عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تم اپنے مقام کو سمجھو اور اپنے اندر نئی بیداری اور نئی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ترقی کے لیے بے انتہا مواقع پیدا کیے ہیں۔ تم بھی حضرت عائشہؓ کی نقل کرنے کی کوشش کرو، تم بھی حضرت حفصہؓ کی نقل کرنے کی کوشش کرو، تم بھی حضرت زینبؓ کی نقل کرنے کی کوشش کرو، تم بھی ان صحابیات کی نقل کرنے کی کوشش کرو جنہوں نے اپنے زمانہ میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔"

(انوار العلوم جلد 21 صفحہ 592)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صحابیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ اور قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"جہالت کے اندھیروں سے نکل کر جب اسلام کی روشنی حاصل کی تو علم کی روشنی پھیلانے کا منبع ایک عورت بن گئی، پردے وغیرہ کی تمام رعایت کے ساتھ بڑوں بڑوں کو دین کے مسائل سکھائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سرٹیفیکیٹ حاصل کیا کہ دین کا آدھا علم اگر حاصل کرنا ہے تو عائشہ سے حاصل کرو۔ میدانِ جنگ میں اگر مثال قائم کی تو اپنے پردے کے تقدس کو قائم رکھتے ہوئے، اپنی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رومیوں کی فوج سے اکیلی اپنے قیدی بھائی کو آزاد کرواکے لے آئی اور تاریخ میں اس عورت کا ذکر حضرت خولہ کے نام سے آتا ہے۔ پھر مدینہ پر جب کفار کا حملہ ہوا تو مرد اگر خندق کھود کر شہر کی اس طرف سے حفاظت کررہے تھے تو گھروں کی حفاظت عورتوں نے اپنے ذمّہ لے لی اور جب یہودیوں نے جاسوسی کرنے کیلئے اپنا ایک آدمی بھیجا کہ پتہ کرو تاکہ ہم اس طرف سے حملہ

کریں اور مدینہ پر قبضہ کرلیں تو مرد تو اس جاسوس کے مقابلے پر نہ آیا لیکن عورت نے اس کو زخمی کرکے، مار کے باندھ دیا اور اٹھا کر اس کو باہر پھینک دیا۔

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو اس وقت عورتیں ہی تھیں جنہوں نے دین کی غیرت میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایک مثالی کردار ادا کیا اور وفا کی ایک مثال قائم کردی۔ پس یہ طاقت، یہ جرأت، یہ وفا، یہ علم ان میں اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے اور اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی وجہ سے آیا تھا۔"

(بحوالہ لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر خطاب 19/نومبر 2006ء)

سامعات! اس مختصر وقت میں صرف 19 صحابیات کا ذکر ممکن ہو سکا ہے۔ جبکہ صحابیات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے اور ہمیں ان نفوس قدسیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کرے کہ یہ نمونے ہم احمدی عورتوں میں بھی نظر آئیں اور ہم قرونِ اولیٰ کی عورتوں کی طرح ہر قربانی کے لیے ہر آن تیار ہوں۔ آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿20﴾

صحابیات کا آنحضورؐ کی صحبت اور قوتِ قدسیہ سے فیض پانے کے واقعات

(از روئے خطاب حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بمقام جلسہ سالانہ برطانیہ بمؤرخہ 29 جولائی 2023ء)

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پر کہتا ہوں
کہ اُس کی مرتبہ دانی میں ہے خدادانی

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **صحابیات کا آنحضورؐ کی صحبت اور قوتِ قدسیہ سے فیض پانے کے واقعات**

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

صحابیات کے واقعات کو پڑھ کر اور سن کر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح ہر شعبہ زندگی میں ان صحابیات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور قوت قدسی سے فیض پا کر ایسے نمونے قائم کئے جو مثال بن کر ہمیشہ چمکتے رہیں گے۔ ان میں صحابیات کی عبادات اور تعلق باللہ کے معیاروں کے واقعات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے معیار کے واقعات ہیں۔ مالی قربانیوں کے معیار کی بعض مثالیں ہیں۔ جان کی قربانی اور دین کی خاطر اپنے بچوں کی بھی جان کی قربانی کے معیار قائم کرنے کے واقعات ہیں۔ اسی طرح بچوں کی تربیت کے بارے میں کیا طریق تھا اس کی مثالیں ہیں۔ یہ وہ عورتیں تھیں جو اسلام لانے سے پہلے دنیا سے پیار کرنے والی تھیں۔ بہت زیادہ دنیاوی خواہشات رکھتی تھیں لیکن جب دین قبول کیا پھر اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے لئے قربان کر دیا۔

وَ تَخَیَّرُوْا لِلّٰہِ کُلَّ مُصِیْبَۃٍ
وَ تَھَلَّلُوْا بِالْقَتْلِ وَالْاِجْلَاءِ

اور انہوں نے اللہ کی خاطر ہر مصیبت کو اختیار کرلیا اور قتل اور جلاوطنی کو بھی بخوشی قبول کرلیا۔

حضرت حمنہ بنت جحش کے بارے میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک رسّی دوستونوں کے درمیان بندھی ہوئی دیکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ رسی کیا ہے؟۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! یہ حمنہ بنت جحش کی ہے جو نماز ادا کرتی ہیں۔ جب تھک جاتی ہیں تو اس کے ذریعہ سہارا لیتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے چاہئے کہ جتنی طاقت ہے اتنی نماز پڑھے اور جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ میرے پاس ایک عورت تھی۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یہ عورت ساری رات سوتی نہیں نماز پڑھتی رہتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں چاہئے وہ کام کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا لیکن تم اکتا جاؤ گے اور اللہ کو سب سے پیارا دین وہ ہے جس پر اس کا بندہ دوام اختیار کرے۔ باقاعدگی رہے اس پہ عمل کرنے کی۔

پھر ایک صحابیہ کی عبادت کے معیار کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عباس اپنی والدہ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ میری والدہ کو روزے سے اس قدر محبت تھی کہ ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتی تھیں۔

معزز بہنو! پس یہ وہ معیار تھے جو عورتوں نے بھی حاصل کئے اور اللہ تعالیٰ نے کوئی تخصیص نہیں رکھی کہ یہ معیار صرف مردوں کو ملتے ہیں عورت کو نہیں مل سکتے۔ بلکہ ایک عورت کی نیکی کے معیار کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ دلائی اور ان کی آہ سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ کتنے خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو یہ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہوتے ہیں۔ پھر عشق رسول کی غیر معمولی مثالیں ہمیں تاریخ میں ملتی ہیں جن کا اظہار خواتین سے ہوا۔ عبادات کا تو یہ معیار ہے کہ ان کو روکنا پڑتا ہے عبادت میں میانہ روی اختیار کرو۔ یہ نہیں کہ اس طرف توجہ دلائی ہے۔ پھر اس عشق رسول کی باتیں آتی ہیں یہاں بھی خواتین کے معیار ہیں۔ یہی وہ معیار تھے جس نے

مردوں میں وہ جذبہ پیدا کیا جس سے وہ عشق رسول اور دین کی خاطر قربانی میں بڑھے۔ ایسے ہی ایک واقعہ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انداز میں یوں بیان فرمایا ہے کہ

احد کی جنگ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید ہونے کی خبر پھیل گئی اور جب کمزور اور بزدل لوگ میدانِ جنگ سے بھاگ کر مدینہ کی طرف آرہے تھے مدینہ کی عورتیں احد کے میدان کی طرف دیوانہ وار دوڑی جاتی تھیں اور بعض عورتیں تو میدانِ جنگ تک جا پہنچیں۔ ایک عورت کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ میدانِ جنگ میں پہنچیں تو انہوں نے ایک مسلمان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت کے متعلق پوچھا تو اس شخص نے جواب دیا کہ بی بی! تمہارا باپ مارا گیا ہے۔ اس نے کہا مَیں تم سے اپنے باپ کے متعلق نہیں پوچھ رہی۔ مَیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھ رہی ہوں۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اس شخص نے اس کے باپ، بھائی، بیٹا اور خاوند چاروں کے مرنے کی اطلاع اسے دی لیکن ہر دفعہ اس عورت نے یہی کہا کہ مَیں تم سے رشتہ داروں کے متعلق نہیں پوچھتی مَیں تو یہ پوچھتی ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔ اس کے بعد پھر وہ میدانِ جنگ کی طرف بھاگ پڑی اور وہ فقرہ جو وہ کہتی تھی اس سے پتہ لگتا ہے کہ اس کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی محبت تھی۔ وہ احد کے میدان کی طرف دوڑی جاتی تھی اسے جو سپاہی ملتا اسے کہتی مَا فَعَلَ رسولُ اللّٰہ۔ کہ ارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا۔ یہ فقرہ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں یہ فقرہ خالص طور پر عورتوں کا فقرہ ہے کوئی مرد اپنے پاس سے یہ فقرہ نہیں بنا سکتا کیونکہ جب کسی عورت کا بچہ یا اس کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ کہتی ہے۔ ارے تم نے یہ کیا کیا تم ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ پس یہ فقرہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا؟ ایک زنانہ آواز ہے اور کوئی مؤرخ ایسا جھوٹا فقرہ نہیں بنا سکتا کیونکہ عورتوں کے سِوا یہ فقرہ کسی اور کے منہ سے نہیں نکل سکتا وہ عورت یہ کہتی جاتی تھی کہ ہائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا کہ آپ شہید ہو گئے اور ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ اسے صحابی کے بتا دینے پر بھی تسلی نہ ہوئی اور اصرار کیا کہ تم مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو۔ جب اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے تو وہ بھاگتی ہوئی آپ کے پاس پہنچی اور آپ کا دامن پکڑ لیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے افسوس

ہے کہ تیرا باپ اور تیرا بھائی اور تیرا خاوند لڑائی میں مارے گئے۔ اس عورت نے جواب دیا **جب آپ زندہ ہیں تو مجھے کسی اور کی موت کی پرواہ نہیں۔**

یہ تھی وہ عشق ورسول کی حقیقت جو قرون اولیٰ کی مسلمان خواتین سے ہم نے سیکھیں یا انہوں نے ہمیں بیان کیں۔

آیت رحمان برائے ہر بصیر
حُجّتِ حق بہرِ ہر دیدہ ورے
ناتواں را برحمت دستگیر
خستہ جاناں را بہ شفقت غمخورے

وہ ہر صاحب بصیرت کے لئے آیت اللہ اور ہر اہل نظر کے لئے حجتِ حق ہے
کمزوروں کا رحمت کے ساتھ ہاتھ پکڑنے والا اور ناامیدوں کا شفقت کے ساتھ غم خوار

معزز بہنو! تو دیکھو عورتوں کی یہ عظیم الشان قربانی تھی جس سے اسلام دنیا میں پھیلا اور آج بھی اسلام کے پھیلانے کے لئے یہی اصول لاگو ہو گا کہ ہماری عورتیں اور مرد ہر قربانی کے لئے تیار رہیں اور اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں۔ آج اسلام کی تبلیغ کا کام اور اسے دنیا میں پھیلانے کا کام ہمارے سپرد ہے اور ہمیں بے خوف وخطر ہو کر اس فریضہ کو سرانجام دینا چاہئے۔

پھر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور انداز دیکھیں۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ سُلَیْم کے گھر آتے اور ان کے بچھونے پر استراحت فرماتے جبکہ وہ وہاں نہ ہوتیں۔ تو کہتے ہیں ایک دن آپ تشریف لائے اور حضرت ام سلیم کے بچھونے پر سو گئے۔ اُمّ سُلَیم کو آپؐ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو آپؓ آئیں اُس وقت حضور کو پسینہ آیا ہوا تھا بستر پر چمڑے کے ٹکڑے پر حضور کا پسینہ جمع ہو گیا۔ انہوں نے اپنی صندوقچی کھولی اپنا بکس کھولا اور اس پسینے کو جذب کر کے اس میں سے ایک شیشی نکالی اور اس میں نچوڑنے لگیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چونکے اور فرمایا۔ اے ام سلیم! تم کیا کر رہی ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم اس پسینہ سے اپنے بچوں کے لئے برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا۔

سالکاں رانیست غیر از وے امام

رہرواں را نیست جزوے رہبرے

سالکوں کے لئے اس کے سوا کوئی امام نہیں۔ راہ حق کے متلاشیوں کے لئے اس کے سوا کوئی رہبر نہیں

معزز بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ پھر تسلسل میں فرماتے ہیں:

صحابیات کس حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتی تھیں چاہے وہ ذاتی معاملات ہوں۔ اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت زینب بنت ابی سلمہ کہتی ہیں کہ میں حضرت ام حبیبہؓ کے پاس گئیں جب ان کے والد ابوسفیان کا انتقال ہوا۔ پس انہوں نے خوشبو دار چیز منگوائی جس میں زردی تھی یا کچھ اور۔ اس میں سے کچھ ایک لڑکی کو لگائی اور پھر اپنے رخسار پر ملی۔ سنگھار کیا۔ اس کے بعد فرمایا۔ واللہ! مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں ہے مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین راتوں سے زیادہ بناؤ سنگھار سے رکے سوائے اپنے شوہر کے کہ چار مہینے اور دس دن اس کے لئے اس نے اپنے اپنے آپ کو روکے رکھنا ہے۔

ایک نوجوان لڑکی کے عشق رسول اور کامل اطاعت کا واقعہ سنیں۔ ایک روایت میں آتا ہے ابو برزہ اسلمی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری آدمی سے کہا۔ اپنی بیٹی مجھے دے دو۔ اس نے کہا زہ نصیب یا رسول اللہ! بہت بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی ذات کے لئے اس کا مطالبہ نہیں کر رہا کوئی اپنے لئے رشتہ نہیں مانگ رہا۔ اس نے پوچھا یا رسول اللہ! پھر کس کے لئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جُلَیْبِیْب کے لئے جو ایک سیاہ فام مسلمان غلام تھے۔ اس انصاری نے کہا یا رسول اللہ! میں لڑکی کی ماں سے مشورہ کر لوں چنانچہ وہ اس کی ماں کے پاس آیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام جُلَیْبِیْب غلام کے لئے بھیجا ہے۔؟ ماں نے کہا۔ وہ غلام؟ ہرگز نہیں بخدا میں کسی صورت میں اس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی نہیں کروں گی۔ جب وہ انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتانے کے لئے جانے لگا تو وہاں لڑکی سامنے آگئی اس نے کہا تمہارے پاس میرے لئے کس نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے؟۔ اس کی ماں نے سارا واقعہ بیان کیا تو اس لڑکی نے کہا کیا آپ لوگ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو رد کریں گے۔ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا۔ آپ میرا نکاح وہاں کریں جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس کا باپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر آپ اس رشتہ سے راضی ہیں تو ہم بھی راضی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح جلیبیب سے کر دیا۔ روایات میں آتا ہے کہ جنگ احد میں ان کے یہ خاوند شہید ہو گئے تو ان کی اس بیوہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر و برکت کی دعا کی اور اس دعا کی برکت تھی کہ مدینہ کی مالدار بیواؤں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ پس یہ تھے نوجوان لڑکیوں کے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو پورے کرنے کے معیار۔

پھر مالی قربانی کے بعض واقعات ہیں۔ سب سے پہلے تو حضرت خدیجہ کا ذکر آتا ہے جنہوں نے اپنا سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربان کر دیا۔ تمام مال آپ کو دے دیا۔ اپنے غلام دے دیئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بھی حضرت خدیجہ کی کس قدر عزت تھی اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے کر گئے ہوں اور حضرت خدیجہ کا ذکر نہ فرمایا ہو اور اس کی تعریف نہ بیان فرمائی ہو۔ ایک روز جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیا تو مجھے غیرت محسوس ہوئی اور میں نے کہا وہ ایک بڑھیا ہی تو تھی اللہ نے آپ کو اس سے بہتر بدل عطا فرمایا اور بہت سی بیویاں ہیں آپ کی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے۔ آپ نے فرمایا نہیں! اللہ کی قسم! اللہ نے مجھے اس سے بہتر بدل نہیں عطا فرمایا۔ وہ ایمان لائی جب لوگوں نے انکار کیا اور اس نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی اور اپنے مال سے میری مدد کی جب لوگوں نے اپنا مال مجھ سے روکے رکھا اور اللہ نے مجھے اس سے اولاد عطا فرمائی جبکہ دوسری عورتوں سے نہ دی۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آئندہ میں کبھی ان کے بارے میں کوئی بری بات نہیں کہوں گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی قربانی کو ہمیشہ یاد رکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود بھی مالی قربانی میں کم نہیں تھیں۔ ان کے بارے میں بہت سی روایات ملتی ہیں۔ چنانچہ ذکر ملتا ہے حضرت عائشہ کا ایک سب سے نمایاں وصف جود و سخا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر فرمایا کرتے تھے کہ میں

نے ان سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ نے ان کی خدمت میں لاکھ درہم بھیجے تو شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دیئے اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔ اتفاق سے اس دن روزہ رکھا ہوا تھا۔ لونڈی نے عرض کی کہ افطار کے لئے کچھ نہیں ہے فرمایا پہلے سے کیوں نہیں یاد کرایا۔

معزز بہنو! غزوہ تبوک میں صحابیات کی مالی قربانی کا ذکر یوں بیان ہوا ہے۔ عورتوں نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر مدد کی۔ ام سنان اسلمیہ کہتی ہیں میں نے حضرت عائشہ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کپڑا بچھا ہوا دیکھا جس میں خوشبو بازوبند کنگن کانٹے اور انگوٹھیاں تھیں اور پازیب بھی تھیں جو سب عورتوں نے مسلمانوں کے جہاد کے لئے دی تھیں۔ آج بھی اس بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ بہت سی احمدی خواتین ہیں جو اپنے مال اور زیور کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بے دریغ قربانی کرتی ہیں اور بغیر کسی انقباض کے دین کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں بلکہ بعض دفعہ ان کو روکنا پڑتا ہے۔

قرون اولیٰ کی خواتین کے ایمان کا کیا معیار تھا اور کس طرح اپنے خاوندوں کی محبت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر قربان کرتی تھیں۔ ایک واقعہ سنیں جو زندہ خاوند کا ہے۔ ایک ایسی عورت جس کا واقعہ ہے جس نے خدا تعالیٰ کے مقابلے میں نہ صرف اپنے خاوند کی محبت کو ٹھکرایا بلکہ اسے ملامت بھی کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عرب کے مقابلہ میں روما کی اس وقت ایک بڑی طاقت تھی جو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا کہ بجائے اِس کے کہ روما کی فوجیں ہم پر حملہ آور ہوں مناسب ہو گا کہ ان کے مقابلہ کے لئے ہم خود باہر جائیں۔ چنانچہ آپ دس بارہ ہزار افراد پر مشتمل ایک فوج ساتھ لے کر روما کے لشکر کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر آپؐ نے حکم دے دیا کہ سب مخلص مومن اس جنگ کیلئے چل پڑیں۔ اِس سے قبل آپ نے خود ایک صحابی کو کسی کام کیلئے باہر بھیجا تھا جب آپ مقابلہ کے لئے مدینہ سے روانہ ہو گئے تو وہ صحابی واپس گھر آئے اور مدت کے بعد وہ گھر واپس آئے تھے۔ جب مدینہ پہنچے تو انہیں صرف اتنا پتہ لگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی دور سے آتا ہے اور دیر کے بعد گھر آتا ہے تو قدرتی طور پر وہ اپنی بیوی سے پیار کرتا ہے۔ وہ صحابی بھی گھر آئے اور چاہا کہ بیوی سے پیار کریں مگر اس نے پرے ہٹا کر کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو جنگ کیلئے

باہر گئے ہوئے ہیں اور تجھے بیوی سے پیار سوجھ رہا ہے۔ اِس کا اِس صحابی پر اتنا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کیلئے باہر چلے گئے۔ اب یہ خدا کی محبت اور اس کے خاوند کی محبت کا مقابلہ تھا۔ یہ نہیں کہ اس صحابیہ کو اپنے خاوند سے محبت نہیں تھی بلکہ جب یہ سوال آ گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف میں ہیں اور ان کا خاوند آرام میں ہے تو وہ برداشت نہ کر سکیں۔ پس انہوں نے اپنے خاوند کو بھیجا کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اسلام کو تمہاری جان کی ضرورت ہے۔ جاؤ! اور اپنی جان قربان کرو۔

پھر دین کی خاطر ایک عورت اپنی جان قربان کرنے کے لئے کس طرح بے خوفی کا مظاہرہ کرتی ہے اس بارے میں ذکر آیا ہے حضرت ام شریق جب اسلام قبول کیا تو مشرک رشتہ داروں نے ان کو ان کے گھر سے پکڑ لیا اور ان کو ایک بدترین مست اور شریر اونٹ پر سوار کر دیا اور ان کو شہد کے ساتھ روٹی دیتے رہے اور پینے کے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیتے تھے اور انہیں سخت دھوپ میں کھڑا کر دیتے تھے جس سے ان کے ہوش و ہواس جاتے رہے۔ انہوں نے تین دن تک یہی سلوک روا رکھا اور پھر کہنے لگے جس دین پر تو قائم ہے اس کو چھوڑ دو۔ حضرت ام شریق کہتی ہیں کہ میں ان کی بات نہ سمجھ سکی۔ ہاں چند کلمے سن لئے۔ پھر مجھے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے بتایا گیا کہ توحید کو چھوڑ دو۔ فرماتی ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم! میں توحید پر قائم ہوں چاہے مر جاؤں۔

پھر تکالیف برداشت کرنے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ پر توکل اور کامل ایمان کا ایک واقعہ یوں ملتا ہے حضرت ضنیرہ رومی اسلام میں سبقت لے جانے والی خواتین میں سے تھیں انہوں نے اسلام کے آغاز میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ مشرکین آپ کو اذیتیں دیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ بنو مخزوم کی لونڈی تھی اور ابوجہل آپ کو اذیت دیا کرتا تھا۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کی بینائی چلی گئی اس پر مشرکین نے کہا لات اور عزی یہ دو بت ہیں بڑے مشرکوں کے تھے اس زمانے میں۔ نے ان دونوں کے انکار کی وجہ سے ضنیرہ کو اندھا کر دیا ہے۔ اس پر حضرت ضنیرہ نے کہا۔ لات اور عزی تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ان دونوں کی عبادت کون کرتا ہے۔ یہ بت ہیں انہوں نے کیا کرنا ہے مجھے۔ یہ تو آسمان سے ہے یعنی خدا کی منشا ہے بیماری ہے آئی ہے مجھ پہ اور میرا رب میری بینائی لوٹانے پر قادر ہے۔ اس بات کا بھی اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ

قادر ہے کہ اس نے بینائی لی ہے تو لوٹا بھی سکتا ہے میری نظر ٹھیک کر سکتا ہے بغیر کسی علاج کے۔ لکھا ہے کہ اگلے دن انہوں نے اس حالت میں صبح کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بینائی لوٹا دی تھی نظر آنے لگ گیا۔ صبح اٹھی تو آنکھیں بالکل صاف تھیں۔ ٹھیک تھیں۔ اس پر قریش نے کہا کہ یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جادو کی وجہ سے ہوا ہے کہ رات کو اس نے جادو کر دیا کوئی تو تمہاری نظر واپس آ گئی۔ لیکن وہ مانے نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا ہے مجھ پہ۔ بہر حال حضرت ابو بکر نے ان کی تکالیف دیکھیں جو ان کو پہنچائی جاتی تھیں تو آپ نے ان کو خرید لیا حضرت ابو بکر نے ان کو خریدا اور آزاد کروا دیا۔

یہ تھیں وہ خواتین جنہوں نے توحید کے قیام اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنے عہد کو پورا کیا۔

اسی طرح ایمان پر قائم رہنے اور جان کی قربانی کے لئے تیار رہنے کا ایک واقعہ یوں ملتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ بنو معمل کی ایک لونڈی کے پاس سے گزرے۔ وہ لونڈی مسلمان تھی۔ عمرو بن خطاب اس کو ایذا دے رہے تھے تا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دے۔ حضرت عمر ان دنوں ابھی مشرک ہی تھے اسلام نہیں لائے تھے اور وہ انہیں مارا کرتے تھے اس لونڈی کو یہاں تک کہ وہ جب تھک جاتے تو کہتے کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نے تمہیں صرف تھکاوٹ کی وجہ سے چھوڑا ہے۔ اتنا مارتے تھے کہ حضرت عمر تھک جاتے تھے لیکن انہوں نے کبھی اسلام سے انکار نہیں کیا۔ اس پر وہ کہتی اللہ تمہارے ساتھ بھی اسی طرح کرے گا۔ پھر حضرت ابو بکر نے اسے بھی خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

پھر ایک عورت کے اپنے بیٹوں کو دین کی خاطر جان قربان کرنے کا واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے:

حضرت عمر کے زمانے میں جب عراق میں قادسیہ کے مقام پر جنگ جاری تھی تو کسریٰ میدان جنگ میں ہاتھی لایا۔ اونٹ ہاتھی سے ڈرتا ہے اس لئے وہ انہیں دیکھ کر بھاگتے تھے اور اس طرح مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا اور بہت سے مسلمان مارے گئے۔ آخر ایک دن مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ ہو آج ہم میدان سے ہٹیں گے نہیں جب تک دشمن کو شکست نہ دے لیں۔ ایک عورت حضرت خنساء اپنے چار بیٹوں کو لے کر میدان جنگ میں آئیں اور ان کو مخاطب کر کے کہنے لگیں کہ پیارے بیٹو! تمہارے باپ نے اپنی زندگی میں ساری جائیداد تباہ کر دی اور جب تمہارا باپ مرا تو اس نے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی۔ میں اس وقت جوان تھی تمہارے باپ کی کوئی جائیداد نہیں تھی۔ کوئی سکھ نہیں دیا اس نے مجھے زندگی میں۔

پھر اپنی زندگی میں اس نے میرے ساتھ کوئی حسن سلوک بھی نہیں کیا اور اگر عرب کے رسم و رواج کے مطابق میں بدکار ہو جاتی تو کوئی اعتراض کی بات بھی نہیں تھی۔ مگر میں نے اپنی تمام عمر نیکی سے گزاری۔ اب کل فیصلہ کن جنگ ہونے والی ہے۔ اپنے بیٹوں کو کہا کہ اب جنگ ہونے والی ہے اور یہ مسلمانوں نے فیصلہ کیا ہے کہ یا موت یا جیت۔ تو کہتی ہیں میرے تم پر بہت سے حقوق ہیں۔ اتنی ساری باتیں بتا کے کہ کس طرح میں نے تمہیں پالا کہ میرے تم پر بہت سے حقوق ہیں۔ کل کفر اور اسلام میں مقابلہ ہو گا اگر تم فتح حاصل کئے بغیر واپس آئے تو میں خدا تعالیٰ کے حضور کہوں گی کہ میں ان کو اپنا کوئی بھی حق نہیں بخشتی۔ اسی طرح اس نے اپنے چاروں بیٹوں کو جنگ میں تیار کر کے بھیج دیا اور پھر گھبرا کر خود جنگل میں چلی گئی اور وہاں تنہائی میں سجدہ میں گر کر اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگی اور دعا یہ کی کہ اے میرے خدا! میں نے اپنے چاروں بیٹوں کو دین کی خاطر مرنے کے لئے بھیج دیا ہے لیکن تجھ میں یہ طاقت ہے کہ ان کو واپس لے آئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ مسلمانوں کو فتح بھی ہو گئی اور وہ اس کے چاروں بیٹے بھی زندہ واپس آ گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم نے بھی دین کی ترقی اور اپنا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لئے ان مثالوں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ہے۔ عبادات کے معیار، عشق رسول کے معیار، مالی و جانی قربانیوں کے معیار ہم نے قائم کرنے ہیں۔ بیشک آج بہت سی احمدی خواتین مالی قربانیوں کے بہت اعلیٰ نمونے دکھا رہی ہیں جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے ابھی لیکن خاص طور پر مالی لحاظ سے جو کشائش رکھنے والیاں ہیں ان کو اپنی حالتوں کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ جن کے خاوند روک بنتے ہیں انہیں کہہ دیں اپنے خاوندوں کو کہہ دیں کہ دین کے معاملے میں ہم تمہاری کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں...... ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت دجال نے اپنی شیطانی حربوں کے ہر طرف جال پھیلائے ہوئے ہیں۔ آج سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ اپنی عبادتوں کے معیار بلند تر کرنے کی کوشش کی جائے۔ عشق رسول میں بڑھتے چلے جانے کی کوشش کی جائے۔ تربیت اولاد کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ ان کی گھٹی میں دین کی اہمیت اس طرح ڈالیں کہ وہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ اپنی دعاؤں میں اس قدر زور اور درد پیدا

کریں کہ خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے اور ہمارے بچے دنیا کی ہوا و ہوس میں پڑنے کی بجائے خدا تعالیٰ کے دین کے سیکھنے اس سے تعلق پیدا کرنے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تڑپ دل میں پیدا کرنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی عورت کو یہ معیار حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آج عورتوں کی اس طرف توجہ ہی مردوں کی اصلاح کا بھی باعث بنی رہے گی۔ اللہ کرے کہ سب عورتیں اور مرد اور بچے اور بوڑھے مل کر وہ احمدی معاشرہ پیدا کرنے والے بن جائیں جو صحیح اسلامی معاشرہ ہے اور جس کے قائم کرنے کے لئے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"

اِنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ كَذُكَاءِ
قَدْ نَوَّرُوْا وَجْهَ الْوَرٰى بِضِيَاءِ
يَا رَبِّ فَارْحَمْنَا بِصَحْبِ نَبِيِّنَا
وَاغْفِرْ وَ اَنْتَ اللّٰهُ ذُوْالْاٰلَاءِ

یقیناً صحابہ سب کے سب سورج کی مانند ہیں۔ انہوں نے مخلوقات کا چہرہ اپنی روشنی سے منور کر دیا۔
اے میرے رب! ہم پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے طفیل رحم کر اور ہماری مغفرت فرما اور تو ہی نعمتوں والا اللہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

﴿21﴾

مذہبی آزادی اور رواداری کی اسلامی تعلیم اور آنحضورؐ کا اسوہ حسنہ

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔**لَآ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ**

دین میں کوئی جبر نہیں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

معزز سامعین و سامعات! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **مذہبی آزادی اور رواداری کی اسلامی تعلیم اور آنحضورؐ کا اسوہ حسنہ**

اگر مذہبی رواداری اور آزادی ضمیر کو اسلامی تعلیم کے سانچے میں ڈال کر دیکھیں تو سب سے پہلے ہمیں قرآن کریم کا سہارا لینا ہو گا۔ جو عالمگیر اور ہمہ جہت اسلامی کتاب ہے۔

قرآن کے آغاز پر ہی سورۃ البقرہ آیت 257 میں لَآ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ کے سنہری الفاظ کے ساتھ اسلام کی خوبی کا ذکر فرما کر اسلام کو دیگر مذاہب سے ممتاز کر رہا ہے۔

پھر مذہب اسلام کو قبول کرنے میں بھی کوئی سختی نہیں اور قرآنی الفاظ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّ مَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ (الکہف:30) کہہ کر ایمان لانے کے فوائد اور ایمان نہ لانے کے نقصان بیان کر کے ایمان کو اس متعلقہ بندے پر چھوڑ دیا کہ وہ ایمان لاتا ہے یا نہیں۔یہی درس اللہ تعالیٰ نے وَ ھَدَیۡنٰہُ النَّجۡدَیۡنِ (البلد:11) کے ان الفاظ میں دیا۔

مذہبی آزادی اور رواداری میں ایک اہم نکتے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں دوبار اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اگر تمہیں کسی ایک فرقہ کے لوگ تنگ کریں اور تمہیں بیت اللہ جانے سے روکیں تو تم کبھی ان سے دشمنی نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

(المائدہ:3)

اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے کہ انہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔

معزز سامعین و سامعات! دنیا کے مختلف مذاہب اپنے اپنے ہاں مذہبی آزادی اور آزادی ضمیر کا دَم بھرتے ہیں لیکن شدت پسندی ہر جگہ دیکھنے کو ملتی ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ مغربی دنیا میں مذہبی آزادی اور رواداری وغیرہ دیکھنے کو ملتی ہے۔ ہم احمدی آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرتے اور بسا اوقات پارکوں اور پبلک جگہوں میں ہم بغیر کسی ڈر اور خوف کے نمازیں باجماعت بھی ادا کر لیتے ہیں اور ہماری مساجد اور عبادت گاہیں بھی غیروں کے ہاتھوں محفوظ ہیں تو اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بعض شدت پسند فرقے یا ان سے تعلق رکھنے والے چند لوگ کبھی کبھار ہمارے بہت ہی پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی از خود فوٹو تراش کر یا ہماری بہت ہی پیاری الہامی کتاب قرآن مجید کو جلا کر ہمارے لیے تکلیف، درد اور دکھ کا باعث بنتے ہیں۔ جب کہ اس کے مقابل پر ہمارے ایشیائی مسلمان معاشرے میں انسانی جذبات کے قدر کرنے کی بات تو الگ رہی۔ جائیدادیں محفوظ نہیں اور خون بہانے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ بھارت میں بابری مسجد کی شہادت اس کا ایک واضح ثبوت ہے اور پاکستان میں ہندوؤں کے مندر، عیسائیوں کے گرجے اور احمدیوں کی مساجد اور قبرستان محفوظ نہیں اور آئے روز اس شدت پسندی میں تیزی دکھائی دے رہی ہے۔ سینکڑوں جانیں ان شدت پسند لوگوں نے احمدیوں کی لے لی اور ابھی بھی ان کی پیاس بجھنے کا نام نہیں لے رہی۔ یہی کیفیت بنگلہ دیش، افغانستان اور انڈونیشیا وغیرہ میں نظر آتی ہے۔

جب کہ اسلام نے رواداری کی جو تعلیم دی اس کے مطابق دوسرے مذاہب کی قابل قدر اور قابل عزت ہستیوں کو بھی بُرا بھلا نہ کہنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ ہدایت دیتا ہے۔

اور تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر قوم کو ان کے کام خوبصورت بنا کر دکھائے ہیں۔ پھر ان کے ربّ کی طرف ان کو لوٹ کر جانا ہے۔ تب وہ انہیں اس سے آگاہ کرے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (الانعام:109)

معزز سامعین و سامعات! اور آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا نمونہ یہ تھا کہ ایک دفعہ ایک مسلمان اور یہودی میں یہ تنازعہ کھڑا ہو گیا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت محمدؐ میں افضل کون ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے موسیٰ پر فضیلت مت دو۔

(بخاری کتاب التفسیر)

رواداری کی ایک اعلیٰ مثال تاریخ اسلام میں ہمیں یوں ملتی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا کی مشرک والدہ انہیں ملنے کے لیے مدینہ تشریف لائیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس حوالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی لی کہ کیا مجھے ان کی خدمت اور حسنِ سلوک کی اجازت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں! وہ تمہاری والدہ ہے۔

سامعین / سامعات! مشرکوں سے حسنِ سلوک کی بات چل نکلی ہے تو اپنے جانی دشمن جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا کی قوم جب قحط میں مبتلا ہوئی تو ان کے سردار ابوسفیان کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قحط دور ہونے کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ جس کی وجہ سے بارشیں ہوئیں اور قحط جاتا رہا۔

آئیں! اب دیکھتے ہیں کہ جان کی دشمن قوم کو جب شکست ہوئی اور مسلمان فاتح ٹھہرے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مفتوح سرداروں کے بیٹوں اور دیگر رشتہ داروں سے بدلہ لینے کی بجائے عام عفو اور معافی کا اعلان فرمایا۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کو کمال شفقت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا۔

یہودِ مدینہ وہ تھے جنہوں نے لحہ لحہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ ایک یہودن نے گوشت میں زہر ملا کر دینے کی کوشش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا۔ یہود اور مسلمانوں کے درمیان "میثاقِ مدینہ" کے نام سے ایک معاہدہ قرار پایا۔ یہ معاہدہ آزادی مذہب اور حریتِ ضمیر کی بہترین ضمانت تھی۔ اس معاہدہ کی شرائط اتنی کڑی اور سخت تھیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے ان شرائط کے باوجود اس معاہدہ کو خوب نبھایا۔ یہود برابر عہد شکنی کے نہ صرف مرتکب ہوئے بلکہ یہود کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلوک بھی گستاخانہ تھا۔ یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو السام علیکم کہتے۔

جنگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درختوں کو نہ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ مدمقابل کے بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنے کے احکام صادر فرمائے اور مقابل مقتولین کا مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔ مُردوں کا احترام فرماتے اور اگر نعش پڑی دیکھتے تو فوراً دفن فرمادیتے۔ حتیٰ کہ قیدیوں سے حسنِ سلوک کی تلقین فرمائی۔

حاضرین / حاضرات! مَیں آپ کے سامنے ایک ایسا واقعہ رکھنے جارہا/رہی ہوں جس کو سن کر دل سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں گن گانے لگتا ہے کہ ایک ایسا عظیم روحانی سپہ سالار کہ جس کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لانے والے کو 100 اونٹوں کے لالچ نے سراقہ بن مالک کو آپؐ کے اتنا قریب کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چاہتے تو اُسے قتل کر دیتے مگر اس کے گھوڑے کے پاؤں ریت میں تین بار دھنس جانے کی وجہ سے وہ توبہ کر کے معافی اور امان کا طلب گار ہوا۔ امن کے شہزادے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اسے امن کی نوید دی بلکہ اُس کی درخواست پر امن کی ایک تحریر بھی لکھ دی کہ جہاں بھی تم یہ تحریر پیش کرو تمہیں مسلمانوں کی طرف سے امن دیا جائے گا۔ اِسی پر بس نہیں بلکہ کسریٰ کے کنگن اُس کے ہاتھوں میں پہنائے جانے کی خوشخبری بھی دی۔ کون ہے آج ایسا سپہ سالار جس کے قتل کا ارادہ لے کر کوئی نکلا ہو اور بادشاہ کے حصار میں آجانے کے بعد بھی اسے نہ صرف کسریٰ کے کنگن پہنائے جانے کی بشارت مل رہی ہو اور امن کے حصار میں آنے کی نوید دی جارہی ہو۔ ایسے موقع پر سرکار دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہی دعا پڑھنے کو دل کرتا ہے۔

بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

مذہبی آزادی اور رواداری کی اس سے بڑی اور کیا گواہی دی جاسکتی ہے کہ نجران کے عیسائیوں کا وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بحث و مباحثہ کے دوران ان عیسائیوں کی عبادت کا

وقت آ گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسجد نبوی میں ہی اُن کے طریق کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت دی۔

(ابن سعد جلد اول صفحہ 357)

معزز سامعین وسامعات! اور جو معاہدہ اہل نجران اور مسلمانوں کے مابین طے پایا۔ اُس میں بہت سی شقیں ایسی تھیں کہ مسلمان بطور فاتح قبول کر کے مذہبی آزادی اور رواداری کا بیّن ثبوت پیش کر رہے تھے۔ جیسے اہل نجران کے تمام پادریوں، کاہنوں، راہبوں اور ہر مذہب سے متعلقہ عبادت گاہوں میں رہنے والوں کو اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امان حاصل ہو گی۔ اس کا ذکر عیسائی مؤرخین نے بھی دل کھول کر اپنی کتب میں کیا ہے۔ جیسے جناب کرینسٹن نے لکھا ہے کہ

”کیا دنیا میں کسی فاتح قوم یا مذہب نے اپنی مفتوح قوموں کی اس سے بڑھ کر حفاظت اور امن کی ضمانت دی ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دی۔ دنیا کے کسی مذہب میں اس سے زیادہ روادارانہ اور حقیقی طور پر برادارانہ تعلیم تلاش کرنا مشکل ہے۔“

(ورلڈ فیتھ صفحہ 157)

سامعین! یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکوں کے ساتھ نرم دلی، ملاطفت اور مذہبی آزادی وروادارانہ سلوک کا ذکر ہم اوپر سن آئے ہیں۔ آئیں! ایسے لوگوں سے حسنِ سلوک اور مدِّ مقابل ان کے منافقانہ سلوک کا ذکر بھی سنیں جو انہوں نے بظاہر اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے اندر رہ کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے جاری رکھا۔ اِن کی ریشہ دوانیوں کے باوجود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک ان سے ہمدردانہ، محِبانہ اور شفقت بھرا تھا۔ منافقوں کا سردار عبد اللہ بن ابی سلول ہجرت مدینہ کے بعد مسلسل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت اور گستاخی میں کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس سے ہمیشہ نرمی، رافت اور عفوورحم کا سلوک فرمایا۔ یہی شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق الزام تراشی کا بانی بھی تھا۔ اِس کی نہ صرف نمازِ جنازہ پڑھائی بلکہ کفن کے طور پر اپنی قمیص بھی پہنا دی۔ نمازِ جنازہ کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ راستے میں حائل ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس کی طرف اِس قدر تکلیف کا روّیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اتنی نرمی۔ قرآن میں ہے کہ اگر

تو ان منافقوں کے لیے 70 بار بھی استغفار کرے تو قبول نہیں ہو گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَیں 70 بار سے زیادہ اس کی بخشش کی دعا مانگ لوں گا۔

(بخاری کتاب الجنائز)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رواداری کے سلوک اور مذہبی آزادی کا غیروں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ جیسے اطالوی مستشرقہ پروفیسر ڈاکٹر وگلیری نے اسلامی رواداری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

"قرآن شریف فرماتا ہے کہ اسلام میں جبر نہیں...... محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان خدائی احکام کی پیروی کرتے تھے اور سب مذاہب کے ساتھ عموماً اور توحید پرست مذاہب کے ساتھ خصوصاً بہت رواداری برتتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے مقابلہ میں صبر اختیار کرتے تھے ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کے متعلق یہ ذمہ لیا کہ عیسائی ادارے محفوظ رکھے جائیں اور یمن کی مہم کے سپہ سالار کو حکم دیا کہ کسی یہودی کو اس کے مذہب کی وجہ سے دکھ نہ دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء بھی اپنے سپہ سالاروں کو یہ تلقین کرتے تھے کہ دورانِ جنگ ان کی افواج انہی ہدایات پر کاربند ہوں۔ ان فتح مند سپہ سالاروں نے مفتوح اقوام کے ساتھ معاہدات کرنے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے کی پیروی کی۔ انہی معاہدات کی وجہ سے مفتوحین کو اپنے اپنے مذہب پر چلنے کی آزادی ملی۔ صرف شرط یہ تھی کہ جو لوگ اسلام قبول نہ کریں ایک معمولی سا ٹیکس یعنی جزیہ ادا کریں یہ ٹیکس ان ٹیکسوں سے بہت ہلکا تھا جو خود مسلمانوں پر حکومت اسلامی کی طرف سے عائد ہوتے تھے۔ جزیے کے بدلے میں رعایا یعنی ذمی لوگ ایسے ہی مامون و مصوٴن ہو جاتے تھے جیسا کہ خود مسلمان۔

پھر پیغمبر اسلام اور خلفاء کے طریق کو قانون کا درجہ حاصل ہو گیا اور ہم حتمًا بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے مذہبی رواداری کی تلقین پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ رواداری کو مذہبی قانون کا لازمی حصہ بنا دیا۔ مفتوحین کے ساتھ معاہدہ کرنے کے بعد مسلمانوں نے ان کی مذہبی آزادی میں دخل نہیں دیا اور نہ تبدیلی مذہب کے لیے کوئی سختی کی"

(بحوالہ اسوہ انسانِ کامل از حافظ مظفر احمد)

معزز سامعین! پس اسلام لفظ کے لغوی معنی ہی امن و سلامتی کے ہیں اور اسلام ہی وہ عالمگیر مذہب ہے جو امن اور صلح کی تعلیم دینے والا ہے۔ مذہبی رواداری کا علمبردار مذہب ہے جس کے ہادی کامل حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اصل میں مسلمان وہ شخص ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہیں۔“

اور پھر فرمایا: مومن وہ ہے جس سے دوسرے انسان محفوظ رہیں۔

معزز سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اِسلام وہ پاک اور صلح کار مذہب تھا جس نے کسی قوم کے پیشوا پر حملہ نہیں کیا۔ اور قرآن وہ قابل تعظیم کتاب ہے جس نے قوموں میں صلح کی بنیاد ڈالی اور ہر ایک قوم کے نبی کو مان لیا۔ اور تمام دُنیا میں یہ فخر خاص قرآن شریف کو حاصل ہے۔ جس نے دُنیا کی نسبت ہمیں یہ تعلیم دی کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (آل عمران:85) یعنی تم اے مسلمانو! یہ کہو کہ ہم دُنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان میں تفرقہ نہیں ڈالتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو رد کر دیں۔ اگر ایسی صلح کار کوئی اور الہامی کتاب ہے تو اس کا نام لو قرآن شریف نے خدا کی عامہ رحمت کو کسی خاندان کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ اسرائیلی خاندان کے جتنے نبی تھے کیا یعقوب اور کیا اسحٰق اور کیا موسیٰ اور کیا داؤد اور کیا عیسیٰ سب کی نبوت کو مان لیا اور ہر ایک قوم کے نبی خواہ ہند میں گذرے ہیں اور خواہ فارس میں کسی کو مکار اور کذّاب نہیں کہا بلکہ صاف طور پر کہہ دیا کہ ہر ایک قوم اور بستی میں نبی گذرے ہیں اور تمام قوموں کے لئے صلح کی بنیاد ڈالی۔“

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459-460)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آج جماعت احمدیہ کا یہ کام ہے کہ ایک مہم کی صورت میں دنیا کے سامنے اسلام کی امن اور آشتی کی جو حسین اور خوبصورت تعلیم ہے وہ پیش کریں۔ اور دنیا کے سامنے کھولیں کہ اسلام تو انصاف اور امن کی تعلیم کا علمبردار ہے۔ جس کی مثال آج کے چودہ سو سال پہلے کے واقعات میں ملتی ہے۔ وہ واقعہ جب بنو نضیر مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تو ان میں سے وہ لوگ بھی تھے جو انصار کی اولاد تھے۔ انصار نے ان کو

روک لینا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے اس تعلیم کے ماتحت کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ان کو اس سے منع فرمایا اور یہ انصار کی اولاد اس طرح یہودیوں کے پاس تھی کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی کے نرینہ اولاد یا لڑکا نہیں ہوتا تھا تو وہ منت مانا کرتے تھے کہ اگر میرا لڑکا ہوگا تو مَیں اسے یہودی بنادوں گا۔ تو اس طرح لڑکے کی پیدائش پر اپنے بچے یہودیوں کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ تو یہ ہے اسلام کی خوبصورت تعلیم کہ تم اپنے لختِ جگر کو بھی جب ایک دفعہ کسی کو دے دیتے ہو اور جب وہ اسے اپنے مذہب پر قائم کر لیتا ہے تو پھر زبردستی اس کو بھی واپس نہیں لے سکتے۔"

(خطبہ جمعہ 20؍جون 2003ء)

نبوّت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لا محال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال
ہر ایک رنگ ہے بس عدیمُ المثال

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴾22﴿

”وہ دین ہی کیا ہے جس میں نماز نہیں؟“

(از روئے ارشادات و فرمودات حضرت محمدؐ)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا(النساء:104)

ترجمہ: یقیناً نماز مومنوں پر ایک وقتِ مقررّہ کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔

رغبتِ دل سے ہو پابندِ نماز و روزہ
نظر انداز کوئی حصہ احکام نہ ہو

آج میری تقریر کا عنوان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے بارے میں ایک ارشاد ہے کہ **”وہ دین ہی کیا ہے جس میں نماز نہیں؟“**

سامعین / سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامِ توحید اور احکامِ الٰہی کی بڑی غیرت و حمیّت تھی۔ طائف سے ثقیف قبیلہ کا وفد نے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بعض احکام میں رخصت کی شرط پر اسلام قبول کرنے کی حامی بھری اور عرض کی کہ نماز معاف کر دیں اور زنا، شراب اور سود حلال کروادیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہ دی اور فرمایا ”وہ دین ہی کیا ہے جس میں نماز نہیں؟“

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 75)

اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جو شخص نماز ہی سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے، اس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا؟ وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا۔ یہ تو دین ہرگز نہیں۔ یہ سیرتِ کفار ہے بلکہ جو دم غافل وہ دم کافر والی بات بالکل راست اور صحیح ہے۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 189 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

ابتدائے آفرینش سے انبیاء کے دنیا میں آنے کا سلسلہ جاری ہے اِن تمام انبیاء نے اپنے ماننے والوں کو نماز کے رنگ میں اپنے اللہ کی عبادت کرنے کی تلقین فرمائی۔ اِن مذاہب میں نماز کی ادائیگی کے طریق مختلف رہے اِن تمام مذاہب میں رائج اطاعت اور Submission کے رائج تمام طریق کو اسلام میں لے لیا گیا۔ جیسے باادب کھڑے ہونا، ہاتھ باندھنا، رکوع یا سجود میں جانا یا ہاتھ کھڑے کرنا وغیرہ شامل تھا۔ اسلام چونکہ جامع مذہب تھا اِس لئے Submission کے تمام طریق اسلامی عبادت میں جمع کر دیے گئے۔

جہاں تک دیگر مذاہب میں صلوۃ یعنی نماز کا تعلق ہے قرآن اور احادیث میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ خانہ کعبہ کی دیواریں بلند کیں۔ نماز کی ادائیگی کے لیے ہی آپؑ نے خانہ کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کروائی اور آپؑ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمادیا:

وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (مریم:56)

کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتا تھا اور اپنے ربّ کے حضور بہت ہی پسندیدہ تھا۔

پھر حضرت لقمان علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو نماز ادا کرنے کی تلقین کا ذکر یوں ملتا ہے۔

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

(لقمان:18)

ترجمہ: اے میرے پیارے بیٹے! نماز کو قائم کر اور اچھی باتوں کا حکم دے اور ناپسندیدہ باتوں سے منع کر اور اُس (مصیبت) پر صبر کر جو تجھے پہنچے۔ یقیناً یہ بہت اہم باتوں میں سے ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی قرآن کریم میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز کی ادائیگی کی تلقین ان الفاظ میں کی۔

وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (مریم:32)

ترجمہ: اور مجھے نماز کی اور زکوٰۃ کی تلقین کی ہے جب تک مَیں زندہ رہوں۔

سامعین / سامعات! پس ہم جان چکے کہ ہر دین میں نماز کے فرض ہونے کا ذکر قرآن میں ملتا ہے اس کے ساتھ بعض مقامات پر قرآن نے نماز نہ پڑھنے والوں کو انذار اور نماز پڑھنے والوں کو تبشیر کی ہے۔ جیسے

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جہاں اپنے اہل کو نماز کی تلقین فرمائی ہے وہاں نماز ترک کرنے والوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا۔

پھر ان کے بعد ایسے جانشینوں نے (ان کی) جگہ لی جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کی پیروی کی۔ پس ضرور وہ گمراہی کا نتیجہ دیکھ لیں گے۔ (مریم:60)

اس کے مقابل پر سورۃ الحج آیت 36 اور سورۃ النور آیت 38 میں اُن مبارک لوگوں کا مع اُن کے انعامات کا ذکر ہے جو نماز پوری شرائط کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

ان لوگوں کو کہ جب اللہ کا ذکر بلند کیا جاتا ہے تو ان کے دل مرعوب ہو جاتے ہیں اور جو اس تکلیف پر جو انہیں پہنچی ہو صبر کرنے والے ہیں اور نماز کو قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (الحج:36)

پھر سورۃ النور میں فرماتا ہے کہ ایسے عظیم مرد جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے یا نماز کے قیام سے یا زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل کرتی ہے۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل (خوف سے) الٹ پلٹ ہو رہے ہوں گے اور آنکھیں بھی۔ تا کہ اللہ اُنہیں اُن کے بہترین اعمال کے مطابق جزا دے جو وہ کرتے رہے ہیں اور اپنے فضل سے اُنہیں مزید بھی دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ (النور:38-39)

معزز بہنو اور بھائیو! یہ تمہید صرف اس لیے باندھی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان جو آج کی تقریر کا عنوان ہے وہ دین ہی کیا ہے جس میں نماز نہیں کی تصدیق ہو سکے۔

اس مضمون کو قرآنی آیات، احادیث، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اور خلفائے کرام کے فرمودات سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ آج وقت کی مناسبت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں نماز کی اہمیت، فرضیت، برکات اور انعامات کا ذکر کروں گا / گی۔ آپؐ نے نماز کو دین کا ستون اور مؤمن کی معراج قرار دیا ہے۔ نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز چھوڑنا انسان کو شرک اور کفر کے قریب کر دیتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 187)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا حساب بندوں سے لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر یہ حساب ٹھیک رہا تو وہ کامیاب ہو گیا اور اس نے نجات پالی۔ اگر یہ حساب خراب ہوا تو وہ ناکام ہو گیا اور گھاٹے میں رہا۔ اگر اس کے فرضوں میں کوئی کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ دیکھو! میرے بندے کے کچھ نوافل بھی ہیں۔ اگر نوافل بھی ہوئے تو فرضوں کی کمی ان نوافل کے ذریعہ پوری کر دی جائے گی۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 188)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پس جب مرنے کے بعد سب سے پہلا امتحان جس میں سے ایک انسان کو گزرنا ہے وہ نماز ہے، تو کس قدر اس کی تیاری ہونی چاہئے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر مہربان بھی ہے۔ فرمایا کہ بندے کے نفل دیکھو اگر اس کے نفل ہیں تو اس کے فرضوں کے پلڑے میں ڈال دو تا کہ فرضوں کی کمی پوری ہو جائے۔ پس صرف نمازوں کی ادائیگی نہیں بلکہ انسان جو کہ کمزور واقع ہوا ہے اسے یہ دیکھنا اور سوچنا چاہئے کہ کسی وقت ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میرے فرض صحیح حق کے ساتھ ادا نہ ہوئے ہوں تو کوشش کر کے نفل بھی ادا کرنے کی کوشش کرے۔ یہ ایک مومن کا اعلیٰ معیار ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنے والا بنے۔ اپنے پیارے خدا کا جس کے بے شمار احسانات اور انعامات ہیں شکر ادا کرے۔"

(خطبہ جمعہ 22 فروری 2008ء)

معزز بہنو اور بھائیو! پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر کسی کے دروازے کے پاس سے نہر گزر رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے تو اس کے جسم پر کوئی مَیل رہ جائے گی؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! کوئی مَیل نہیں رہے گی۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہ معاف کرتا ہے اور کمزوریاں دور کرتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 189)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کی تاکید کرو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر سختی کرو اور اس عمر میں ان کے بستر بھی الگ کر دو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 192)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”عبادت کی مثال ہوا میں سانس لینے کی طرح ہے، جو سانس کا رشتہ زندگی سے ہے وہی رشتہ عبادت کو انسان کی روحانی زندگی سے ہے۔ نماز کم از کم ذکرِ الٰہی ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا، جو آج نمازی ہیں جب تک ان کی آئندہ نسلیں نمازی نہ بن جائیں جماعت کے مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ اس لیے میں ہر بالغ مرد و عورت احمدی سے بڑے عجز کے ساتھ یہ استدعا کرتا ہوں کہ اپنے گھروں میں اپنی اولادوں کی نمازوں کی حالت کا سچ کی نظر سے جائزہ لیں۔“

(خطبہ جمعہ 23 جولائی 1988ء)

اسی سلسلہ میں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اگر ماں باپ ہی نمازوں کے پابند نہ ہوں گے تو بچوں کو کس طرح کہہ سکتے ہیں یا اگر بچے اپنے اجلاسوں یا مختلف ذریعوں سے یہ حدیث سن لیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن لیں لیکن گھر میں وہ اپنے باپوں کو نمازوں کا پابند نہ دیکھیں تو ان پر کیا اثر ہو گا؟ یقیناً ایسے باپوں کے بچے یہ خیال کریں گے کہ اس حکم کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ بلکہ ایک حکم کی اہمیت کو نظر انداز کرنے سے بچے کے دل پر ہر اسلامی حکم کی اہمیت کا اثر ختم ہو جائے گا۔ ایسے لوگ نہ صرف پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خود گھاٹا پانے والوں میں شامل ہو رہے ہوتے ہیں بلکہ اپنی اولاد کو بھی گھاٹا پانے والوں میں شامل کروا رہے ہوتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 20 فروری 2017ء)

معزز بہنو اور بھائیو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اچھی طرح وضو کرے۔ اس کے قصور اس کے جسم سے یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے اندر سے بھی نکل جاتے ہیں۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 200)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مَیں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا (سردی وغیرہ کی وجہ سے) دل نہ چاہنے کے باوجود خوب اچھی طرح وضو کرنا اور مسجد میں دُور سے چل کر آنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ بھی ایک قسم کا رباط یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کی طرح ہے۔ آپؐ نے یہ بات دو دفعہ دہرائی۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 202)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں فرماتے ہیں:

”سرحدوں پر چھاؤنیاں کیوں قائم کی جاتی ہیں؟... اپنے ملک کی حفاظت کے لئے۔ اس لئے تا کہ دشمن کے حملے سے محفوظ رہا جائے اور حملے کی صورت میں فوراً مقابلے کے لئے تیار ہوا جاسکے۔

پس ایک مومن کو سب سے بڑا خطرہ جس سے بچنے کے لئے اس کو ضرورت ہے، جس کے بچنے کے لئے چھاؤنی قائم کرنے کی ضرورت ہے وہ خطرہ شیطان کا ہے۔ دنیاوی خواہشات کا خطرہ ہے جو شیطان دل میں پیدا کرتا ہے۔ ان کے ذریعہ سے شیطان حملہ کرتا ہے۔ پس ان سے بچنے کے لئے نماز باجماعت کی چھاؤنی ہے۔ یہی محافظوں کا دستہ ہے جو شیطان کے حملوں سے بچائے گا۔ گناہوں سے انسان بچے گا اور نیکیوں کی طرف توجہ پیدا ہو گی۔“

(خطبہ جمعہ 20 جنوری 2017ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے گھر سے وضو کیا۔ پھر وہ اللہ کے گھر یعنی مسجد کی طرف گیا تا کہ وہاں فرض نماز ادا کرے تو مسجد کی طرف جاتے ہوئے جتنے قدم اس نے اٹھائے ان میں سے اس کے ایک قدم سے اگر ایک گناہ معاف ہو گا تو دوسرے قدم سے اس کا درجہ بلند ہو گا۔ یعنی ہر قدم پر اُسے ثواب ملے گا۔ (حدیقۃ الصالحین حدیث 203)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کی کلید طہارت ہے۔ نماز کی تحریم تکبیر ہے۔ نماز کی تحلیل تسلیم ہے یعنی اللہ اکبر کہنے کے بعد نماز کے علاوہ کوئی اور بات یا کام کرنا منع ہو جاتا ہے اور سلام کے بعد وہ تما کام جو نماز میں منع تھے جائز ہو جاتے ہیں۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 206)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم دوڑ کر اس میں شامل نہ ہوا کرو بلکہ وقار اور آرام سے چل کر آؤ۔ نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ مل جائے، پڑھ لو جو رہ جائے اسے بعد میں پورا کرو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 212)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم صفیں سیدھی باندھا کرو کیونکہ صفوں کو سیدھا رکھنا بھی نماز کی تکمیل کا ایک حصہ ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 218)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اپنے گھروں میں بھی **نماز** پڑھا کرو کیونکہ آدمی کی سب سے افضل **نماز** وہ ہے جو وہ گھر میں پڑھتا ہے سوائے فرض **نماز** کے۔

(حدیث نبویؐ، بخاری باب صلوۃ اللیل)

معزز بہنو اور بھائیو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں نماز تہجد کا التزام کرنا چاہیے کیونکہ گزشتہ صالحین کا طریقہ رہا ہے اور قُربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ یہ عادت گناہوں سے روکتی ہے۔ برائیوں کو ختم کرتی ہے اور جسمانی بیماریوں سے بچاتی ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 242)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی چیز ترک نماز ہے۔

(ترمذی کتاب الایمان۔ باب ما جاء فی ترک الصلوٰۃ)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسے اب تم چاند کو دیکھ رہے ہو اور تمہیں اس بارہ میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں

لہٰذا تم صبح اور عصر کی نماز میں کوتاہی نہ کرو۔ (یعنی اگر تم اپنے رب کا دیدار بغیر کسی روک ٹوک کے کرنا چاہتے ہو تو صبح اور عصر کی نماز میں سُستی ہر گز نہ کرو)

(صحیح مسلم کتاب الصلوۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ باجماعت نماز پڑھنا کسی شخص کے اکیلے نماز پڑھنے سے 25 گنا زیادہ ثواب کا موجب ہے اور مزید فرمایا اور رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے نماز فجر پر جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ 27 گنا زیادہ افضل ہے۔

(مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"یاد رکھنا چاہیئے کہ نماز ہی وہ شے ہے جس سے سب مشکلات آسان ہو جاتے ہیں اور سب بلائیں دور ہوتی ہیں۔ مگر نماز سے وہ نماز مراد نہیں جو عام لوگ رسم کے طور پر پڑھتے ہیں بلکہ وہ نماز مراد ہے جس سے انسان کا دل گداز ہو جاتا ہے اور آستانہ احدیت پر گر کر ایسا محو ہو جاتا ہے کہ پگھلنے لگتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 402 الحکم 10 جنوری 1908)

ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! نماز کے متعلق ہمیں کیا حکم ہے فرمایا: "نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہمیں نماز معاف فرمادی جاوے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں۔ مویشی وغیرہ کے سبب سے کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا اور نہ ہمیں فرصت ہوتی ہے۔ تو آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو! جب نماز نہیں ہے تو ہے ہی کیا؟ **وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں**۔ نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا اور اسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اس کی عظمت اور اس کے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلّت اور فروتنی سے اس کے آگے سجدہ میں گر جانا۔ اس سے اپنی حاجات کا مانگنا، یہی نماز ہے۔ ایک سائل کی طرح کبھی اس مسؤل کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے۔ اس کی عظمت اور جلال کا اظہار کرکے اس کی رحمت کو جنبش دلانا، پھر اس سے مانگنا۔ پس جس دین میں یہ نہیں، وہ دین ہی کیا ہے۔

انسان ہر وقت محتاج ہے۔ اس سے اس کی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اس کے فضل کا اسی سے خواستگار ہو۔ کیونکہ اسی کی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اے خدا ہم کو توفیق دے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کاربند ہو کر تجھے راضی کر لیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت، اسی اس کا خوف اس کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 189-188 الحکم 31 مارچ 1903)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"نماز کا حکم بھی ایک ایسا حکم ہے جو ایک بنیادی حکم ہے اور ایک ایسی بنیادی چیز ہے جس کے بغیر دین کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کریم میں اس کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے بلکہ قرآن مجید کی ابتداء میں سورۃ بقرہ میں ایمان بالغیب کے بعد جو دوسرا اہم حکم ہے وہ نماز کے قیام کا ہے۔ بلکہ اس سے پہلے سورۃ فاتحہ میں بھی اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کہہ کر عبادت کی دعا مانگی گئی ہے کہ اے اللہ! ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ہمیشہ توفیق دیتا رہ کہ ہم تیری عبادت کرتے رہیں اور اس عہد پر قائم رہیں جو ایک مومن مسلمان کا ہے اور اس مقصد کو پورا کرنے والے بنیں جو ایک انسان کی پیدائش کا مقصد ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے بھی اس اہم حکم پر بہت زور دیا ہے۔ فرمایا "نماز دین کا ستون ہے"۔ عمارتوں کی مضبوطی ستونوں سے ہی قائم ہوتی ہے۔ پس جن نمازوں کے ستونوں پر ہمارا دین قائم ہے اس کی حفاظت انتہائی اہم ہے ورنہ دین میں دراڑیں پڑنے کا خدشہ ہے۔"

(خطبہ جمعہ 22 فروری 2008ء)

ہمارے پیارے حضور فرماتے ہیں:

"نمازیں نیکی کا بیج ہیں پس نیکی کے اس بیج کو ہمیں اپنے دلوں میں اس حفاظت سے لگانا ہوگا اور اس کی پرورش کرنی ہوگی کہ کوئی موسمی اثر اس کو ضائع نہ کر سکے۔ اگر ان نمازوں کی حفاظت نہ کی تو جس طرح کھیت کی جڑی بوٹیاں فصل کو دبا دیتی ہیں یہ بدیاں بھی پھر نیکیوں کو دبا دیں گی۔ پس ہمارا کام یہ ہے کہ اپنی نمازوں کی اس طرح حفاظت کریں اور انہیں مضبوط جڑوں پر قائم کر دیں کہ پھر یہ شجر سایہ دار بن کر، ایسا درخت بن کر جو سایہ دار بھی ہو اور پھل پھول بھی دیتا ہو، ہر برائی سے ہماری حفاظت کرے۔ پس پہلے

نمازوں کے قیام کی کوشش ہو گی۔ پھر نمازیں ہمیں نیکیوں پر قائم کرنے کا ذریعہ بنیں گی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک احمدی کی شناخت یہی بتائی ہے۔

پس ہر احمدی خود اپنے جائزے لے، اپنے گھروں کے جائزے لے کہ کیا ہم اپنی اس شناخت کو قائم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا ہم اس طرح پہچانے جاتے ہیں کہ عابد بھی ہیں اور اعلیٰ اخلاق بھی اپنے اندر رکھے ہوئے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کو پورا کرنے والے ہیں۔ یہ جائزے جو ہم لیں گے تو یہ جائزے یقیناً ہمارے تزکیہ کے معیار کو اونچا کرنے والے ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ 15 فروری 2008ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ذکرِ خدا پہ زور دے ظلمتِ دل مٹائے جا
گوہرِ شب چراغ بن، دنیا میں جگمگائے جا
منزلِ عشق ہے کٹھن راہ میں راہزن بھی ہیں
پیچھے نہ مڑ کے دیکھ تُو آگے قدم بڑھائے جا
عشق کی سوزشیں بڑھا جنگ کے شعلوں کو دبا
پانی بھی سب طرف چھڑک آگ بھی تو لگائے جا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

✿✿✿✿

﴿23﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صِلہ رِحمی کی تعلیم

محمد ہی نام محمد ہی کام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ ۟ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا وَّاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡکُمۡ وَاَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ (البقرہ: 84)

ترجمہ: اور جب ہم نے بنی اسرائیل کا میثاق (اُن سے) لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کروگے اور والدین سے احسان کا سلوک کروگے اور قریبی رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے بھی اور لوگوں سے نیک بات کہا کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اس کے باوجود تم میں سے چند کے سوا تم سب (اس عہد سے) پھر گئے اور تم اِعراض کرنے والے تھے۔

خلقتِ اُنس میں ہے اُنس و محبت کا خمیر
گر محبت نہیں بیکار ہے انسان ہونا

معزز بہنو و بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صِلہ رِحمی کی تعلیم"**

دنیا میں موجود اخلاقِ حَسنہ میں سے ہر خُلق کے حوالہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان ہو سکتی ہے۔ لیکن اِس وقت دنیا میں جو اخلاق معدوم ہو گئے ہیں یا ہوتے جا رہے ہیں۔ اُن اخلاق کی اہمیت اور فضیلت بیان کرنی مقصود ہے۔ اُن میں سے دُنیا سے مٹتا ہوا ایک خُلق صِلہ رِحمی ہے۔ یعنی اپنے قریبی عزیز و اقارب سے حُسنِ سلوک سے پیش آنا اور اِس حوالہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف تعلیم بیان فرمانی مقصود ہے بلکہ آپؐ کا عملی نمونہ پر بھی روشنی ڈالنی ہو گی۔ بعض لوگ اِسے صِلہ رَحمی (راء پر زبر کے ساتھ) بولتے، پڑھتے اور لکھتے ہیں۔ گو رَحم، اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان اور الرحیم کا مادہ ہے اور یہ معانی

بھی درست ہو سکتے ہیں لیکن اصل میں صِلَہ رِحمی یعنی راء کی زیر سے ہے اور رِحم ماں کی بچہ دانی کو کہتے ہیں۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ

ایسے رشتوں سے حسن سلوک کرنا جن کا تعلق بالآخر ماں کے رِحم سے جڑتا ہے اِسی لئے ایسے رشتوں کو رِحمی رشتے کہا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ باپ کی طرف سے بھی رشتوں سے حسن سلوک بھی صِلہ رِحمی کے زُمرے میں آ گیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رِحم کا لفظ جس سے رِحمی رشتے وجود میں آتے ہیں۔ دراصل اللہ کی صفت رحمان سے نکلا ہے۔ اگر کوئی شخص ان رشتوں کا خیال نہیں رکھتا اور قطع رِحمی کا مرتکب ہوتا ہے تو رحمان خدا اِس سے اپنا تعلق کاٹ لیتا ہے، جو اِن رشتوں کے حق ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے اپنا تعلق جوڑتا ہے۔

(بخاری بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 198)

مصنفِ کتاب اسوۂ انسان کامل مکرم حافظ مظفر احمد مندرجہ بالا حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اس ارشاد نبویؐ میں یہ خوبصورت پیغام مضمر ہے کہ رِحمی رشتوں کا لحاظ رکھنے والوں کے حق میں خدا کی صفت رحمانیت (بن مانگے عطا کرنا) پوری شان سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ صلہ رِحمی کرنے والوں کے مال اور عمر میں برکت عطا کی جاتی ہے نیز فرمایا کہ رِحمی رشتوں کو کاٹنے والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔

(بخاری بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ:198-199)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ صِلہ رِحمی یہ نہیں کہ رشتہ داروں کے حسن سلوک کا بدلہ دیا جائے اصل صِلہ رِحمی کرنے والا وہ ہے کہ رشتہ توڑنے والے سے جوڑنے کی کوشش کرے۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بارہارِحمی رشتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک آیت سورۃ البقرہ جس کی مَیں نے تقریر کے آغاز پر تلاوت کی اور ترجمہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے علاوہ سورۃ الرعد

کی آیت 22 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ لوگ جو اُسے یعنی اقرباء اور رِحمی رشتہ داروں کو جوڑتے ہیں جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

قرآن کریم کے بعد اِس کی تفسیر و تشریح جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور آپؐ کے اقوال و ارشادات ہیں کو دیکھا جائے تو بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات اور ارشادات میں صِلہ رِحمی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ آپؐ نے اکثر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا فَلْیَصِلْ رَحِمَهُ (مسلم کتاب البرّ والصلۃ) کہ اپنے رشتہ داروں سے بنا کر رکھنی چاہیے اور صِلہ رِحمی کی عادت ڈالے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میرے ایسے رشتہ دار ہیں کہ اگر مَیں ان سے صِلہ رِحمی کروں اور بنا کر رکھوں تو وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ اگر حُسنِ سلوک کروں تو بد سلوکی سے پیش آتے ہیں اور اگر مَیں ان کے حق میں بُردباری سے کام لوں تو وہ میرے خلاف جہالت یعنی اشتعال انگیزی کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ آپؐ نے یہ سُن کر فرمایا۔ جیسا تُونے کہا ہے اگر تو ایسا ہی ہے تو تُو ان کے مُنہ میں مٹی ڈالتا ہے یعنی تیرا ہاتھ اُوپر ہے تیرا احسان اُن پر ہے اور جب تک تو اس حالت میں ہے اُن کے خلاف اللہ تعالیٰ تیری مدد کرتا رہے گا۔

(مسلم کتاب البرّ والصلۃ باب صلۃ الرحم و تحریم قطیعتھا)

ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضورؐ! والدین کی وفات کے بعد اُن کے لئے کیا کیا جائے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ان کے لئے دعائیں کرو، اُن کے لئے بخشش طلب کرو۔ انہوں نے کسی سے جو وعدے کر رکھے ہیں انہیں پورا کرو۔ ان کے عزیز و اقارب سے اسی طرح صِلہ رِحمی اور حُسن سلوک کرو جس طرح وہ اپنی زندگی میں اُن کے ساتھ کیا کرتے تھے اور ان کے دوستوں کے ساتھ عزت و اکرام کے ساتھ پیش آؤ۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

پھر روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدلہ لینے والا صِلہ رِحمی کرنے والا نہیں بلکہ صِلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اُس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ جوڑے۔

(صحیح بخاری کتاب الادب)

سامعین / سامعات ! حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میری والدہ جو مشرک ہیں میرے پاس آ رہی ہیں کیا مَیں اُن کے ساتھ صِلہ رحمی کروں۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں نہیں ضرور کرو۔

(بخاری کتاب الادب)

جب آنحضرت ﷺ عمرہ کی ادائیگی کے بعد مکہ سے روانہ ہونے کا قصد کر چکے تھے تو حضرت حمزہؓ کی یتیم بچی امامہ جو مکہ میں رہ گئی تھی چچا چچا کہہ کر دوڑتی ہوئی آئیں حضرت علیؓ نے انہیں ہاتھوں میں اٹھالیا اور حضرت فاطمہ الزہراؓ کے حوالے کر دیا کہ یہ لو تمہارے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت علیؓ کے بھائی جعفر طیارؓ نے دعویٰ کیا کہ یہ بچی مجھے ملنی چاہیے کیونکہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے گھر میں ہے حضرت زیدؓ نے آگے بڑھ کر کہا حضور لڑکی مجھے ملنی چاہیے کہ حمزہؓ میرے دینی بھائی تھے۔ حضرت علیؓ کا دعویٰ تھا کہ یہ میری بھی بہن ہے اور میری ہی گود میں آئی تھی۔ آنحضورؐ اس خوش کن منظر کو دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے پھر سب کے دعوے سن کر بچی کو یہ کہتے ہوئے اُس کی خالہ کی گود میں دے دیا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔

(صحیح بخاری باب عمرۃ القضاء)

سامعین / سامعات ! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے سوال کے جواب میں اپنی آمد اور بعثت کا مقصد یہ بیان فرمایا کہ اللہ کی عبادت ہو اور رِحمی رشتوں کو نیکی اور احسان کے ساتھ استوار کیا جائے۔

(حاکم بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 198)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خداؐ جب کبھی جانور ذبح کرواتے تو حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھجوانے کا حکم فرماتے۔ آپؐ نے فرمایا مستحق رشتہ داروں کو صدقہ دینا دوہری نیکی ہے۔

(ترمذی)

آپؐ کی صلہ رحمی کی گواہی تو آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ نے اُس وقت دی جب آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ پریشانی کے عالَم میں گھر آئے تو حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ خدا آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے اور دوسروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔

(بخاری)

ایک اور دشمنِ اسلام کی گواہی سنیے۔ عکرمہ بن ابوجہل جب مکہ چھوڑ کر بھاگ نکلا تو اِس کی بیوی مسلمان ہو کر آنحضور ﷺ سے عکرمہ کے لیے امن کا پروانہ لے کر جب اپنے خاوند عکرمہ کو واپس لائی تو عکرمہ کے پوچھنے پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! مَیں نے تمہیں اپنے دین پر رہتے ہوئے امان دی ہے جس پر عکرمہ بے اختیار بول اٹھا کہ اے محمد! آپ کتنے کریم اور کتنے صلہ رِحمی کرنے والے ہیں۔

(سیرۃ الحلبیہ بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 202)

آپؐ اپنی رضاعی والدہ کے لئے اپنا صافہ بچھا کر فرمانے لگے میری ماں! میری ماں اور ایک دفعہ ابولہب کی لونڈی ثوبیہ جس نے آنحضورؐ کو دودھ پلایا تھا کو پوشاک بھجوایا اور ان کی وفات کے بعد ان کے عزیز و اقارب کا حال دریافت فرماتے رہے۔

نبوت کے بعد اکثر رِحمی رشتہ داروں نے آپؐ مخالفت کی اور تعلق توڑ لیا مگر آنحضورؐ اُن سے حسن سلوک کرتے رہے اور فرماتے آخر میرا اُن سے ایک خونی رشتہ ہے مَیں اس رِحمی تعلق کے حقوق بہرحال ادا کرتا رہوں گا۔

(بخاری)

مکہ میں قحط پڑا تو رِحمی رشتہ کا واسطہ لے کر جب سردارانِ مکہ نے دُعا کی درخواست کی تو آپؐ نے فوراً اُن کے حق میں دُعا کی اور خوب بارش ہوئی۔ قحط جاتا رہا۔

سامعین / سامعات! مَیں اپنی تقریر کے آخر پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک ایسا واقعہ سنانا چاہتا / چاہتی ہوں۔ جس سے آنحضور ﷺ کی اپنے عزیز و اقارب سے محبت عیاں ہوتی ہے۔ جنگ حنین میں ہوازن قبیلہ کے کچھ لوگ قید ہوئے تو ایک وفد آپؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ آپؐ نے بنوہوازن میں بچپن میں رضاعت کا زمانہ گزارا ہے۔ ان قیدیوں میں کئی آپؐ کی رضاعی پھوپھیاں، خالائیں

اور بیبیاں ہوں گی جنہوں نے آپ کو کھلایا اور آپؐ کی کفالت کی ہو گی۔ اس کے صدقے اِن کو رہا کر دیں تو آپؐ نے کمال شفقت کے ساتھ ان کو رہا کر دیا۔

(ابن هشام)

آنحضور ﷺ نے فرمایا جس شخص کو پسند ہو کہ اُس کے رزق کے اندر وسعت ہو اور دنیا کے اندر اس کے قدم کے نشان دیر تک باقی رہیں تو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی سے پیش آوے۔

(بخاری)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں
”جو شخص قرابت داروں سے حسن سلوک نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔“
(کشتی نوح صفحہ 17)

پھر فرمایا:
”تم مخلوقِ خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا ان کے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں۔“

(کشتی نوح صفحہ 20)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
”ایک انسان میں جو خصوصیت ہونی چاہئیں خاص طور پر ایک مرد میں جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے جس سے پاک معاشرہ وجود میں آسکتا ہے وہ یہی ہے ..... کہ صلہ رحمی اور حسن سلوک، رشتہ داروں کا خیال، ان کی ضروریات کا خیال، ان کی تکالیف کو دور کرنے کی کوشش۔ اب صلہ رحمی بھی بڑا وسیع لفظ ہے اس میں بیوی کے رشتہ داروں کے بھی وہی حقوق ہیں جو مرد کے اپنے رشتہ داروں کے ہیں۔ ان سے بھی صلہ رحمی اتنی ہی ضروری ہے جتنی اپنوں سے۔ اگر یہ عادت پیدا ہو جائے اور دونوں طرف سے صلہ رحمی کے یہ نمونے قائم ہو جائیں تو پھر کیا کبھی اس گھر میں تُو تکار ہو سکتی ہے؟ کوئی لڑائی جھگڑا ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔“

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ دوم صفحہ 47-48)

در رہ عشق محمدؐ ایں سر و جانم رود
ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم

(توضیح مرام، صفحہ 11)

حضرت محمد مصطفی ﷺ کے عشق کی راہ میں میرا سر اور جان قربان ہو جائیں۔ یہی میری تمنا ہے اور یہی میری دعا ہے اور یہی میرا دلی ارادہ ہے۔

(نوٹ: اِس تقریر کی تیاری میں مکرم حافظ مظفر احمد کی کتاب اسوہ انسانِ کامل سے مدد لی ہے۔ فجزاھم اللہ خیراً)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿24﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت شعاری

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (الاحزاب:70)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف سیدھی بات کیا کرو۔

جس کے کردار سے آتی ہو صداقت کی مہک
ان کی تدریس سے پتھر بھی پگھل سکتے ہیں

معزز سامعین و سامعات! آج میری تقریر کا عنوان ہے: **"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت شعاری"**

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کے اندر کے آثار اور Feelings اُس کے چہرے سے نمایاں ہو جاتی ہیں۔ اگر دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے ہوں اور اچانک اُن میں سے ایک کا چہرہ تبدیل ہونے لگے تو پہلا انسان بے ساختہ پوچھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آپ کی طبعیت کیسی ہے؟ آپ ٹھیک ہیں ناں؟۔ ہم روز مرّہ کی زندگی میں بھی انسان کے چہرہ کو اس کے آثار سے بھانپ جاتے ہیں کہ اس کو خوشی یا کسی غمی کا سامنا ہے۔ اگر انسان سچ بول رہا ہو تو اس کے چہرہ پر کسی اور قسم کے آثار ہوں گے اور اگر وہی شخص جھوٹ بول رہا ہو تو جھوٹ کے آثار نمایاں طور پر چہرے پر نمودار ہونے لگ جائیں گے۔ آج کل تو عدالتوں میں، بڑے بڑے سرکاری اداروں میں ایسی مشینیں نصب کر دی گئی ہیں جو انسان کے خون کی گردش و دیگر اثرات کو پڑھ کر اُس کے سچ یا جھوٹ بولنے کا فیصلہ کر لیتی ہیں۔

یہی کیفیت چھوٹی عمر کے بچوں جن کو معصوم کہا جاتا ہے کی حرکت و سکون سے دیکھی اور پڑھی جاتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن سے ہی سچائی اور صداقت کا پیکر تھے۔ حتٰی کہ نبوت سے قبل کی زندگی میں آپؐ کی راست گفتاری کو یہ کہتے ہوئے بطور مثال کے پیش فرمایا۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس:17) صداقت شعاری اور راست گوئی میں یہ دعویٰ بہت بڑا دعویٰ ہے کہ میں آپ

ہی میں رہ کر پلا بڑھا۔ جوانی کے دن گزارے۔ تم نے کبھی جھوٹ کو میرے اندر نہ پایا اب جب کہ مَیں نے اللہ کے کہنے پر نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو تم مجھے جھوٹا، جھوٹا کہہ کر پکارنے لگے ہو۔ تم میرا ماضی ملاحظہ کرو اور پھر فیصلہ کرو۔ ماضی میں تم لوگ اپنی بڑی بڑی رقوم بطور امانت کے میرے پاس رکھ جاتے تھے یہ کہتے ہوئے کہ آپ ''امین'' ہو۔ تم لوگ مجھے ''صدیق'' یعنی سچ بولنے والے کے نام سے پکارتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ محمدؐ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

سامعین / سامعات! آئیں! اب تاریخی واقعات کے آئینہ میں ہم اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اِس پہلو کو دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپؐ کو مسندِ نبوّت سے نوازا اور غارِ حرا میں پہلی وحی آپؐ پر نازل ہوئی تو آپؐ سخت پریشانی اور گھبراہٹ کے عالَم میں پسینہ سے شرابور گھر واپس آئے اور اپنی بپتہ حضرت خدیجہؓ کو سنائی تو حضرت خدیجہؓ نے سب سے پہلے جو بول بولے اُن سے پیارے آقا حضرت محمدؐ کی صداقت شعاری کی گواہی ملتی ہے۔ آپؓ نے عرض کی۔ آپؐ تو ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کبھی بھی آپؐ کو ضائع نہیں کرے گا۔

(بخاری کتاب التعبیر)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل کبھی کبھار تجارت کیا کرتے تھے۔ نبوت سے قبل آپؐ جب حضرت خدیجہؓ کا مالِ تجارت لے کر ملکِ شام تشریف لے گئے تو حضرت خدیجہؓ کے ایک عزیز خزیمہ بن حکیم بھی ساتھ تھے۔ حضورؐ کے پاکیزہ اخلاق دیکھ کر خزیمہ نے بے اختیار کہا کہ

''اے محمدؐ! مَیں آپؐ کے اندر عظیم الشان خصائل اور خوبیاں دیکھتا ہوں اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ وہی نبی ہیں جس نے تہامہ سے ظاہر ہونا تھا اور مَیں آپ پر ابھی ایمان لاتا ہوں۔''

(ابن حجر بحوالہ اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 167)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے دوست حضرت ابو بکر صدیقؓ دعویٰ سنتے ہی اٰمَنَّا و صَدَّقْنَا کہتے ہوئے ایمان لے آئے کیونکہ آپؓ کا مشاہدہ یہ تھا کہ آپؐ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ بیوی کی گواہی اپنے خاوند کے حق اور خاوند کی گواہی اپنی بیوی کے حق میں بہت مضبوط ہوتی ہے جو ردّ نہیں کی جاسکتی کیونکہ ہر دو ایک دوسرے کی خوبیوں اور خامیوں سے خوب واقف ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے تو آپؐ کے متعلق جو گواہی دی وہ تو سچ بولنے کے ساتھ ساتھ آپؐ کے تمام اخلاق کے بارہ میں ہے۔ فرمایا۔ کَانَ خُلُقُہُ القُرآنَ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تو قرآن تھے۔

پھر حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ ناپسندیدہ، قابلِ نفرین اور کوئی بات نہیں تھی اور جب آپؐ کو کسی شخص کی اس کمزوری کا علم ہوتا تو آپؐ اُس وقت تک اُس سے کھچے کھچے رہتے جب تک کہ وہ اپنی اس عادت سے توبہ نہ کر لیتا۔

(ابن سعد بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 166)

سامعین / سامعات! نبوت کے دعویٰ کے آغاز پر ہی جب اللہ تعالیٰ نے گھر کے قریبی عزیزوں کو پیغامِ حق پہنچانے کا حکم دیا تو آنحضورؐ نے کوہِ صفا پر سردارانِ قریش کو جمع کر کے اُن سے پوچھا کہ اگر مَیں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے سے ایک لشکرِ جرار تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم مان لوگے ؟ تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم نے کبھی آپؐ سے جھوٹ نہیں سُنا۔ تو یہ عزیز رشتہ داروں کی گواہی ہے۔

آئیں! اب آپؐ کے چچا ابو طالب کی گواہی دیکھیں۔ جب قریش کا ایک وفد ابو طالب کے پاس آیا اور کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کا بُرا بھلا کہتا ہے اِسے روکو تو ابو طالب نے اپنے انداز میں آپؐ کو منع بھی فرمایا لیکن ساتھ ہی قریش کے وفد سے مخاطب ہو کر کہا خدا کی قسم! مَیں نے آج تک کبھی اپنے بھتیجے کو اس کے قول میں جھوٹا نہیں پایا۔ یعنی یہ اپنی بات کا پکا اور سچا ہے اور اس پر قائم رہے گا اس حوالہ سے مَیں تمہاری کوئی مدد نہیں کر پاؤں گا۔

(بہیقی بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 166)

اسلام کا سب سے بڑا معاند ابو جہل یہ گواہی دینے پر مجبور ہو گیا کہ ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے بلکہ ہم اُس تعلیم کو جھٹلاتے ہیں جو تُو لے کر آیا ہے۔

(ترمذی بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 167)

دشمنانِ اسلام کی گواہیوں کی بات چل نکلی ہے تو ابو سفیان کے اسلام لانے سے قبل ہر قل شام روم نے جب ابو سفیان سے حضرت محمدؐ کے متعلق پوچھا کہ اِس نے کبھی جھوٹ بولا ہے تو ابو سفیان بے ساختہ کہہ

اٹھا کہ نہیں! اُس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا جس پر ہر قل بادشاہ نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ اُس نے لوگوں کے ساتھ تو کبھی جھوٹ نہ بولا ہو اور خدا پر جھوٹ باندھے۔

(بخاری)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ان تمام گواہیوں کو سامنے رکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ آپؐ سچ بولنے والے اور خدا کے سچے نبی نہیں تھے۔ سوائے اس کے کہ جن کے دل، جن کے کان، جن کی آنکھوں پر مہر لگ چکی ہو، پردے پڑ چکے ہوں، اور کوئی نہیں جو یہ باتیں کر سکے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی سچ کو اور حق کو ظاہر کیا اور پھیلایا ہی نہیں بلکہ اپنے ماننے والوں کے دلوں میں بھی پیدا کیا۔ ان کے اندر بھی اس سچائی کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا اور اسی حق بات کہنے اور حق کہنے کی وجہ سے اور حق ماننے کی وجہ سے بہتوں کو شروع زمانے میں اپنی زندگیوں سے ہاتھ بھی دھونے پڑے۔ لیکن یہی ہے کہ ہمیشہ سچ کو سچ کہا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کسی اعلیٰ تعلیم اور اس کے لانے والے کے اعلیٰ کردار کو جانچنے کے لئے اس شخص کی زندگی میں سچائی کے معیار بھی دیکھنا بہت ضروری ہوتا ہے اور یہ معیار ہمیں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب سے بڑھ کر نظر آتے ہیں۔ آپؐ کی سچائی کا معیار بچپن اور جوانی میں بھی انتہائی بلند تھا۔ جس کی ہم نے مختلف واقعات میں گواہی دیکھی ہے۔ دشمن بھی باوجود آپؐ کی تعلیم اور خدا پر یقین نہ ہونے کے آپؐ کی طرف سے کوئی انذار کی بات سن کر، کوئی ڈرانے والی بات سن کر، خوفزدہ ہو جایا کرتے تھے۔"

(خطبہ جمعہ 11 فروری 2005ء)

معزز بھائیو / بہنو! مکہ کے کفار نے آنحضورؐ کی صداقت کو چھپانے کے لیے مختلف طریق اپنائے۔ ایک دفعہ یہ منصوبہ بنا کہ ہمیں یہ مشہور کر دینا چاہیے کہ محمدؐ جھوٹا ہے۔ جس پر آپؐ کا جانی دشمن نضر بن حارث بول اٹھا کہ دیکھو! محمد تمہارے درمیان جوان ہوا، وہ تم میں بڑھا، امین و صدوق کہلایا۔ تُم اُسے سچا کہتے رہے اب تمہاری یہ بات کون مانے گا۔ یہ جھوٹ بولتا ہے؟۔

(ابن ہشام بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 168)

پھر شِعبِ ابی طالب میں محصور ہونے والے وقت کی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ابو طالب کو اطلاع دی کہ بنو ہاشم سے بائیکاٹ کا جو معاہدہ خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا اس کی ساری عبارت کو سوائے لفظ اللہ کے دیمک کھا گئی ہے۔ ابو طالب کو رسول اللہؐ کے قول پر ایسا یقین تھا کہ انہوں پہلے اپنے بھائیوں سے کہا کہ خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ یہ بات بھی لازماً سچ ہے۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ سرداران قریش کے پاس گئے اور انہیں بھی کھل کر کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھے یہ بتایا ہے کہ تمہارے معاہدہ کو دیمک کھا گئی ہے۔ اس نے مجھ سے آج تک جھوٹ نہیں بولا۔ بے شک تم جا کر دیکھ لو اگر تو میرا بھتیجا سچا نکلے تو تمہیں بائیکاٹ کا اپنا فیصلہ تبدیل کرنا ہوگا۔ اگر وہ جھوٹا ثابت ہو تو میں اُسے تمہارے حوالے کروں گا۔ چاہو تو اسے قتل کرو اور چاہو تو زندہ رکھو۔ انہوں نے کہا بالکل یہ انصاف کی بات ہے۔ پھر جا کر دیکھا تو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، سوائے لفظ اللہ کے سارے معاہدہ کو دیمک چاٹ چکی تھی۔ چنانچہ قریش یہ معاہدہ ختم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

(ابن جوزی)

امیہ بن خلف ایک دشمنِ اسلام تھا۔ آنحضورؐ نے اِس کے ہلاک ہونے کی خوشخبری حضرت سعد بن معاذؓ کے ذریعہ سنادی۔ وہ یہ خبر پا کر کہہ اٹھا کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور جب اُس کی بیوی کو علم ہوا تو اُس نے بھی گواہی دی کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ جنگ بدر پر جب اُس کا خاوند امیّہ جانے لگا تو پیشگوئی سُنا کر اُس نے روکنے کی کوشش کی۔ مگر ابو جہل کے اصرار پر وہ جنگ میں گیا اور ہلاک ہوا اور یوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سچ ثابت ہوئی۔

(بخاری بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 168)

عبد اللہ بن سلام ایک یہودی تھے۔ ہجرت مدینہ پر جب مدنی لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر آپؐ کو دیکھنے باہر سڑکوں پر نکلے تو عبد اللہ بن سلام بھی باہر نکل کھڑے ہوئے۔ آنحضورؐ کا نورانی چہرہ کو دیکھ کر بے ساختہ بول اٹھے کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔

(ابن ماجہ بحوالہ اسوہ انسان کامل صفحہ 169)

معزز بھائیو/ بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مذاق میں بھی جھوٹ بولنے کو ناپسند فرماتے۔ ایک خاتون اپنے بچے کو آنحضورؐ سے ملانے کے لیے ساتھ لائی۔ وہ اپنے بچپنے میں اِدھر اُدھر کھیلنے کودنے لگا اور حضورؐ کی طرف توجہ نہ دی۔ جس پر اُس کی ماں نے لالچ دیتے ہوئے کہا کہ آؤ بیٹا! میں تمہیں کھجور دوں گی۔ تب وہ بچہ دوڑتا ہوا آیا۔ ماں نے اُسے کھجور بھی دی اور آنحضورؐ کی باتیں سننے لگا۔ حضورؐ نے ماں سے گفتگو کے دوران فرمایا کہ اگر تم اس بچے کو کھجور نہ دیتی تو تمہارا شمار جھوٹوں میں ہوتا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہؓ سے کہا کہ میں تمہیں سب سے بڑے گناہ سے آگاہ نہ کروں۔ صحابہ نے عرض کی کہ کیوں نہیں یارسول اللہؐ! آنحضورؐ تخت پوش پر تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے پہلے دو گناہ گنوائے جب جھوٹ کی باری آئی تو لیٹے ہوئے حضور بیٹھ گئے اور فرمایا اَلَا بِا الزُّورِ۔ اَلَا بِالزُّورِ۔ اَلَا بِالزُّورِ۔ آپؐ کی آواز میں قدرے جوش تھا اور جھوٹ سے نفرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''انبیاء وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی کامل راستبازی کی قوی حجت پیش کر کے اپنے دشمنوں کو بھی الزام دیا جیسا کہ یہ الزام قرآن شریف میں ہے حضرت خاتَم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے موجود ہے جہاں فرمایا ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (سورۃ یونس الجزو 11 آیت نمبر 17) یعنی میں ایسا نہیں کہ جھوٹ بولوں اور افتراء کروں۔ دیکھو! مَیں چالیس برس اس سے پہلے تم میں ہی رہتا رہا ہوں کیا کبھی تم نے میرا کوئی جھوٹ یا افتراء ثابت کیا؟ پھر کیا تم کو اتنی سمجھ نہیں یعنی یہ سمجھ کہ جس نے کبھی آج تک کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا وہ اب خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔ غرض انبیاء کے واقعات عمری اور ان کی سلامت روشی ایسی بدیہی اور ثابت ہے کہ اگر سب باتوں کو چھوڑ کر ان کے واقعات کو ہی دیکھا جائے تو ان کی صداقت ان کے واقعات سے ہی روشن ہو رہی ہے۔ مثلاً اگر کوئی منصف اور عاقل ان تمام براہین اور دلائل صدق نبوت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اس کتاب میں لکھی جائیں

گی، قطع نظر کر کے محض ان کے حالات پر ہی غور کرے تو بلاشبہ انھیں حالات پر غور کرنے سے انکے نبی صادق ہونے پر دل سے یقین کرے گا اور کیوں کر یقین نہ کرے وہ واقعات ہی ایسے کمال سچائی اور صفائی سے معطر ہیں کہ حق کے طالبوں کے دل بلا اختیار ان کی طرف کھینچے جاتے ہیں“

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 107-108)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہم احمدی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہم نے یہ سچائی کا پیغام دنیا کو پہنچانا ہے، لیکن کس طرح؟ پہلے تو ہمیں اپنے آپ کو سچا ثابت کرنا ہو گا۔ انبیاء نے اپنی سچائی کی دلیل اپنی زندگی میں سچ کی مثالیں پیش کر کے دی کہ روزمرہ کے عام معاملات سے لے کر انتہائی معاملات تک کسی انسان سے تعلق میں، Dealing میں کبھی ہم نے جھوٹ نہیں بولا۔ پس یہ سچائی کا اظہار ہمیں بھی اپنی زندگیوں میں کرنا ہو گا۔ اور یہی کام ہے جو انبیاء کے ماننے والوں کا ہے کہ جس طرح انبیاء اپنی مثال دیتے ہیں اُن کے حقیقی ماننے والے بھی اپنی سچائی کو اس طرح خوبصورت کر کے پیش کریں کہ دنیا کو نظر آئے۔ ہمیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنے کا حکم ہے۔ پس اس اسوہ پر چلتے ہوئے سچائی کے خُلق کو سب سے زیادہ ہمیں اپنانا ہو گا۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو تبھی پورا کر سکتے ہیں جب اس خُلق کو اپنائیں گے۔ تبھی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن سچائی کے یہ معیار تبھی حاصل ہوں گے جب ہم ہر سطح پر خود اپنی زندگی کے ہر لمحے کو سچائی میں ڈھالیں گے۔ ہماری گھریلو زندگی سے لے کر ہماری باہر کی زندگی اور جو بھی ہمارا حلقہ اور ماحول ہے اُس میں ہماری سچائی ایک مثال ہو گی، تبھی ہماری باتوں میں بھی برکت ہو گی، تبھی ہمارے اخلاق اور سچائی دوسروں کو متاثر کر کے احمدیت اور اسلام کے قریب لائیں گے۔ پس اس کے

لئے ہمیں ایک جدوجہد اور کوشش کرنی ہو گی۔ اپنے عملوں کو سچائی سے سجانا ہو گا۔ اگر ہم چھوٹے چھوٹے مالی فائدوں کے لئے جھوٹ کا سہارا لینے لگ گئے تو پھر ہماری باتوں کا کیا اثر ہو گا۔"

(خطبہ جمعہ 9 ستمبر 2011ء)

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿25﴾

میرا آقاؐ! ہم سب کے لئے نمونہ ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم:5)

یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔

محمد ہی نام، محمد ہی کام

علیك الصلوۃ علیك السلام

آج میری تقریر کا عنوان ہے: **"میرا آقاؐ! ہم سب کے لئے نمونہ ہے"**

معزز دوستو اور بہنو! حضرت سید میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ نے ایک مختصر کتابچہ بعنوان "انسان کامل، دنیا کے لئے کامل نمونہ" میں ایک انسان کی پوری زندگی کا احاطہ کر کے 43 عناوین کو سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر apply فرمایا ہے کہ کس شان کے ساتھ آقا و مولیٰؐ ان عناوین میں سے گزرے ہیں۔ جو صرف آپؐ ہی کی شان تھی۔ وہ کسی اور کے حصہ میں نہ آئی۔ بالخصوص آپ نے سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا موازنہ مذہبی لیڈروں، پیشواؤں، قوموں کے اماموں کی زندگیوں سے فرمایا ہے۔ مثلاً اگر عیسائیوں کے مذہب کے بانی پر یہ حالات ہی نہیں آئے یعنی بیوی کرنی اور صاحب اولاد ہونا تو وہ ان حالات میں ہم میں سے شادی والے اور صاحب اولاد اشخاص کے لئے کیسے نمونہ ہو سکتے ہیں۔

عیسائی کیسے دنیا کے لوگوں کو اپنی طرف بُلا سکتے ہیں کہ ہمارے رسول کے جھنڈے تلے آؤ کہ وہ تمہارے لئے کامل نمونہ ہے۔ کیونکہ دیکھنا یہ ہے کہ دنیا کی قوموں اور مشہور مذاہب کے پیشواؤں پر یہ سب کے سب حالات آئے یا نہیں۔ ان میں ہم صرف اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مصائب اور معاصی سے پاک پاتے ہیں اور تمام تعلقات انسانی جو دوستوں، دشمنوں، دور و نزدیک کے رشتہ داروں، بیوی، بچوں، اپنوں، بیگانوں اور ناواقفوں پر مشتمل ہوتے ہیں اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کامل نمونہ اور بے نظیر اُسوہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا۔ یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اَتم اور اَکمل اور اعلیٰ اور ارفَعْ فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 160۔161)

سالکاں را نیست غیر از وے امام
رہرواں را نیست جزوے رہبرے

سالکوں کے لئے اس کے سوا کوئی امام نہیں۔ راہ حق کے متلاشیوں کے لئے اس کے سوا کوئی رہبر نہیں

سامعین / سامعات! آج تقریر میں حضرت میر محمد اسحاقؓ کی اسی کتاب کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

یتیموں کے لئے کامل نمونہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنی والدہ حضرت آمنہؓ کے پیٹ میں ہی تھے کہ والد وفات پا گئے۔ مگر اس یتیمی میں بغیر والد کے پرورش پانے والا یہ یتیم اعظم ایسا شریف اور تربیت یافتہ نکلا کہ دادا اپنے حقیقی بیٹوں سے بڑھ کر پوتے سے اور چچا اپنے حقیقی نور چشموں سے بڑھ کر اپنے بھتیجے سے محبت کرتا ہے اور اس کی امانت داری کے سبب اس کو اپنی تجارت میں شامل کرتا ہے۔ شام کے سفر میں ساتھ رکھتا ہے۔ یہ تھے اس یتیم کے اخلاق۔ آپؐ نے اپنی عادات کو درست رکھا، خوبیوں میں ترقی کی، لوگوں سے ادب سے پیش آئے کہ دنیا کہنے لگی کہ کیسا شریف اور اچھا بچہ ہے۔ پس آپؐ نمونہ ہیں۔ ان تمام یتیموں کے لئے جن کے والد ان کی پیدائش سے قبل یا بعد وفات پا گئے۔ اے دنیا بھر کے یتیمو! نمونہ پکڑو اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دنیا کی آلائشوں سے اپنے آپ کو دور رکھ کر مؤدب بن جاؤ۔

والدین والے بچوں کے لئے کامل نمونہ

سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تو یتیم تھے اور یتیموں کے لئے نمونہ ہوئے مگر صاحبِ اولاد لوگوں کے لئے نمونہ کیسے ہوگئے کہ کس طرح والد کی اطاعت کرنی چاہیے۔ آپؐ کے ابا تو وفات پا گئے تھے۔ مگر آپؐ نے اپنے دادا اور چچا کی ساری عمر ایسی فرمانبرداری اختیار کی کہ کوئی شخص باپ کی بھی نہیں کر سکتا۔

غریبوں کے لئے کامل نمونہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم غریب تھے اور غریب بھی ایسے کہ جس کا کوئی گزارہ نہ ہو۔ مگر آپؐ دنیا کے ہر غریب کے لئے کامل نمونہ اور بے نظیر اسوہ ٹھہرے۔ آپؐ ہاتھ سے محنت کر کے کماتے، کلہاڑا لے کر جنگل سے لکڑیاں لا کر بیچتے، بکریاں چرانا، ملازمت اختیار کرنا اور معمولی معمولی تجارت کرنا آپؐ کا شیوہ تھا۔ کبھی کسی سے سوال نہ کیا بلکہ اپنے صحابہ کو مانگنے سے منع فرمایا اور صحابہ نے اس پر اس حد تک عمل کیا کہ اگر سواری سے کوڑا نیچے زمین پر گر جاتا تو کسی سے اٹھانے کا سوال نہ کرتے۔ آپؐ امین اور دیانت دار کے طور پر مشہور تھے۔ قرض واپس کرتے بلکہ جب آپؐ کو نبوت کا تاج پہنایا گیا تو بڑے فخر سے فرمایا کہ وَلَقَدْ رَعَيْتُ لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلَى قَرَارِيْطَ کہ میں چند پیسوں کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ پھر امت کو ڈرانے کے لئے یہ دعا سکھلائی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ (ابو داؤد) کہ الٰہی! مجھے فکر و غم، سستی، نکمّے پن اور بے کار رہنے سے بچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ان اعلیٰ اخلاق ہونے کے ناطے مخاطب ہو کر فرمایا وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ (ضحیٰ 9) کہ ہم نے تجھے غریب پایا پھر غنی کر دیا۔ اس حوالہ سے آپؐ دنیا بھر کے تمام غرباء کے لئے نمونہ ہیں۔ بالخصوص مسلمانوں کے لئے جو ہاتھ سے کام کرنے کو عار سمجھتے ہیں۔ محنت سے نہیں۔ حقیر کام کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ دوسروں کے آگے اپنا دست دراز کرتے ہیں۔

آیت رحمان برائے ہر بصیر
حُجّتِ حق بہرِ ہر دیدہ ورے

ناتواں را برحمت دستگیر
خستہ جاناں را بہ شفقت غمخورے

وہ ہر صاحب بصیرت کے لئے آیت اللہ اور ہر اہل نظر کے لئے حجتِ حق ہے
کمزوروں کا رحمت کے ساتھ ہاتھ پکڑنے والا اور نا امیدوں کا شفقت کے ساتھ غم خوار

دولتمندوں کے لئے کامل نمونہ

معزز دوستو اور بہنو! ایک وقت آیا کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے انتہاء نعمتوں سے نوازا۔ بالخصوص فتح مکہ کے بعد آپؐ اتنے امیر ہو گئے تھے کہ ہزاروں غلام آزاد کر دیئے۔ اونٹ اور مویشی دینے پر آتے تو ایک ایک شخص کو 100، 100 اونٹ بخش دیتے۔ آپؐ عوام اور غرباء پر اتنا خرچ کرتے تھے کہ مکہ کے رؤساء یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ محمدؐ تو اس طرح خرچ کرتا ہے جس طرح اسے خزانہ میں کمی کا ڈر نہ ہو۔ لیکن آپؐ اپنی ذات پر بے جا خرچ نہ کرتے۔ سادہ کپڑے، سادہ خوراک اور وہی پہلے والی سادہ زندگی۔ بلکہ اپنی بیگمات کو سالانہ خرچ دے کر باقی رقم غرباء میں تقسیم کر دیتے اور وفات سے قبل خلفاء کو بھی یہ وصیت کر گئے کہ میرے بعد میری بیگمات کو میری جائیداد سے سالانہ خرچ دے کر باقی غرباء میں تقسیم کر دیں۔ پس تمام دولتمندوں کے لئے جو عیاشی اور اسراف کرتے ہیں آپؐ نمونہ ہیں۔

محکوموں کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کی کتاب حیات میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آپؐ 13 سال تک محکوم رہے اور ظالموں نے خوب ظلم ڈھائے۔ مگر آپؐ نے عَلَمِ بغاوت بلند نہ کیا اور صحابہ کو ایسے علاقوں کی طرف ہجرت کی ہدایت فرمائی جو پُر امن تھے اور ایک وقت آیا جب جبر اور ظلم بہت بڑھ گیا تو آپؐ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مگر حکومت کے خلاف بغاوت نہ کی۔

حاکموں اور بادشاہوں کے لئے کامل نمونہ

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو محکوم ہی نہیں رکھا بلکہ امارت، حاکمیت اور بادشاہت سے بھی نوازا مگر آپؐ نے عدل کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اسامہؓ کسی کی سفارش کرتے ہیں تو فرماتے ہیں

لَوْأَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا (مسلم)

کہ یہ مجرم تو دور کی بات ہے اگر میری لخت جگر فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس پر حد جاری کرتا اور ہاتھ کاٹ دیتا۔

آپؐ نے حاکموں کو مخاطب ہو کر فرمایا سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ کہ قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے۔ ایک شخص آپؐ کے رعب سے کانپ رہا ہے اسے آپؐ فرماتے ہیں کہ مَیں تو عرب کی ایک غریب بیوہ عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا باسی گوشت استعمال کیا کرتی تھی۔ آپؐ بادشاہ ہو کر گھر کے تمام کام خود کر لیتے۔ کوئی ملازمہ، دربان یا ملازم نہ تھا۔

متاہل لوگوں کے لئے نمونہ

آپؐ کی نو بیویاں تھیں۔ گھر کے تمام کام کرتے۔ ان کے گھروں میں جاتے، حوصلہ بڑھاتے اور اپنی جان سے عزیز بیٹی فاطمہ کے گھر جاتے۔ بچوں سے ملتے۔ آپؐ اس قدر مصروف الاوقات تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے متعلق فرمایا اِنَّ لَکَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا (مزمل 8) کہ سارا دن تو کاموں میں مصروف رہتا ہے۔ عشاء کی نماز ہوتی تو بستر پر جاکر تھوڑی سی استراحت فرما کر اٹھ کھڑے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس قدر عبادت کرتے کہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے اور فرماتے أَفَلَا أَکُونَ عَبْدًا شَکُوْرًا (متفقٌ عَلَیْهِ)

بادشاہ بالعموم سرکاری خزانہ سے خیانت کر جاتے ہیں مگر آپؐ نے مالِ غنیمت میں آئے ایک اونٹ کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر کچھ بال اکھیڑے اور لوگوں کو دکھایا کہ میرے لئے اس کے برابر مال بھی حرام ہے۔ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد جلدی سے گھر گئے اور کچھ سونا چارپائی پر پڑا رہ گیا وہ اٹھا کر غرباء میں تقسیم کیا۔

آپؐ قومی کاموں میں بطور مزدور حصہ لیتے۔ مسجدِ نبوی کی تعمیر میں پتھر ڈھونڈتے نظر آئے۔ غزوہ احزاب میں خندق کھودتے دیکھے گئے۔ بدر میں جب دشمن نے تین بہادر میدان میں اترنے کے لئے پکارے تو آپؐ نے اپنے عزیز قریبی رشتہ داروں علی، حمزہ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کو ترجیح دی۔

مجرّدوں اور شادی شدہ کے لئے کامل نمونہ

معزز دوستو اور بہنو! آپؐ 25 سال تک مجرّد رہے جو عرب کی آب و ہوا کے مطابق ادھیڑ عمر بنتی ہے لیکن نہایت عفیف پاک دامن تھے۔ جب شادی کرلی تو متعدد عورتوں سے، جن میں کنواری بھی تھیں اور بیوہ بھی۔ کم عمر کی بھی تھیں، نوجوان بھی، ادھیڑ اور بوڑھی عمر کی بھی تھیں۔ تمام میں انصاف کیا۔ لکھا ہے کہ

آپؐ اپنی بیویوں سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ سب سے شفقت سے پیش آتے کبھی کسی بیوی کو تھپڑ نہیں مارا، نہ جھڑکا۔ سب آپؐ سے خوش تھیں بلکہ ہر ایک آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ سے جلد ملنے کی متمنی تھیں۔

عورتوں کے لئے کامل نمونہ

آپؐ نے فرمایا۔ سب سے اچھا وہ شخص ہے جو بیوی کے حق میں سب سے اچھا ہے۔ آپؐ اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی ان کا ذکر کرتے رہتے۔ ان کی سہیلیوں سے حسن سلوک فرماتے۔ سفروں میں بھی اپنی بیویوں کو ساتھ لے جاتے۔ آپؐ نے یہود و ہنود کے اس عقیدہ کی نفی کی کہ حائضہ عورت باورچی خانے میں نہیں جاسکتی بلکہ آپؐ ایسی حالت میں ساتھ سوتے۔ گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھتے۔ ساتھ کھانا کھاتے۔ ایک برتن سے پانی پیتے۔ اسی طرح آپؐ نے عورتوں کو ورثہ میں بھی حقدار ٹھہرایا۔

بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفی نبیوں کا سردار

صاحب اولاد کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد جیسی عظیم نعمت سے بھی نوازا۔ آپؐ نے بچوں کی جو تربیت اور نگرانی، شفقت اور ان کی صحت جسمانی و روحانی کا خیال رکھا جس کی بدولت آپؐ کی اولاد دوسروں کے لئے نمونہ ٹھہری اور حضرت فاطمہؓ کو اس تعلیم و تربیت کی وجہ سے سیدۃ نساء اھل الجنۃ کا خطاب ملا۔ اس ناطے آپؐ صاحب اولاد لوگوں کے لئے نمونہ ہیں کہ ان کو اپنے اولاد کی کس رنگ میں تربیت کرنی ہے۔

اولاد فوت ہونے پر صبر کا کامل نمونہ

پھر آپؐ کی بہت سی اولاد آپؐ کے سامنے فوت ہوگئی۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور آپؐ اس شخص کے لئے کامل نمونہ ہیں جس کی اولاد مر جاتی ہے جوان جوان بچے فوت ہو جاتے ہیں۔ آپؐ ان کو بلا کر کہہ سکتے ہیں کہ آئیں تیرا ہاتھ پکڑتا ہوں اور آ کہ میں تیرا رہبر بن سکتا ہوں اور آ کہ میں بھی تیری جیسی مصیبت برداشت کر چکا ہوں۔ میری اکثر جوان جوان بیٹیاں میری آنکھوں کے سامنے فوت ہو چکی ہیں۔ تمام لڑکے میری آنکھوں کے سامنے یکے بعد دیگرے اجل کا شکار ہو چکے ہیں مگر دیکھ میرا دل غمگین، میری

آنکھیں تر، مگر میری زبان اپنے مولیٰ کی حمد سے معمور ہے اور میری طرح اقرار کر کہ لَهُ مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطٰی یعنی جس نے اولاد دی اسی نے واپس بلالی ہے اور آ میری طرح اقرار کر کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اور اپنے بیٹے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر صرف فرمایا اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزُنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِهٖ رَبُّنَا آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غم زدہ ہے مگر ہم صرف وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے۔

جرنیل اور فاتح کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کا سردار اور بطور حاکم و بادشاہ نمونہ بیان ہو چکا ہے لیکن جب بادشاہ کسی جنگ یا معرکہ میں فاتح ٹھہرتا ہے تو ہم نے دنیاوی بادشاہوں اور فاتحین کو مخالفین کو تہس نہس کرتے دیکھا ہے۔ مگر آپؐ نے حکم دیا کہ کوئی عورت نہ ماری جائے، بچے نہ مارے جائیں، بوڑھوں سے تعرض نہ کیا جائے، درویشوں، راہبوں، تارک الدنیا لوگوں کو کچھ نہ کہا جائے۔ دیکھو! کسی کو آگ سے نہ جلایا جائے، دیکھو! جانور قتل نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا۔ یاد رکھو! اپنے مخالفوں کی طرح کسی دشمن مقتول کے ناک، کان نہ کاٹنا۔ جنگ احد میں جب کہ کفار نے مسلمان شہداء کے ناک کان کاٹ دیئے۔ حتیٰ کہ اپنے واجب العزت چچا حمزہ کا جب مثلہ کیا گیا تو آپؐ نے جواباً ایسا کرنے پر منع فرمایا۔ جنگ بدر کے 70 قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک نمایاں تھا۔ حتیٰ کہ ان کو سواریوں پر سوار کروایا اور خود پیدل چلے۔ بتاؤ! دنیا کی آنکھ نے کبھی ایسا فاتح دیکھا جو احد اور حنین میں عارضی مغلوب ہونے کے وقت بھی میدان میں موجود رہا اور صحابہ کی حوصلہ افزائی کرتا رہا۔

کنبہ والے کے لئے کامل نمونہ

معزز دوستو اور بہنو! آپؐ کنبہ والے تھے۔ تمام کی خبر گیری فرماتے۔ خاندان میں بعض کافر اور فاسق بھی تھے۔ فرمایا کہ خاندان میں ایسے لوگوں کے ساتھ میرا کوئی قلبی تعلق نہیں ہاں وہ میرے رشتہ دار ہیں اور میں ان کا حصہ ادا کرتا رہوں گا۔

بطور دوست کامل نمونہ

آپؐ کے دوست مسلمانوں میں بھی تھے اور غیروں میں بھی۔ تمام کے ساتھ محبت کا سلوک کیا۔ کوئی آپؐ سے شاکی نہ تھا۔ دوستوں کے بیوی بچوں کا بھی خیال رکھا۔ ایک دفعہ آپؐ کے دوستوں کے بیوی بچے ایک

شادی سے واپس آرہے تھے۔ آپؐ بے اختیار ہو کر ان کے سامنے جا کر کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ خدا کی قسم! تم لوگ تو مجھے سب سے پیارے ہو۔

اپنی وفات کے اعلان کے وقت فرمایا۔ میرے بعد جو خلیفہ ہو اسے میں وصیت کرتا ہوں کہ انصار کا خیال رکھے۔ کیونکہ وہ میرے دلی دوست ہیں۔ پھر آپؐ کے دشمن بھی تھے۔ دشمن بھی ایسے کہ خون کے پیاسے۔ سبحان اللہ آپؐ کے عدل کے مداح، آپؐ کی امانت کے قائل، آپؐ کی خوبیوں کے مقر۔ دشمن تو ہیں مگر آپؐ میں کوئی عیب نہیں نکالتے۔ صرف دعوی نبوت کی وجہ سے یہ سب ناراضگی ہے۔ کسی دشمن کو یہ ڈر نہیں کہ آپؐ قابو پا کر کوئی ناجائز کارروائی کریں گے۔ ہرقل جب ابوسفیان سے پوچھتا ہے کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ بولا۔ کبھی معاہدہ شکنی کی۔ تو اسے بھی یہی کہنا پڑا کہ کبھی نہیں۔

انکساری میں کامل نمونہ

آپؐ ایک زمانے میں کسمپرسی کی حالت میں تھے۔ پھر رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے تحت ذکر بلند ہوا اور لاکھوں آدمیوں کا مجمع آپؐ کے ساتھ ہوا۔ مکہ سے صرف ابو بکرؓ کے ساتھ نکلے مگر آٹھ سال بعد دس ہزار قدسیوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ مگر نہایت عاجزی، انکساری سے سر جھکائے ہوئے، اللہ کے حضور جھکتے ہوئے۔

بطور قیدی کامل نمونہ

پھر آپؐ قید بھی ہوئے۔ تین سال تک شعب ابی طالب میں قید رہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی قید ہوئے۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ قید کرنے والوں کی طرف سے کھانا ملتا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ظالموں نے اس طرح قید کیا کہ خود کھانا دینا تو کجا۔ پہنچنے بھی نہ دیتے تھے۔ لکھا ہے کہ رات کے وقت بنو ہاشم کے معصوم بچوں کے بھوک کے مارے رونے کی آوازیں سارا مکہ سنتا تھا مگر سبحان اللہ صبر ہو تو ایسا۔ قید رہے مگر حق کو نہ چھوڑا۔ مصیبتیں برداشت کیں مگر سچائی سے منہ نہ موڑا اور تین سال تک قید رہے۔ مگر دین حق کو پیش کرنے میں قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ یہاں تک کہ رات کو بچوں کے رونے کی آوازیں مکہ والے درندے بھی برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے اپنا بائیکاٹ توڑ دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے کنبہ کے لوگ آزاد ہو گئے۔

زندگی کی تمام منازل میں کامل نمونہ

آپؐ پر بچپن، جوانی، ادھیڑ عمر اور بڑھاپا بھی آیا۔ بچپن تھا مگر آوارگی نہ تھی۔ جوانی تھی مگر دیوانی نہ تھی۔ ادھیڑ عمر مگر کسل نہ تھی۔ بڑھاپا تھا مگر حق کے پہنچانے میں کمزوری نہیں۔ نمازیں، نوافل وقت پر۔ ہمسایہ سے حسن سلوک۔ بیویوں کو ترکاری بھجوانے کا حکم دیتے۔ نوکر، حاکم، لونڈی اور غلام تمام سے برابر کا حسن سلوک۔ کسی کو اُف نہ کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے کبھی نہ جھڑکا حالانکہ میں دیر اندھیر کر دیتا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں وَاللّٰہِ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ خَادِماً کہ خدا کی قسم! حضرت محمدؐ نے کبھی کسی غلام کو نہ مارا۔

غلاموں سے سلوک کا یہ عالم تھا کہ حضرت زیدؓ بن حارثہ آپؐ کے حسن سلوک کی وجہ سے آپ کو چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں
محمدؐ است فرو زندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا
خدا نما ست و جودش برائے عالمیاں

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد نمبر 13 صفحہ نمبر 157 حاشیہ)

محمد ﷺ ہی دونوں جہانوں کا امام اور چراغ ہے۔ محمد ﷺ ہی زمین و زماں کا روشن کرنے والا ہے۔ مَیں خوفِ خدا کی وجہ سے اُسے خدا تو نہیں کہتا مگر خدا کی قسم اس کا وجود اہل جہاں کے لئے خدا نما ہے۔

معزز دوستو اور بہنو!

آپؐ کی مظلومیت

حضرت میر محمد اسحاقؓ تحریر فرماتے ہیں:

اب مَیں ایک آخری بات کہہ کر اپنے تقریر ختم کرتا / کرتی ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس تک مکہ میں اور آٹھ برس تک مدینہ میں کفارِ عرب کے ظلموں کا تختہ مشق بنے رہے۔ انہوں نے آپؐ کو وطن سے بے وطن کیا۔ آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو مارا پیٹا۔ زخمی کیا۔ قتل کے درپے ہوئے۔ قید میں

رکھا۔ طائف کے لفنگوں نے پتھر مارے۔ گالیاں دیں۔ اوباشوں اور کتوں کو پیچھے بھگاتے ہوئے گیارہ میل تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کیا۔ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں کہ پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی گند گی سمیت لاکر رکھ دی۔ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں کہ پٹکہ ڈال کر گلا گھونٹنے لگے۔ جنگ احد میں آپؐ کو زخمی کیا۔ ہجرت کے موقع پر جو آپؐ کو زندہ یا مردہ لاوے اس کے لئے سو اونٹ کا انعام مقرر کرکے آپؐ کو اشتہاری مجرم قرار دیا۔ آپؐ کے ساتھیوں کو بے رحمی سے قتل کیا۔ آپؐ پر ایمان لانے والے غلاموں اور لونڈیوں کو مار مار کر اندھا کر دیا۔ ظالموں نے مسلمانوں کا ایک اونٹ سے اور دوسرا پاؤں دوسرے اونٹ سے باندھ کر دونوں کو چلا کر جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ عفیفہ عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر شہید کیا۔ مدینہ پر متواتر چڑھ کر آئے۔ آپؐ کی جوان حاملہ صاحبزادی کو اس قدر پتھر مارے کہ اسقاط ہو گیا اور اسی میں وہ فوت ہو گئیں۔

آپؐ کے عفو کا کامل نمونہ

ان تمام ظلموں کے بعد جب مکہ فتح ہوتا ہے اور خدا کا نبیؐ دس ہزار قدوسیوں کے جھمگٹے میں إِنَّ الَّذِی فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ کے مطابق مکہ میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے روز سب مکہ والوں کو صحن کعبہ میں جمع کیا جاتا ہے کہ بتاؤ! نرم سے نرم دل آدمی کیا سزا تجویز کرے گا؟

کیا مسلمانوں کے خون کی کوئی قیمت نہیں؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا کوئی بدلہ نہیں؟ کیا زینبؓ کا اسقاط حمل بے انتقام جائے گا؟ کیا سمعیہؓ مرحومہ کی دردناک موت اور خبیبؓ کا خوفناک قتل ضائع جائے گا؟ کیا مدینہ پر چڑھائیاں اور بدر، احد اور خندق میں مسلمانوں کا قتل ہونا کوئی رنگ نہ لائے گا؟ کیوں نہیں لائے گا اور ضرور لائے گا اور میری طبیعت تو ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ مکہ والوں کو معاف کیا جائے گا نہیں اور ہرگز نہیں میں تو منتظر ہوں کہ ابھی تیر و تلوار کے چلنے، مکانوں کے گرنے، درختوں کے کاٹے جانے، خندقیں کھود کھود کر مکہ کے ظالم درندوں کے زندہ جلائے جانے اور مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجائے جانے کی پے در پے آوازیں آئیں گی اور مسلمانوں کا لشکر مکہ سے تب واپس جائے گا جب کہ لوگ کہیں گے کہ مکہ بھی ایسی بستی ہوتی تھی مگر اب نہیں۔ لیکن میں حیران ہوں، میری عقل کام نہیں کرتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ بیداری نہیں بلکہ خواب ہے کیونکہ چاروں طرف مکہ کے باشندوں کو خوشی سے

اچھلتے کودتے گھروں کی طرف جاتے دیکھتا ہوں تو پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ سب سے رحیم خدا کے سب سے رحیم بندےؐ نے ہم سب کو جمع کر کے صاف الفاظ میں اعلان فرما دیا کہ: اِذْهَبُوْا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ یعنی جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا اور میں تمہیں تمہارے کسی فعل پر ملامت نہیں کرتا۔

دنیا کے لوگو! بتاؤ کہ اس کا کوئی نمونہ ہے؟ حکومتوں کے نمائندو! نام لو کسی بادشاہ کا جس نے یہ نمونہ دیکھایا ہو۔

آنحضرتؐ اور حضرت یوسفؑ کے عفو کا مقابلہ

بے شک حضرت یوسفؑ نے اپنے قصورواروں کو معاف کیا مگر کس کو؟ اپنے سگے بھائیوں کو مگر محمدؐ نے بے شک اپنی برادری کے لوگوں کو معاف کیا مگر وہ سگے نہ تھے۔ پھر یوسفؑ کے ماں باپ زندہ تھے اگر یوسفؑ اپنے بھائیوں کو معاف نہ کرتا تو کیا کرتا۔ کیا بھائیوں کو سزا دے کر ماں باپ کو زندہ در گور کر دیتا؟ مگر محمدؐ اگر سزا دیتے تو کیا مضائقہ تھا۔ پھر یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسف کو قتل نہیں کیا بلکہ عمداً خشک کنویں میں ڈال دیا تا کہ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ یعنی کوئی مسافر اسے لے جائے مگر آپؐ کے دشمنوں نے آپؐ کو اپنی طرف سے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ پھر یوسفؑ کے بھائی گھر سے نکال کر خاموش ہو گئے مگر مکہ کے کافروں نے مدینہ میں بھی چین نہ لینے دیا بلکہ بدر، احد اور خندق غرض ہر موقع پر آپؐ کو تباہ کرنے کی نیت سے حملہ آور ہوئے۔ اس لئے میرے آقا کا اپنی قوم کو معاف کرنا یوسفؑ کے معاف کرنے سے ہزار درجہ، لاکھ درجہ، کروڑوں درجہ بلکہ بے انتہا درجہ بڑھ کر ہے۔ آپؐ اس عورت کو بھی معاف کر دیتے ہیں جس نے آپؐ کے چچا کا کلیجہ چبایا تھا۔ آپؐ اس وحشی کو بھی معاف فرماتے ہیں جس نے چھپ کر آپؐ کے چچا کو قتل کیا تھا۔ آپؐ اسے بھی معاف کر دیتے ہیں۔ جو اپنے باپ کی طرح مسلمانوں کا جانی دشمن یعنی ابو جہل کا بیٹا عکرمہ تھا۔ یہ ہے عفو کی بے نظیر مثال اور اسے کہتے ہیں قابو پا کر معاف کرنا اور یہ ہے میرے آقا و مولیٰ اور سید کا بے نظیر نمونہ۔ فِدَاهُ اَبِيْ وَاُمِّيْ

اور چونکہ ہر امر میں ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نمونہ ہیں اور کوئی انسانی حالت ایسی نہیں جس میں آپؐ نمونہ نہ ہوں اسی لئے اس وقت آسمان کے نیچے ساری دنیا کے لئے آپؐ کے سوا کوئی شخص کامل نمونہ نہیں ہو سکتا۔

نبوّت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لا محال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال
ہر ایک رنگ ہے بس عدیمُ المثال

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَّسَلِّمْ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

﴿26﴾

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو و درگزر کا مقام

اللہ تعالیٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف:200)

کہ عفو اختیار کر اور معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر۔

اے میرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بد بو تم بنو مشکِ تتار
نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار

معزز بھائیو اور بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے: **آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو و درگزر کا مقام**

اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ''اَلْعَفُوُّ'' ہے جس کے معنی ہیں معاف کرنے والا۔ دوسری طرف اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (البقرہ:139) میں اللہ کا رنگ اپنانے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے اندر اُتارنے کی مومنوں کو تلقین کی ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق دنیا بھر کی مخلوق میں سے سب سے بڑھ کر صفتِ اَلْعَفُوُّ کو اپنانے والے سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بابرکت تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو اور درگزر کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا گواہی دیتے ہوئے فرماتی ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کی خاطر اپنے اوپر ہونے والی کسی زیادتی کا انتقام نہیں لیا۔''

(مسلم کتاب الفضائل)

آئیں! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں اِس صفتِ خداوندی کو اُتار کر دیکھیں کہ آپؐ قول اور فعل میں کس حد تک عفو اور در گزر کرنے والے تھے۔

آپؐ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ تُو قطع تعلق کرنے والے سے تعلق قائم رکھ اور بُرا بھلا کہنے والے سے در گزر کر۔

(مسند احمد جلد 3 صفحہ 438)

پھر فرمایا۔ جو شخص دوسرے کے قصور معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اور عزت دیتا ہے اور فرمایا کہ کسی کے قصور معاف کر دینے میں کسی کی کوئی بے عزتی نہیں ہوتی۔

(مسند احمد جلد 2 صفحہ 235 ،ترمذی ابواب البرّ و الصلہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ

”کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی انسان عفو سے کام لے اور خدا تعالیٰ نے اس کو عزت نہ دی ہو۔ عفو سے اگر کام لو گے تو تمہاری عزت بڑھے گی۔ عزت کم نہیں ہوگی اور یہ ایک بہت ہی گہرا نفسیاتی راز ہے جو حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر کھولا۔“

ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم کتنی مرتبہ اپنے خادم کو معاف کریں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا سوال سُن کر خاموش رہے۔ اُس نے پھر سوال کیا آنحضورؐ پھر خاموش رہے جب اس نے تیسری مرتبہ پوچھا تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ مَیں تو دن میں ستّر مرتبہ معاف کرتا ہوں۔ (ابوداؤد کتاب الادب) ستّر دفعہ معاف کرنے سے مراد کثرت سے معاف کرنا تھی۔

آج کل کے معاشرہ میں ملازمین کے ساتھ جو سلوک لوگ کرتے ہیں ان پر بلاوجہ سختیاں کرتے ہیں، اپنے ماتحتوں سے حسن سلوک نہیں کرتے ان کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ نوکروں کے بارے میں کیا تھا۔

ایک موقعہ پر چند صحابہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔
”یا رسول اللہؐ! ہم مشرک تھے تو معزز تھے اور کوئی ہماری طرف آنکھ تک نہیں اٹھا سکتا تھا لیکن جب سے مسلمان ہوئے ہیں کمزور اور ناتواں ہو گئے ہیں اور ہم کو ذلیل ہو کر کفار کے مظالم سہنے پڑتے ہیں۔ پس یا رسول اللہؐ! آپ ہم کو اجازت دیں کہ ہم ان کفار کا مقابلہ کریں۔“
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنِّیْٓ اُمِرْتُ بِالْعَفْوِفَلَا تُقَاتِلُوْا یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو کا حکم ہے پس مَیں تم کو لڑنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔
حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک عرب نے اُن سے ذکر کیا کہ جنگِ حُنین میں بھیڑ کی وجہ سے اُس کا پاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پر جا پڑا۔ سخت قسم کی چپل جو مَیں نے پہن رکھی تھی اُس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں بُری طرح زخمی ہو گیا حضورؐ نے تکلیف کی وجہ سے ہلکا سا کوڑا مارتے ہوئے فرمایا: عبد اللہ! تم نے میرا پاؤں زخمی کر دیا ہے اس سے مجھے بڑی ندامت ہوئی ہے ساری رات مَیں سخت بے چین رہا کہ ہائے! مجھ سے یہ غلطی کیوں ہوئی۔ صبح ہوئی تو کسی نے مجھے آواز دی کہ حضورؐ تمہیں بلاتے ہیں۔ مجھے اور گھبراہٹ ہوئی کہ کل کی غلطی کی وجہ سے شاید میری شامت آئی ہے۔ بہر حال مَیں حاضر ہوا تو حضورؐ نے بڑی شفقت سے فرمایا: کل تم نے میرا پاؤں کُچل دیا تھا اور اس پر مَیں نے تم کو ایک کوڑا مارا تھا اس کا مجھے افسوس ہے۔ یہ 80 بکریاں تمہیں دے رہا ہوں یہ لو اور جو تکلیف تمہیں مجھ سے پہنچی ہے اُس کو دل سے نکال دو۔

(مسند دارمی باب فی سخاء النبیؐ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور آپؐ کے اوپر ایک موٹے کنارے والی یمنی چادر تھی۔ راستے میں ایک دیہاتی آپ کو ملا اور آپؐ کی چادر کو سختی کے ساتھ پکڑ کر کھینچا۔ پس مَیں نے نبی کریمؐ کے کندھے کی جانب دیکھا تو چادر کے کنارے سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے اس میں نشان پڑ گئے۔ پھر اس دیہاتی نے کہا: اے محمدؐ! تیرے پاس جو اللہ کا مال ہے، اس میں سے میرے لئے بھی حکم دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے، پھر آپؐ نے اسے (عطیہ) دینے کا حکم فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

معزز بھائیو / بہنو! آئیں! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جان کے دشمنوں سے درگزر اور معاف کرنے کے واقعات کا جائزہ لیں۔ اِن میں سر فہرست ہندہ بنت عُتبہ کا نمبر آتا ہے جو ابوسفیان کی بیوی تھی۔ اس نے اسلام کے خلاف جنگوں میں کفار کو اکسانے اور بھڑکانے کا فریضہ خوب ادا کیا۔ جنگ اُحد میں اِسی ہندہ نے آنحضورؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کی نعش کا مُثلہ کیا اور آپؐ کے کلیجہ کو چبا کر کھایا۔ کیا ایسے دشمنِ اسلام کی معافی کا سوچا بھی جا سکتا تھا۔ نہیں نہیں! اس کے برعکس فتح مکّہ کے بعد جب عورتوں کی بیعت آنحضورؐ نے لی تو اِس ہندہ نے بُرقعہ پہن کر بیعت کر لی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عفو و کرم کا سلوک کرتے ہوئے اِسے معاف کر دیا جس سے اِس کے اندر ایک ایسی تبدیلی دیکھنے کو ملی جو صحابہؓ کے اندر بیعت کے بعد دیکھنے کو ملتی رہی۔ اِسی شام ہندہ جو اب حضرتِ ہندہ بن چکی تھی نے دو بکرے ذبح کر کے اور انہیں بھون کر ضیافت کے لیے آنحضورؐ کو بھجوائے اور معذرت کی کہ آج کل جانور کم ہیں یہی حقیر تحفہ قبول فرمائیں۔ آپؐ نے وہ تحفہ قبول فرمایا اور جانوروں کے ریوڑ میں برکت کے لیے دُعا کی۔ اِس دُعا نے بارگاہ الٰہی میں درجہ قبولیت پائی اور ریوڑ اتنا بڑھا کہ اب ہندہ سے بکریاں سنبھالی نہ جاتی تھیں اور یہ دیکھ کر ہندہ کہا کرتی تھیں کہ ایک وقت تھا کہ اے رسولؐ! آپ کا گھر دنیا کا سب سے زیادہ حقیر اور ذلیل لگتا تھا اور اب یہ حال ہے کہ روئے زمین پر تمام گھرانوں سے معزز گھرانہ آپؐ کا لگتا ہے۔

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 118۔ ابن ہشام جلد 3 صفحہ 151)

نُسخہ بڑا ہے کیمیا یہ آزمانا چاہیے
جنگ ہو اپنوں سے گر تو ہار جانا چاہیے
عفو اور درگزر کرنا سنّتِ ابرار ہے
معاف کرنا اور غصے کو دبانا چاہیے

ایک اور واقعہ سنیے اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ پڑھیے کہ جب ابتدائے اسلام میں ایک دن دربانِ مکّہ عثمان بن طلحہ نے آپؐ کو کعبہ کے اندر جانے سے نہ صرف روک دیا بلکہ سختی سے بھی پیش آیا۔ اِس پر آنحضورؐ نے عثمان بن طلحہ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”اے عثمان! ایک دن آئے گا جب تُو خود یہی چابیاں میرے ہاتھ پر رکھے گا“۔ چنانچہ فتح مکّہ کے روز عثمان بن طلحہ یہ چابیاں آپؐ کو پیش کرنے کے لیے آگے بڑھا تو آپؐ

نے انتقام لینے کی بجائے وہی چابیاں عثمان بن طلحہ کو تھماتے ہوئے فرمایا کہ یہ چابیاں ہمیشہ کے لیے تمہیں اور تمہارے خاندان کو دی جاتی ہیں اور سوائے ظالم کے کوئی بھی تم سے یہ چابیاں نہیں چھین سکے گا۔

(سیرت الحلبیہ جلد3 صفحہ 101)

معزز بھائیو/ بہنو! آئیں! ایک بڑے منافق عبد اللہ بن ابی سلول کے آپؐ کے ناروا سلوک اور تکلیف دہ حالات پیدا ہونے پر اُس کے ساتھ شفقت فرماتے ہوئے معاف فرمادیا اور اُس کے ناروا سلوک پر درگزر فرمانے کے دو تین واقعات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا/ چاہتی ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ علیہ وسلم ایک بار مدینہ میں سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو راستے میں کسی مقام پر عبد اللہ بن ابی سلول بھی بیٹھا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا غُبار جب اُس پر پڑا تو اُس نے آنحضورؐ کو بُرا بھلا کہا۔ عبد اللہ بن ابی سلول کی اس نازیبا حرکت کی اطلاع جب آنحضورؐ کو پہنچی تو ساتھ ہی درگزر کرنے کی درخواست کر دی جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے معاف فرمادیا۔

(بخاری کتاب الاستیذان)

ایک اور روایت کے مطابق جب غبار عبد اللہ بن ابی سلول پر پڑا تو اس نے نہایت حقارت سے آنحضورؐ کو ابن ابی کبشہ کہہ کر پکارا جس پر اس کے بیٹے عبد اللہ جو ایک نہایت ہی مخلص اور وفادار صحابی رسول تھے نے آنحضورؐ سے اجازت طلب کی کہ اگر حضورؐ اجازت دیں تو میں اپنے گستاخ باپ کا سر قلم کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ نہیں! وہ تمہارا باپ ہے اس سے نیکی اور احسان کا سلوک کرو۔

(ھیثمی بحوالہ اسوہ انسانِ کامل)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منافق کو نہ صرف معاف فرمادیا بلکہ اُس کی وفات پر اپنی قمیض اُس کو پہنائی اور نماز جنازہ پڑھائی۔ حالانکہ حضرت عمرؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا جنازہ پڑھانے سے روکا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسم نے فرمایا کہ اے عمر! پیچھے ہٹ جاؤ۔ مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ "تم ان کے لیے استغفار کرو یا نہ کرو (برابر ہے) اگر تم ستّر مرتبہ بھی استغفار کرو تو اللہ اِس کو نہیں بخشے گا" (التوبہ:80) پھر فرمایا کہ اگر مجھے پتہ ہو کہ میرے ستر سے زائد مرتبہ استغفار سے یہ بخش دئے جائیں گے

تو میں ستّر سے زائد مرتبہ استغفار کروں گا۔ آپؐ پھر جنازے کے ساتھ اس کی قبر تک گئے اور اس کی تدفین تک وہاں رہے۔

(بخاری کتاب الجنائز)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں:

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سالہا سال کی محنت کے بعد عرب میں اسلام پھیلایا۔ جنگجوؤں میں صلح کرائی مگر فساد ڈلوانے والے فساد ڈالنے کی تاک میں رہتے تھے۔ ایک جنگ کے موقع پر مسلمانوں کا لشکر ایک مقام پر اُترا۔ ہر ایک شخص کی کوشش تھی کہ وہ پانی پہلے پیئے۔ اس پر دو شخصوں میں کچھ بات بڑھ گئی۔ عبد اللہ بن سلول منافقین کے سردار کو پتہ لگا۔ دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ یہ مکّہ سے بھوکے مرنے آئے تھے۔ ہم نے جگہ دی۔ آج ہمیں آنکھیں دکھاتے ہیں۔ اچھا مدینہ چل کر زیادہ عزت والا ذلیل کو نکال دے گا۔ زیادہ عزت والا خود بنا اور ذلیل نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا۔ کسی شخص نے آنحضرتؐ کو اس فساد کی اطلاع دی۔ آپؐ کے پاس عبد اللہ کا بیٹا جو مومن تھا گیا اور کہا کہ میرے باپ کی بڑی غلطی ہے اور اس کو شاید آپ قتل کی سزا دیں جو ٹھیک ہے۔ اس لیے میں عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھے حکم دیں کہ میں اُس کو قتل کروں کیونکہ اگر آپ نے کسی اور شخص کو حکم دیا اور اس نے قتل کیا تو مجھ کو ممکن ہے کسی وقت ضعف ایمانی سے ابتلاء آئے اور مَیں اس کو باپ کا قاتل سمجھ کر اس کے خلاف ہاتھ اٹھا بیٹھوں۔ تو دیکھو! وہ کیسے لوگ تھے اور فتنہ سے بچنے کے لیے کتنی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جو کام اُن کے سپرد کیا گیا تھا وہ انہوں نے بہت جلد سر انجام دیا۔ ہماری جماعت کے ذمہ بھی ایک کام ہے اس لیے اسے بھی ہر قسم کے فتنہ سے ڈرنا چاہیئے۔ مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ فتنہ کو مٹانے والے بنو، فتنہ بھڑکانے والے نہ بنو۔“

(خطبات محمود جلد6 صفحہ 517-518)

معزز بھائیو / بہنو! آپؐ نے تو اُس یہودیہ کو بھی معاف فرما دیا تھا جس نے دستی میں زہر ملا دیا تھا اور جس کے کھانے سے ایک صحابی وفات بھی پا گئے تھے۔ واجب القتل مجرم ہبار بن الاسود جس نے نیزہ مار کر حضرت زینب بنتِ رسولؐ کو اونٹ سے نیچے گر دیا تھا اور جس کی وجہ سے آپؓ کا حمل ضائع ہوا تھا۔ فتح مکّہ کے بعد

اس نے رحم کی بھیک مانگی تو آنحضورؐ نے اُسے معاف فرما دیا۔ حالانکہ اپنی اولاد کے قاتل کو معاف کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں لیکن چونکہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب کو عفو و درگزر کی تعلیم دیتے تھے تو خود بھی اُس تعلیم پر عمل کر کے دکھاتے تھے اور جب دیکھتے کہ ظلم کرنے والے کی اصلاح ہو گئی تو اُسے معاف فرما دیتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اسلام میں پہلے مذاہب کی طرح افراط اور تفریط نہیں ہے۔ اس کے اعلیٰ ترین نمونے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتے ہیں۔ جب آپؐ نے دیکھا کہ مجرم کی اصلاح ہو گئی ہے تو اپنے انتہائی ظالم دشمن کو بھی معاف فرما دیا۔ آپؐ پر، آپؐ کی اولاد پر، آپؐ کے صحابہ پر کیا کیا ظلم نہیں ہوئے لیکن جب دشمن معافی کا طالب ہوا اور خدا اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے کا عہد کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ بھول کر معاف فرما دیا۔“

(خطبہ جمعہ 22 جنوری 2016ء)

معزز سامعین / سامعات! ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امان دی جس نے ساری عمر اسلام کی مخالفت اور عداوت میں گزاری۔ آنحضورؐ کو بے وطن کرنے، جنگیں مسلط کرنے، حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کو عمرہ نہ کرنے اور معاہدہ توڑنے میں اس کا بڑا ہاتھ تھا۔ فتح مکہ کے بعد وہ ڈر کر یمن کی طرف بھاگا تو اس کی بیوی جو کہ مسلمان ہو گئی تھی اُس نے آنحضورؐ سے اپنے خاوند کی معافی طلب کی جس پر آنحضورؐ نے عکرمہ کو معاف فرما دیا۔ اس کی بیوی اس کے پیچھے گئی اور اسے کہا کہ اُس عظیم انسان نے جو بہت صلہ رِحمی کرنے والا ہے تم کو بھی معاف کر دیا ہے اس لیے اب واپس چلو۔ عکرمہ کو یقین تو نہ آیا لیکن بیوی کے کہنے پر واپس آ گیا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا تو رسول کریم نے اپنے جانی دشمن کو خوش آمدید کہتے ہوئے اپنی چادر اس کی طرف پھینکی جس کا مطلب اس کی امان اور اس پر احسان تھا۔ اس کے پوچھنے پر آنحضورؐ نے اسے بتایا کہ اُسے معاف کر دیا ہے تو وہ بے اختیار کہہ اٹھا کہ اے محمد! آپ واقعی بہت صلہ رِحمی کرنے والے اور بے حد حلیم اور کریم ہیں اور مسلمان ہو گیا۔ اس وقت ہمارے پیارے آقا کی خوشی دیدنی تھی۔ (سیرۃ الحلبیہ بحوالہ اسوہ انسانِ کاملؐ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں اور دوسرے لوگوں پر بکلی فتح پاکر اور ان کو اپنی تلوار کے نیچے دیکھ کر پھر ان کا گناہ بخش دیا اور صرف انہیں چند لوگوں کو سزا دی جن کو سزا دینے کے لئے حضرت احدیت کی طرف سے قطعی حکم وارد ہو چکا تھا۔ اور بجز ان ازلی ملعونوں کے ہر یک دشمن کا گناہ بخش دیا اور فتح پاکر سب کو لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (یوسف:93) کہا اور اس عفو تقصیر کی وجہ سے کہ جو مخالفوں کی نظر میں ایک امر محال معلوم ہوتا تھا اور اپنی شرارتوں پر نظر کرنے سے وہ اپنے تئیں اپنے مخالف کے ہاتھ میں دیکھ کر مقتول خیال کرتے تھے۔ ہزاروں انسانوں نے ایک ساعت میں دین اسلام قبول کر لیا۔"

(براہین احمدیہ۔ ہر چہار حصص، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 286-287 بقیہ حاشیہ نمبر 11)

ایک شخص فضالہ بن عُمیر فتح مکہ کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے تو آپؐ کے قریب قتل کی نیت سے آیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس کے اس منصوبے کی خبر کر دی۔ آپؐ نے اسے دیکھ لیا، بلایا تو وہ گھبرا گیا۔ پھر آپؐ نے اس سے پوچھا کہ کس نیت سے آئے ہو۔ ظاہر ہے جب پکڑا گیا تو اس نے جھوٹ بولنا تھا، بہانے بنانے لگا۔ آپؐ مسکرائے اور پیار سے اسے اپنے پاس بلایا اور اس کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا، بغیر کسی خوف کے کہ ہتھیار اس کے پاس ہے، کس نیت سے وہ آیا ہوا ہے۔ فضالہ کہتے ہیں کہ جب آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا تو میری تمام نفرت دور ہو گئی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، تحطیم الاصنام صفحہ 747 دارالکتب العلمیۃ بیروت ایڈیشن 2001ء)

معزز سامعین / سامعات! یہ تھا میرے پیارے آقا کا سلوک اپنے دشمنوں کے ساتھ کہ جو قتل کی نیت سے آیا ہو اور آنحضورؐ کے دست شفقت اور حسن سلوک کی وجہ سے بعد میں جان دینے کو بھی تیار ہو۔ کیا کوئی اس شفقت اور عفو کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا کے مقربوں کو بڑی بڑی گالیاں دی گئیں۔ بہت بری طرح ستایا گیا۔ مگر ان کو اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (الاعراف:200) کا ہی خطاب ہوا۔ خود اس انسان کامل ہمارے نبیؐ کو بہت بری طرح تکلیفیں دی گئیں اور گالیاں، بدزبانی اور شوخیاں کی گئیں۔ مگر اس خلق مجسم ذات نے اس کے مقابلہ میں کیا کیا؟ ان کے

لئے دعا کی اور چونکہ اللہ نے وعدہ کر لیا تھا کہ جاہلوں سے اعراض کرے گا تو تیری عزت اور جان کو ہم صحیح وسلامت رکھیں گے اور یہ بازاری آدمی اس پر حملہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مخالف آپ کی عزت پر حرف نہ لا سکے اور خود ہی ذلیل وخوار ہو کر آپ کے قدموں پر گرے یا سامنے تباہ ہوئے۔ "

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 99)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازہ سے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا...... تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔ "

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

" آنحضرتؐ کے عفو کی تو بے انتہا مثالیں ہیں کس کس کو بیان کیا جائے ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ یہ اس تعلیم کا عملی نمونہ تھا جسے لے کر آپؐ آئے تھے۔ اس تعلیم کو آج پھر ہر احمدی نے اس معاشرے میں جاری کرنا ہے، اپنے پہ لاگو کرنا ہے کیونکہ زمانے کے امام کے ساتھ ہم نے عہد کیا ہے کہ اس تعلیم کا عملی نمونہ بن کر دکھائیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے، اس کی طرف جھکتے ہوئے اس طرف بہت زیادہ توجہ دیں۔ درگزر اور عفو کی عادت ڈالیں...... میرے خیال میں تو ذرا سی بھی برداشت کا مادہ پیدا

ہو جائے تو آدھے سے زیادہ مسائل اور جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں گو دوسروں کی نسبت یہ جھگڑے بہت کم ہوتے ہیں۔ ان میں سے بھی آدھے جھڑ سکتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ فروری 2004ء)

گالیاں سن کر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿27﴾

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت الٰہی اور اللہ کے لیے غیرت

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب:22)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے۔

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی
بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپؐ کے دم سے اس کا قیام
علیك الصلوٰة علیك السلام

معزز بھائیو و بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت الٰہی اور اللہ کے لیے غیرت**

اللہ تعالیٰ جس شخصیت کو نبی بنانے کے لیے چُن لیا ہوتا ہے اُس کو بچپن سے ہی توحید کی طرف راغب رکھتا ہے اور چھوٹی عمر سے ہی شرک سے نفرت پیدا کر دیتا ہے۔ اس ضمن میں سب سے بڑی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیش کی جا سکتی ہے۔ جب آپؑ نے اپنے چچا کے ساتھ بُتوں کی تجارت پر جانے سے انکار کر دیا۔ اگر وہ زبردستی ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لے بھی گئے تو وہاں بُتوں سے نفرت کی وجہ سے آپؑ نے ایک گاہک کو بُتوں کے نقصانات گِن گِن کر بتائے جس سے گاہک بُتوں کی خریداری سے متنفّر ہو کر واپس چلا گیا۔ جس کو آپؑ کے چچا اور اُس کے بیٹوں نے بہت بُرا منایا اور آپؑ کو سزا بھی دی۔

یہی کیفیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جسمانی و روحانی اولاد حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ عرب دستور کے مطابق حضورؐ کے چچا ابو طالب اور پھوپھیاں

آپؐ کو قریش کے بہت ہی معزز بُت "بُوانہ" کے پاس لے جانے کی کوشش کرتیں مگر آپؐ انکار فرمادیتے۔ ایک دفعہ آپؐ اپنی پھوپھیوں کے اصرار پر وہاں چلے گئے مگر خوف زدہ ہو کر جلد یہ کہتے ہوئے واپس آگئے کہ مَیں جب بُوانہ بُت کے پاس جانے لگا تو ایک سفید رنگ اور لمبے قد کے ایک شخص نے چلّا کر مجھے بُت کے قریب آنے سے روک دیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 1 صفحہ 58)

ابو طالب کے ساتھ ایک سفر شام میں ایک عیسائی راہب بُحیریٰ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے الفاظ میں یہ کہہ دیا تھا کہ مجھ سے لات و عزّیٰ بتوں کے بارے میں نہ پوچھو۔ مجھے اِن سے سخت نفرت ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اوّل صفحہ 407)

اسی طرح آپؐ جب جوانی کے عالَم میں حضرت خدیجہؓ کا مالِ تجارت ملکِ شام لے کر گئے تو وہاں ایک جگہ لات و عزّیٰ کی قسم کھانے کا آپؐ سے مطالبہ ہوا تو آپؐ نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ مَیں نے کبھی آج تک ان بُتوں کی قسم نہیں کھائی۔

(طبقات ابن سعد جلد اوّل صفحہ 156)

سامعین! آنحضورؐ کا بچپن میں دل صاف کرنے کے واقعہ کو سامنے رکھ کر اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے پیار و محبت، اُس کی عبادت اور ذکرِ الٰہی کے شغف کو دیکھا جائے تو آپؐ کی بچپن سے ہی اپنے مالک و خالق سے محبت اور عُنفوانِ شباب میں خلوت پسندی اور اپنے رب کی عبادت ہمارے لیے بطور نمونہ کے ہے۔ آپؐ غارِ حرا میں کئی کئی دن اعتکاف فرماتے، عبادت بجالاتے اور تنہائی میں اللہ کو یاد کرتے تھے۔ کبھی کبھار خانہ کعبہ کا طواف بھی فرماتے۔ آپؐ کی اس کیفیت کو دیکھ کر مشرکین مکّہ کہا کرتے تھے عَشِقَ مُحمدٌ رَبَّہٗ (اسوۂ انسان کامل صفحہ 67) کہ محمد تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم محبت الٰہی کے حصول کے لیے حضرت داؤد علیہ السلام کی دُعا بھی کیا کرتے تھے مگر خود اس سے بھی بڑھ کر جامع اور بلیغ دُعا کیا کرتے تھے۔ جو یہ ہے

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہٗ عِنْدَکَ اَللّٰھُمَّ مَا رَزَقْتَنِیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ قُوَّۃً لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ، وَمَا زَوَیْتَ عَنِّیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ فَرَاغًا لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ (ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا کر اور اُس کی محبت بھی جس کی محبت مجھے تیرے حضور فائدہ بخشے۔ اے اللہ! میری محبوب چیزیں جو تو مجھے عطا کرے ان کو اپنی محبوب چیزوں کی خاطر میرے لئے قوت کا ذریعہ بنا دے اور میری جو پیاری چیزیں تو مجھ سے علیحدہ کر دے ان کے بدلے اپنی پسندیدہ چیزیں مجھے عطا فرمادے۔

(مناجات رسول ﷺ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 53)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"قرآن کریم کو پڑھ کر دیکھ لو اور تو اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں کسی کامل انسان کا نمونہ موجود نہیں اور نہ آئندہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔ پھر دیکھو کہ اقتداری معجزات کے ملنے پر بھی حضور کے شامل حال ہمیشہ عبودیت ہی رہی۔ اور بار بار اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ (الکھف:111) ہی فرماتے رہے یہاں تک کہ کلمہ توحید میں اپنی عبودیت کے اقرار کا ایک جزو لازم قرار دیا۔ جس کے بدوں (یعنی جس کے بغیر) مسلمان مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔ سوچو اور پھر سوچو۔ پس جس حال میں ہادیٔ اکمل کی طرزِ زندگی ہم کو یہ سبق دے رہی ہے کہ اعلیٰ ترین مقام قرب پر بھی پہنچ کر عبودیت کے اعتراف کو ہاتھ سے نہیں دیا تو اور کسی کا تو ایسا خیال کرنا اور ایسی باتوں کا دل میں لانا ہی فضول اور عبث ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 74- جدید ایڈیشن۔ رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 140)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُسی خدا کے پیدا کیے ہوئے تھے اور ابو جہل بھی۔ مگر ابو جہل نے اپنی شرارت، فسق و فجور اور شرک سے اپنے آپ کو خدا کا بندہ ثابت نہ کیا بلکہ بُتوں کا بندہ ثابت کیا اور انہی کی طرف داری میں اپنی جان قربان کی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو خالص خدا کے لیے ہی کر دیا شرک سے بکُلّی پرہیز کیا اور اپنی عبادات اور قربانیاں سب خدا کے لیے ہی مخصوص رکھیں اور اپنے آپ کو خدا کا بندہ ثابت کیا۔ پس خود مقابلہ کر کے دیکھ لو کہ اُس کا کیا انجام ہوا اور اس کا کیا؟ ابو جہل تو بدر کے میدان میں قتل کیا گیا اور ایک کنوئیں میں اس کی لاش پھینکی گئی اور اس کی مرتے وقت کی خواہش بھی پوری نہ ہوئی یعنی اس نے کہا تھا کہ میری گردن ذرا لمبی کر کے کاٹنا کیونکہ عرب کے معززین کی یہی

نشانی ہوتی تھی۔ مگر کاٹنے والے نے اُس کی گردن سر کے پاس سے کاٹ کر ثابت کیا کہ شیطان کے دوست کبھی کامیاب نہیں ہوتے اور اسی وقت دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فتح نصیب ہوئی کہ وہ خدا تعالیٰ کی جنت کے وارث نہ صرف عقبیٰ میں بلکہ اس دنیا میں بھی ثابت ہوئے۔"

(چشمۂ توحید، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 8)

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لا محال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال
ہر اِک رنگ ہے بس عدیم المثال

آپؐ کی گفتگو کا آغاز تسبیح و تحمید سے ہوتا۔ آپؐ اپنے عمل کے آغاز پر ذکرِ الٰہی فرماتے جیسے نماز کا آغاز ایسی دُعا سے کرتے جس کو ہم نیت نماز بولتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یوں ہے۔ مَیں نے موحّد ہو کر اپنی تمام تر توجہ اُسی ذات کی طرف پھیر دی ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور مَیں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ اس میں وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ کے الفاظ قابلِ غور ہیں جس میں آپؐ نے اپنے آپ کو مشرکین کے زُمرہ سے نکال باہر کرنے کا اعلان فرمایا۔ آپؐ تو شرک سے اِس حد تک دُور رہتے تھے اور اُمّت کو بھی اِس سے دُور رکھنا چاہتے تھے کہ ریاکاری کو بھی شرک قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص نماز میں ریا کرتا ہے وہ بھی شرک کا مرتکب ہوتا ہے اور اپنی ذات کو اس معمولی شرک سے دُور رکھنے کے لیے یہ ہدایت فرمائی کہ انبیاء کی وفات کے بعد لوگ اُن کی قبروں کی پرستش کرتے ہیں تم میری قبر کی پُوجا نہ کرنا نیز فرمایا کہ میری اُمّت میں لوگ پتھر، چاند، سورج، کی تو پرستش نہیں کریں گے ہاں اپنے اعمال میں دکھاوا کریں گے جو ایک قسم کا شرک ہے۔ حتّٰی کہ جھوٹی گواہی کو بھی اللہ کے ساتھ شرک کے برابر قرار دیا۔

(ترمذی)

ایک موقع پر رات کو سوتے وقت سورۃ الکافرون پڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شرک سے آزاد کرنے والی سورۃ ہے۔

(مسند احمد)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جو شخص ساری عمر میں ہر وقت، ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار رہا، توحید کے قیام کی کوشش کرتا رہا، جس کے پاؤں ساری ساری رات عبادت کرتے ہوئے متورم ہو جایا کرتے تھے، سوج جایا کرتے تھے۔ جس کی خواہش تھی تو صرف ایک کہ دنیا کا ہر شخص خدائے واحد کی عبادت کرنے والا بن جائے وہ بھلا کس طرح برداشت کر سکتا تھا کہ اس کی قبر شرک کی جگہ بنے اور آج تک اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول کرتے ہوئے اس بابرکت قبر کو شرک سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ لیکن مسلمانوں پر حیرت ہوتی ہے جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا ہے کہ دوسرے پیروں فقیروں کی قبروں پر جا کر شرک کرتے ہیں اور شرک کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 4 فروری 2005ء)

آپؐ کی محبت الٰہی کا یہ عالَم تھا کہ رات کو آپؐ نے تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ اپنے خالق حقیقی کے لیے مختص حصے میں لمبی لمبی رکعات ادا کرتے، لمبے رکوع اور لمبے سجدے بجا لاتے حتّٰی کہ کھڑے کھڑے آپؐ کے پاؤں سوج جاتے اور درد سے الحاح اور خشوع و خضوع کا یہ عالم ہوتا جیسے ہنڈیا سے پانی ابلنے کی آوازیں آ رہی ہوں۔

سامعین / سامعات! جہاں تک قیامِ توحید کا تعلق ہے آپؐ کا اوڑھنا بچھونا توحید تھا۔ صبح و شام آپؐ توحیدِ الٰہی کا دم بھرتے تھے۔ صبح کی دُعاؤں میں جو حضورؐ نے امت کو سکھائیں توحید کا غلبہ ہے اور شام کو پڑھنے کے لیے صحابہ کو یاد کروائیں اُن میں قیامِ توحید کا ذکر ہے۔ مصیبت آتی تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ العَظِيمُ الحَلِيمُ کی دُعا کرتے۔ (مسلم)

اپنی اُمّت کو توحید کے ترانے اور نغمے الاپنے کی اس لالچ کے ساتھ نصیحت فرماتے کہ اگر اتنی تعداد میں یہ پڑھو گے تو اتنا ثواب ملے گا۔ جیسا کہ فرمایا کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ پڑھے تو گویا اُس کو 10 غلاموں کی آزادی کے برابر ثواب ملے گا۔

(صحیح بخاری)

ایک موقع پر اللہ کی خاطر جہاد کرنے والے کو اللہ کا کلمہ بلند کرنے والا اور توحید کی عظمت قائم کرنے والا قرار دیا۔(صحیح بخاری)

اللہ سے محبت اور اُس سے لگاؤ کا یہ عالَم تھا کہ اگر کوئی اللہ کی توحید کا اقرار کرلیتا تو اُسے آزاد کر دیتے۔ ایک دفعہ کسی نے توحید کے اقرار کے باوجود اُس کو قتل کر دیا آپؐ بار بار بڑے درد اور دُکھ سے فرماتے کہ فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اُس نے اُوپر سے کلمہ پڑھا۔(مسلم)

آپؐ کو اللہ کا نام بلند کرنے اور رکھنے کا اس حد تک شوق تھا کہ کسی نے ”والکعبہ“ کی قسم کھائی کہ کعبہ کی قسم تو آپؐ نے فرمایا کہ رَبِّ الکعبہ کہ کعبہ کے رب کی قسم کھایا کرو۔ کسی نے اگر یہ کہا کہ جیسا اللہ نے اور آپ نے چاہا تو آپؐ نے اُسے ٹوک دیا اور فرمایا تم مجھے اللہ کے برابر ٹھہراتے ہو۔ صرف اتنا کہا کرو کہ جس طرح اللہ نے چاہا۔(مسند احمد)۔ اسی طرح آپؐ نے حضرت عمرؓ کو ایک بار اپنے باپ کی قسم کھانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا اللہ کے نام کی قسم کھاؤ یا خاموش رہو۔(بخاری)

سامعین! آپؐ کی غیرتِ توحید کا یہ عالم تھا کہ غزوۂ بدر میں ایک مشرک شخص جو بہت جرأت شجاعت کا پیکر سمجھا جاتا تھا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر جنگ میں مالِ غنیمت کے لیے شامل ہونے کی حامی بھری ۔ حضورؐ نے پوچھا تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاتے ہو۔ اُس کے انکار پر آپؐ کی غیرت نے گوارہ نہ کیا کہ کسی مشرک کی جنگ میں مدد لیں ۔ سبحان اللہ ! توحید کے لیے غیرت کی کیا ہی اعلیٰ مثال ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمدؐ نے قائم فرمائی اور جب اس شخص نے کہا کہ میں اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں تب آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے ہمارے ساتھ چلو۔(مسلم)

سامعین / سامعات! اللہ کے ساتھ محبت اور اُس کی کاطر عزت کا اگر یہ واقعہ بیان نہ ہو تو مضمون ادھورا رہ جائے گا۔ غزوہ اُحد میں جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر پھیلی تو کفار نے اعلان کیا کہ کیا تم میں محمد موجود ہے ؟۔ کیا تم میں ابو بکر موجود ہے ؟۔ کیا تم میں عمر موجود ہے ؟ تو آپؐ نے صحابہ کو ازراہ مصلحت خاموش رہنے کا ارشاد فرمایا۔ اس پر جب کفار نے اُعْلُ هُبَلْ ! اُعْلُ هُبَلْ !ھبل بُت کی جے اور اُس کی بلندی کا نعرہ لگایا تو اس موقعہ پر حضور ﷺ نے فرمایا: جواب کیوں نہیں دیتے ؟۔ صحابہؓ نے عرض

کیا: یارسول اللہ! ہم کیا جواب دیں ؟۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی و اَجَلُّ اللہ ہی سب سے بلند اور جلال والا ہے۔

آپؐ نے خانہ کعبہ کو 360 بتوں سے صاف کیا۔ ہر بُت گراتے جاتے اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل:82) کی تلاوت فرماتے۔ (بخاری)

طائف سے قبیلہ ثقیف کے کچھ لوگوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ نماز معاف فرمادیں اور زنا اور شراب کی اجازت دے دیں تو ہم مسلمان ہو جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ دین ہی کیا جس میں نماز نہیں۔ اہلِ طائف نے بُت "لات" کو گرانے کے لیے یہ شرط رکھ دی کہ کچھ عرصہ تک اِسے نہ گرایا جائے۔ آپؐ نے ان کی یہ تجویز بھی نہ قبول فرمائی اور حضرت ابو سفیانؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے ذریعہ اِس کو تڑوادیا۔

ایک دفعہ آپؐ کی اونٹنی عضباء جو دوڑ میں سب سے آگے نکل جاتی تھی ایک اعرابی کی اونٹنی نے اِسے مات دے دی۔ صحابہ کو رنج پہنچا تو آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی چیز کو اونچا کرتا ہے تو لازم ہے اُسے نیچا بھی کرے کیونکہ سب سے اونچی ذات خدا کی ذات ہے۔ (ابوداؤد)

ایک انصاری مسجد قبا میں امامت کرواتے ہر رکعت میں سورۃ اخلاص کی تلاوت پہلے کرتے پھر دوسری آیات کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا تو آپؐ نے اُس بزرگ صحابی سے اِس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ سورۃ خدائے رحمٰن کی صفات پر مشتمل ہے مجھے اس کی تلاوت بہت پیاری لگتی ہے۔ تب آنحضورؐ نے فرمایا اس سورۃ سے محبت جنت میں داخلہ کا ذریعہ ہو گی۔ (ترمذی)

سامعین! مَیں اپنی تقریر کا اختتام ایک ایسے واقعہ سے کرنا چاہوں گا / گی جو آنحضورؐ کے زندگی کے آخری لمحات میں ہوا جب آپؐ کو بتایا گیا کہ حبشہ میں ایک گرجا کا نام ماریہ (حضرت مریم) کے نام پر رکھا گیا ہے۔ آپؐ اپنی بیماری کی تکلیف دہ حالت میں بھی خاموش نہ رہ سکے اور غیرت توحید جوش میں آئی آپؐ نے فرمایا بُرا ہو! اُن یہودیوں اور عیسائیوں کا جنہوں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کے مزاروں کو معابد بنالیا۔ گویا آپؐ اپنی ازواج کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ دیکھو! میرے بعد توحید پر قائم رہنا اور میری قبر کو سجدہ نہ دینا۔

(بخاری)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پس یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام جس کو قائم کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں پیدا کرنے کے لئے آپؐ پیدا ہوئے تھے۔ ایک اعلیٰ انسان اور عبدرحمن کا مقام جو کسی کو ملا وہ سب سے اعلیٰ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا اور بندے کی پہچان اپنی ذات کی پہچان اور خدا تعالیٰ کی ذات کی پہچان کرانے کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے۔ توحید کے قیام کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے اور ساری زندگی اسی میں آپؐ نے گزاری اور یہی آپ کی خواہش تھی کہ دنیا کا ہر فرد ہر شخص اس توحید پر قائم ہو جائے اور اس زمانے میں بھی آپؐ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی پہچان اس تعلیم کی رو سے ہمیں کروائی۔ پس ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں خدائے واحد کی عبادت اور اس کے نام کی غیرت کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں تبھی ہم حقیقت میں لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کا کلمہ پڑھنے والے کہلا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ 4 فروری 2005ء)

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا

فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5، صفحہ 593)

اے میرے رب تو اپنے نبی ﷺ پر اس جہان میں بھی درود نازل فرما اور دوسرے جہان میں بھی درود نازل فرمانا۔ (آمین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(نوٹ: خاکسار نے یہ تقریر مکرم حافظ مظفر احمد کی کتاب ”اسوۂ انسان کامل“ کی مدد سے تیار کی ہے۔ فجزاء اللہ تعالیٰ)

《28》

نُصِرۡتُ بِالرُّعۡبِ مَسِیۡرَۃَ شَھۡرٍ

تِری ایک ایک اَدا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ
تیری ہر آن پہ سو جان سے جاؤں واری
حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ ید بیضا داری
وانچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم:5)

یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔

عزیز بھائیو اور بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک فضیلت ”**نُصِرۡتُ بِالرُّعۡبِ مَسِیۡرَۃَ شَھۡرٍ**“ آج میری تقریر کا موضوع ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیاء پر اپنی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

فُضِّلۡتُ عَلَی الانۡبِیَاءِ بِسِتٍّ اُعۡطِیۡتُ جَوامِعَ الۡکَلِمِ وَ اُحِلَّتۡ لِیَ الۡغَنَائِمِ وَ جُعِلَتۡ لِیَ الۡاَرۡضُ مَسۡجِدًا وَ طَھُوۡرًا وَاُرۡسِلۡتُ اِلَی الۡخَلۡقِ کَافَّۃً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوۡنَ (مسلم کتاب المساجد)

کہ مجھے دوسرے انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ حقائق و معارف کے جامع کلمات مجھے دیئے گئے ہیں۔ میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی۔ میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں۔ میرے لئے ساری زمین پاک و صاف مسجد اور جائے عبادت قرار دی گئی ہے۔ مجھے ساری مخلوقات کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور نبیوں کا خاتَم بنایا گیا ہے۔

ایک اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے انبیاء پر پانچ فضیلتوں کا ذکر فرمایا ہے جس میں نُصِرۡتُ بِالرُّعۡبِ مَسِیۡرَۃَ شَھۡرٍ کے الفاظ ہیں جس کے معانی ہیں کہ

مجھے ایک مہینے کی مسافت کے برابر رعب سے نوازا ہے اور اِس حدیث میں اِس چیز کا اضافہ ملتا ہے کہ مجھے شفاعت کا شرف دیا گیا ہے جو میرے سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ (نسائی کتاب الطہارت) نیز بعض روایات میں مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں، میرا نام احمد رکھا گیا، مٹی کو میرے لیے پاکیزگی کا ذریعہ بنادیا گیا اور میری امت کو بہترین امت بنایا گیا کی فضیلتوں کا ذکر ملتا ہے۔

(متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ بَيْنَ يَدَيْ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ جس کے معانی یہ ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ

اور مہینہ بھر کی مسافت سے دشمنوں پر طاری ہو جانے والے رعب سے میری نصرت کی گئی۔ (مسلم)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جواں مرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار۔ رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ ﷺ ہے۔ جس کے زیرِ سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی"

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 82)

سامعین و سامعات! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زیر سایہ دس دن چلنے والے کو ملنے والی روشنی کا اندازہ ممکن نہیں اور جس کی زندگی کی ہر حرکت و سکون ایک ایک لمحہ سب اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے محبوب کے عشق میں گزرے اس کا وجود کس قدر نورانی ہو گا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اتباع کا حق ادا کیا اور اپنے قلبِ صافی کو قلبِ محمد ﷺ کا آئینہ بنالیا۔ اصل اور عکس ہم رنگ ہو گئے۔

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمانؑ ہے

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے دوسرے انبیاء پر اپنی چھ فضیلتیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک 'نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ' تھی (صحیح مسلم۔کتاب المساجد) ہمیں آپؐ کی حیاتِ مبارکہ میں ایسے کئی مواقع ملتے ہیں جہاں غیر معمولی حالات میں اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر دوسروں کے دلوں پر آپؐ کا رعب بٹھایا۔

آنحضرت ﷺ کے سامنے ابوجہل کے مرعوب ہونے کے متعلق ایک اور روایت بھی آتی ہے جس سے پتا لگتا ہے کہ خدائی سنت اسی طرح پر ہے کہ جو لوگ خدا کے مرسلین کے سامنے زیادہ بیباک ہوتے ہیں عموماً انہیں پر خدا تعالیٰ اپنے رسولوں کا رعب زیادہ مسلط کرتا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ اراشہ نامی شخص مکہ میں کچھ اونٹ بیچنے آیا اور ابوجہل نے اس سے یہ اونٹ خرید لئے مگر اونٹوں پر قبضہ کر لینے کے بعد قیمت ادا کرنے میں حیل وحجت کرنے لگا۔ اس پر اراشہ جو مکہ میں ایک اجنبی اور بے یار و مددگار تھا بہت پریشان ہوا اور چند دن تک ابوجہل کی منت سماجت کرنے کے بعد وہ آخر ایک دن جبکہ بعض رؤسا قریش کعبۃ اللہ کے پاس مجلس جمائے بیٹھے تھے، ان لوگوں کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اے معززین قریش آپ میں سے ایک شخص ابوالحکم نے میرے اونٹوں کی قیمت دبا رکھی ہے آپ مہربانی کر کے مجھے یہ قیمت دلوادیں۔ قریش کو شرارت جو سوجھی تو کہنے لگے ایک شخص یہاں محمدؐ بن عبداللہ نامی رہتا ہے تم اس کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں قیمت دلا دے گا اور اس سے غرض ان کی یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ تو بہرحال انکار ہی کریں گے اور اس طرح باہر کے لوگوں میں آپؐ کی سُبکی اور ہنسی ہو گی۔ جب اراشہ وہاں سے لَوٹا تو قریش نے اس کے پیچھے پیچھے ایک آدمی کر دیا کہ دیکھو کیا تماشا بنتا ہے، چنانچہ اراشہ اپنی سادگی میں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ

”میں ایک مسافر آدمی ہوں اور آپ کے شہر کے ایک رئیس ابوالحکم نے میری رقم دبا رکھی ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ مجھے یہ رقم دلوا سکتے ہیں۔ پس آپ مہربانی کر کے مجھے میری رقم دلوادیں“

آنحضرت ﷺ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے کہ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں چنانچہ آپؐ اسے لے کر ابو جہل کے مکان پر آئے اور دروازے پر دستک دی۔ ابو جہل باہر آیا تو آپؐ کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا اور خاموشی کے ساتھ آپؐ کا منہ دیکھنے لگا آپؐ نے فرمایا:

”یہ شخص کہتا ہے کہ اس کے پیسے آپ کی طرف نکلتے ہیں۔ یہ ایک مسافر ہے آپ اس کا حق کیوں نہیں دیتے؟“

اس وقت ابو جہل کا رنگ فق ہو رہا تھا۔ کہنے لگا۔ محمد ٹھہرو۔ میں ابھی اس کی رقم لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ اندر گیا اور اراشہ کی رقم لاکر اسی وقت اس کے حوالے کر دی۔ اراشہ نے آنحضرت ﷺ کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اور واپس آکر قریش کی اسی مجلس میں پھر گیا۔ اور وہاں جاکر ان کا بھی شکریہ ادا کیا کہ آپ لوگوں نے مجھے ایک بہت ہی اچھے آدمی کا پتہ بتایا۔ خدا اسے جزائے خیر دے اس نے اسی وقت میری رقم دلا دی۔ رؤساء قریش کے منہ میں زبان بند تھی اور وہ ایک دوسرے کی طرف حیران ہو کر دیکھ رہے تھے۔ جب اراشہ چلا گیا تو انھوں نے اس آدمی سے دریافت کیا جو اراشہ کے پیچھے پیچھے ابو جہل کے مکان تک گیا کہ کیا قصہ ہوا ہے۔ اس نے کہا۔

”وَاللّٰہِ۔ میں نے تو ایک عجیب نظارہ دیکھا ہے اور وہ یہ کہ جب محمدؐ نے جاکر ابوالحکم کے دروازہ پر دستک دی اور ابوالحکم نے باہر آکر محمد کو دیکھا تو اس وقت اس کی حالت ایسی تھی کہ گویا ایک قالب بے روح ہے اور جوں ہی کہ اسے محمدؐ نے کہا کہ اس کی رقم ادا کر دو، اسی وقت اس نے اندر سے پائی پائی لاکر سامنے رکھ دی۔“

تھوڑی دیر کے بعد ابو جہل بھی اس مجلس میں آپہنچا۔ اسے دیکھتے ہی سب لوگ اس کے پیچھے ہو لیے کہ اے ابوالحکم تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ محمدؐ سے اس قدر ڈر گئے۔ اس نے کہا۔

خدا کی قسم! جب میں نے محمدؐ کو اپنے دروازے پر دیکھا، تو مجھے یوں نظر آیا کہ اس کے ساتھ لگا ہوا ایک مست اور غضبناک اونٹ کھڑا ہے اور میں سمجھتا تھا کہ اگر ذرا بھی چون و چرا کروں گا تو وہ مجھے چبا جائے گا۔“

(سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 162-163)

بھائیو اور بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی نصرت ہر موقع پر فرما کر ان کے خوف کی حالت کو امن میں بدل دیتا ہے، فکروں کو دور فرما دیتا ہے اور اپنی تائیدات کے نظارے دکھاتا ہے۔ اور ان نظاروں کی انتہا اور معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ہم پورا ہوتے دیکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسے بے انتہا واقعات ہیں جہاں ہمیں قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت نظر آتی ہے...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے واقعات سے بھری پڑی ہے..... جن سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح فرشتوں کی فوج کے ذریعے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و نصرت فرماتا رہا۔

آپؐ کی زندگی میں آپؐ کے دعویٰ نبوت کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ دشمن ہر موقع پر آپؐ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا رہا اور جیسا کہ تمام انبیاء سے ہوتا چلا آیا ہے دشمن کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ابتداء میں ہی نبی کو نقصان پہنچا کر یا اس کی جماعت کو نقصان پہنچا کر ختم کر دیا جائے۔ یا ایسی صورت حال پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جس سے نبی کا دعویٰ جھوٹا ہونے کا خیال لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کوشش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کے زمانے میں ہوئی۔ آپؐ کے ماننے والوں پر سختیاں کی گئیں، آپؐ پر بے انتہا ظلم کئے گئے، آپؐ کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا جس کی وجہ سے آپؐ کے خاندان کو، اور آپؐ کو اور آپؐ کے ماننے والوں کو شعب ابی طالب میں ان ظلموں سے بچنے کے لئے جانا پڑا اور وہاں تقریباً تین سال تک رہے۔ وہاں خوراک کا کوئی ایسا ذخیرہ تو تھا نہیں۔ کچھ عرصہ بعد بھوک اور پیاس کی سختیاں سب کو، بچوں کو اور بوڑھوں کو اور عورتوں کو برداشت کرنی پڑیں۔ بھوک اور پیاس سے بچے، بڑے سب بیقرار تھے۔ حالت یہ تھی کہ ایک صحابی نے رات کے وقت چلتے ہوئے اپنے پاؤں کے نیچے آنے والی کسی نرم چیز کو اٹھا کر کھا لیا کہ اپنی بھوک مٹا سکیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے آج تک نہیں پتہ لگا کہ مَیں نے کیا کھایا تھا۔ بہر حال تین سال بعد اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرما دیا کہ بائیکاٹ کا معاہدہ جو قریش کے بعض قبائل نے کیا تھا اور جس کی وجہ سے آپؐ کو اپنے خاندان سمیت شعب ابی طالب کی گھاٹی میں جانا پڑا اور وہاں جا کے رہنا پڑا۔ یہ معاہدہ کعبہ کی دیوار پر لٹکایا گیا تھا تا کہ ہر ایک قبیلے کو پتہ لگ جائے اور کوئی خلاف ورزی نہ کرے۔

اس معاہدے کے بارے میں ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چچا ابو طالب سے فرمایا کہ مجھے میرے خدا نے بتایا ہے کہ جو معاہدہ کعبہ کی دیوار پر لٹکایا گیا ہے وہ تمام کا تمام کیڑے نے کھا لیا ہے اور صرف خدا کا نام اس پر باقی رہ گیا ہے۔ چنانچہ ابو طالب نے خانہ کعبہ جا کر قریش کے بڑے بڑے سردار جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان سے کہا کہ اس طرح میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے دیکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ اس معاہدے کو دیکھنے گئے تو اس کی حالت بالکل وہی تھی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی۔ چنانچہ اس پر جو نرم دل سرداران قریش تھے انہوں نے کہا اب بہت ہو چکی کیونکہ پہلے بھی ان میں سے بعضوں کے دل نرم ہو رہے تھے اور وہ چاہتے تھے یہ کسی طرح ختم ہو، اس لئے قطع تعلقی اب بند ہونی چاہئے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہی تھی جس کی وجہ سے معاہدہ اس طرح ختم ہوا..... یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی مدد ہی تھی جس نے ایسا انتظام فرما دیا۔ اس معاہدے کا کچھ بھی نہ رہا اور چند شرفاء کے دل میں اس وجہ سے خوف اور ہمدردی کے جذبات بھی پیدا ہوئے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے حق میں تائید و نصرت کی ہوائیں چلاتا ہے۔ ایسے مواقع دکھاتا ہے جو غیروں کو بھی نظر آئیں۔ گو راستے میں عارضی مشکلات آتی ہیں لیکن آخر کار خدا کا گروہ ہی غالب آتا ہے۔ اور اس وعدے کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ پر توکّل کی وجہ سے انبیاء اور ان کی جماعتیں اللہ کے پیغام کو آگے بھی پہنچاتی ہیں اور اس کے ساتھ چمٹی رہتی ہیں اور باوجود سختیاں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے ان کے قدم پیچھے نہیں ہٹتے اور ان کے دلوں میں کبھی غیر اللہ کا کوئی خوف پیدا نہیں ہوتا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام نبیوں کے سردار، خاتم الانبیاء تھے آپؐ پر بھی مشکلات کے بہت زیادہ ایسے موقعے آئے جو زیادہ کڑی مشکلات تھیں، بہت زیادہ سخت مشکلات تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت کے غیر معمولی نظارے بھی دکھائے۔"

(خطبہ جمعہ 23 جون 2006ء)

سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

بھائیو اور بہنو!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گذر چکے تھے۔ سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ ﷺ نے کی۔ ہر گز نہ کر سکتے۔ ان میں وہ دل وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذاللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افتراء کریگا۔ میں نبیوں کی عزت و حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں، لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم ہے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے کہ اس کو نکال دوں۔ بد نصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے ہمارے نبی کریم صلعم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ذلك فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء۔“

(ملفوظات جلد 2، صفحہ 174)

سامعین و سامعات! نُصِرْتَ بِالرُّعْبِ کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ یہی وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپؐ کے عاشق صادق اور غلام کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی دیا گیا۔

1883ء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا:

نُصِرْتَ بِالرُّعْبِ وَاُحْیِیْتَ بِالصِّدْقِ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ۔ نُصِرْتَ وَقَالُوْا لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ۔

(تذکرہ اردو ایڈیشن چہارم 2002ء صفحہ 53)

ترجمہ: تو رعب کے ساتھ مدد کیا گیا اور صدق کے ساتھ زندہ کیا گیا اے صدیق۔ تو مدد کیا گیا اور مخالفوں نے کہا کہ اب گریز کی جگہ نہیں۔

آپؑ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تبارک تعالیٰ کے عنایت کردہ رعب کی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ یہاں پر ایک واقعہ درج ہے جو آنحضور ﷺ کے ابو جہل کے واقعہ سے بہت ملتا ہے۔

ایک دفعہ ایک ہندو جو گجرات کا رہنے والا تھا۔ قادیان کسی بارات کے ساتھ آیا۔ یہ شخص علم توجہ کا ماہر تھا چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم لوگ قادیان آئے ہوئے ہیں چلو مرزا صاحب سے ملنے چلیں اور اس کا منشاء یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے حضرت صاحب پر اپنی توجہ کا اثر ڈال کر آپ سے بھری مجلس میں کوئی بیہودہ حرکات کرائے۔ جب وہ مسجد میں حضور سے ملا تو اس نے اپنے علم سے آپ پر اپنا اثر ڈالنا شروع کیا مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ یکلخت کانپ اُٹھا مگر سنبھل کر بیٹھ گیا اور اپنا کام پھر شروع کر دیا اور حضرت صاحب اپنی گفتگو میں لگے رہے مگر پھر اس کے بدن پر ایک سخت لرزہ آیا اور اس کی زبان سے بھی کچھ خوف کی آواز نکلی مگر وہ پھر سنبھل گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور بے تحاشا مسجد سے بھاگ نکلا اور بغیر جوتا پہنے نیچے بھاگتا ہوا اتر گیا۔ اس کے ساتھی اور دوسرے لوگ اس کے پیچھے بھاگے اور اس کو پکڑ کر سنبھالا۔ جب اس کے ہوش ٹھکانے ہوئے تو اس نے بیان کیا کہ میں علمِ توجہ کا بڑا ماہر ہوں میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ مرزا صاحب پر اپنی توجہ ڈالوں اور مجلس میں ان سے کوئی لغو حرکات کرادوں لیکن جب میں نے توجہ ڈالی تو میں نے دیکھا کہ میرے سامنے مگر ایک فاصلہ پر ایک شیر بیٹھا ہے میں اسے دیکھ کر کانپ گیا لیکن میں نے جی میں اپنے آپ کو ملامت کی کہ یہ میرا وہم ہے۔ چنانچہ میں نے پھر مرزا صاحب پر توجہ ڈالنی شروع کی تو میں نے دیکھا کہ پھر وہی شیر میرے سامنے ہے اور میرے قریب آ گیا ہے اس پر پھر میرے بدن پر سخت لرزہ آیا مگر میں پھر سنبھل گیا اور میں نے جی میں اپنے آپ کو بہت ملامت کی کہ یوں ہی میرے دل میں وہم سے خوف پیدا ہو گیا چنانچہ میں نے اپنا دل مضبوط کر کے اور اپنی طاقت کو جمع کر کے پھر مرزا صاحب پر اپنی توجہ کا اثر ڈالا اور پورا زور لگایا۔ اس پر ناگہاں میں نے دیکھا کہ وہی شیر میرے اوپر کود کر حملہ آور ہوا ہے اس وقت میں نے بے خود ہو کر چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ اُٹھا۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ بیان فرماتے تھے کہ وہ شخص پھر حضرت صاحب کا معتقد ہو گیا تھا اور ہمیشہ جب تک زندہ رہا آپ سے خط و کتابت رکھتا تھا۔

(سیرۃ المہدی صفحہ 61-62)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور آپؑ کی جماعت کے ساتھ بھی اپنی نصرت دکھانے کا وعدہ ہے اور جب تک ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے رہیں گے اور آپؐ کے ساتھ سچے تعلق اور عشق کو قائم رکھیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان برکات سے ہمیشہ فیض پہنچاتا رہے گا اور اپنی نصرت کے دروازے بھی ہم پر کھولے گا۔ ان شاء اللہ“

(خطبہ جمعہ 30جون2006ء)

یا نبی اللہ فدائے ہر سرِ موئے توام
وقفِ راہِ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار

تا بمن نور رسولِ پاک را بنمودہ اند
عشق او در دل ہمی جوشد جو آب از آبشار

تاجدار ہفت کشور آفتاب شرق و غرب
بادشاہِ ملک وملّت ملجاءِ ہر خاکسار

کامران آن دِل کہ زد در راہ او از صدق گام
نیک بخت آں سر کہ میدارد سرآں شہسوار

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 26-27)

اے نبی اللہ! میں تیرے بال بال پر فدا ہوں اگر مجھے ایک لاکھ جانیں بھی ملیں تو تیری راہ میں سب کو قربان کردوں۔

جب سے مجھے رسول پاک کا نور دکھایا گیا تب سے اس کا عشق میرے دل میں یوں جوش مارتا ہے جیسے آبشار میں سے پانی۔

وہ ہفت کشور کا شہنشاہ اور مشرق و مغرب کا آفتاب ہے دین و دنیا کا بادشاہ اور ہر خاکسار کی پناہ ہے۔

کامیاب ہو گیا وہ دل جو صدق ووفا کے ساتھ اس کی راہ پر چلا خوش قسمت ہے وہ سر جو اس شہسوار سے تعلق رکھتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿29﴾

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم

غضب نصف جنون ہے جب یہ زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے (مسیح موعودؑ)

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ

(ال عمران:135)

(یعنی) وہ لوگ جو آسائش میں بھی خرچ کرتے ہیں اور تنگی میں بھی اور غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

گالیاں سُن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

آج میری تقریر کا عنوان ہے: "**آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور غصّہ نہ کرنے کی تعلیم**"

حاضرین / حاضرات! آج میری تقریر کے اس عنوان کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عفو اور درگزر کی تعلیم کے ساتھ مِلا کر دیکھیں تو دونوں عناوین میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ جو معمولی سا فرق ہے وہ یہ ہے کہ غصّہ پہلا مرتبہ ہے اور عفو و درگزر غصّہ سے اگلا مرتبہ ہے۔ انسان کو پہلے غصّہ نہ کرنے اور غصّہ پی جانے کی تعلیم دی گئی ہے اور پھر اگلا رتبہ اُس کو معاف کرنے اور اُس غلطی خوردہ انسان سے درگزر کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ آل عمران کی اس آیت کا ترجمہ یہ فرمایا ہے کہ

"نیک آدمی وہ ہیں جو غصہ کھانے کے محل پر اپنا غصہ کھا جاتے ہیں اور بخشنے کے محل پر گناہ بخشتے ہیں۔ بدی کی جزا اُسی قدر بدی ہے جو کی گئی ہو لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے اور ایسے موقعہ پر بخش دے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو کوئی شر نہ پیدا ہوتا ہو یعنی عین عفو کے محل پر نہ غیر محل پر تو اس کا وہ بدلہ پائے گا ...... قرآنی تعلیم یہ نہیں کہ خوامخواہ اور ہر جگہ شر کا مقابلہ نہ کیا جائے اور شریروں اور ظالموں کو سزا نہ دی

جائے بلکہ یہ تعلیم ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ وہ محل اور موقعہ گناہ بخشنے کا ہے یا سزا دینے کا۔ پس مجرم کے حق میں اور نیز عامہ خلائق کے حق میں جو کچھ فی الواقعہ بہتر ہو وہی صورت اختیار کی جائے۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد10 صفحہ 351)

آپؑ مومن کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مومن وہی ہیں جو غصّہ کو کھا جاتے ہیں اور یاوہ گو اور ظالم طبع لوگوں کے حملوں کو معاف کر دیتے ہیں اور بے ہودگی کا بے ہودگی سے جواب نہیں دیتے۔“

(تفسیر آل عمران صفحہ 205)

مَیں نے جو سورۃ ال عمران کی آیت 135 کی تلاوت معہ ترجمہ پڑھی ہے اس کی تفسیر میں مفسرین نے حضرت امام حسینؓ کا بہت دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ درج کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نوکر چاء (چائے) کی پیالی لایا جب قریب آیا تو غفلت سے وہ پیالی آپ کے سر پر گر پڑی آپ نے تکلیف محسوس کر کے ذرا تیز نظر سے غلام کی طرف دیکھا غلام نے آہستہ سے پڑھا اَلْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کَظَمْتُ۔ غلام نے پھر کہا۔ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ۔ کَظْم میں انسان غصہ دبا لیتا ہے اور اظہار نہیں کرتا ہے مگر اندر سے پوری رضامندی نہیں ہوتی اس لیے عفو کی شرط لگا دی ہے۔ آپ نے کہا کہ مَیں نے عفو کیا پھر پڑھا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ محبوب الٰہی وہی ہوتے ہیں جو کَظْم اور عفو کے بعد نیکی بھی کرتے ہیں، آپ نے فرمایا جا! آزاد بھی کیا۔ راستبازوں کے نمونے ایسے ہیں کہ چاء (چائے) کی پیالی گرا کر آزاد ہوا۔ اب بتاؤ کہ یہ نمونہ اصول کی عمدگی سے ہی پیدا ہوا۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ ال عمران صفحہ 206-207)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ متقی کی تعریف میں فرماتے ہیں:

”متقی وہ ہیں جو غصّہ پی جاتے ہیں۔ غصّہ ایک جذباتی کیفیت ہے جو انسان کو پاگل کر دیتا ہے۔ غصّہ اور عقلِ سلیم ایک جا اکٹھے نہیں ہو سکتے، غصّہ کرنے والے ہمیشہ بے وقوفی کی باتیں کرتے اور احمقانہ اعمال بجالاتے

ہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا مومن غصہ نہیں کرتا۔ متقی غصہ پی جاتا ہے اس کے سب کام خدا کی رضا اور اس کی مخلوق کی بہبود کے لیے ہوتے ہیں۔ وہ غصے میں آکر لوگوں کے اوپر ظلم کے لیے تیار نہیں ہو جاتا۔"

(انوار القرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ صفحہ 484)

میں اپنے پیاروں کی نسبت
ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر
شیروں کی طرح غراتے ہوں
ادنیٰ سا قصور اگر دیکھیں
تو منہ میں کف بھر لاتے ہوں

سامعین / سامعات! حضرت مسیح موعودؑ سختی، غضب اور غصہ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"یاد رکھو! جو شخص سختی اور غضب میں آجاتا ہے اس کی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں۔ وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی طیش میں آکر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ گندہ دہن اور بے لگام کے ہونٹھ (ہونٹ) لطائف کے چشمہ سے بے نصیب اور محروم کیے جاتے ہیں۔ غضب اور حکمت دونوں جمع نہیں ہو سکتے جو مغضوب الغضب ہوتا ہے اس کی عقل موٹی اور فہم کُند ہوتا ہے اس کو کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نصرت نہیں دیے جاتے۔ غضب نصف جنون ہے جب یہ زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود جلد سوم صفحہ 207)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سورۃ آل عمران کی اِس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"ایک تو یہ بات ہے کہ غیظ و غضب پی جائے پھر اس سے بڑھ کر ایک درجہ ہے کہ نہ صرف اپنے جذبات کو روک لے بلکہ معاف بھی کر دے۔ حضرت عائشہؓ کے معاملہ میں حضرت ابو بکرؓ اپنے ایک بھائی پر ناراض ہو گئے اور اُس کا وظیفہ بند کر دیا۔ خدا نے فرمایا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ۔"

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 529)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”نرمی کی عادت ڈالو تا کہ خدا تعالیٰ بھی تمہارے سے نرمی سے پیش آئے۔ ورنہ اگر تم خدا تعالیٰ کی مخلوق پر درشتی کرتے ہو تو تم بھی اپنے آپ کو اس بات کا حق دار بناتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم پر درشتی کرے۔“

(انوار العلوم جلد 5 صفحہ 436)

سامعین / سامعات! ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک میدان میں سے گزرے جہاں کُشتی کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ حضورؐ کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ حضورؐ! کُشتی کا مقابلہ ہو رہا ہے اور فلاں پہلوان ایسا ہے جسے کوئی پچھاڑ نہیں سکتا اور وہ ہر ایک کو گرا دیتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مَیں تمہیں ایک اور پہلوان کا نہ بتاؤں؟۔ وہ شخص بڑا پہلوان ہے جو اپنا غصّہ دبالیتا ہے اور اپنے پر شیطان کو غالب نہیں آنے دیتا اور مقابل کے شیطان پر بھی غالب آجاتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب حدیث 6114)

اب دیکھیں کہ ہمارے سب سے محترم اور مکرم رسول حضرت محمدؐ نے کیا ہی اچھے اور پیارے طریق سے غصّہ کو دبا جانے کی تلقین فرمائی کہ کُشتی میں کسی مقابل کو پچھاڑنے والا پہلوان نہیں اصل پہلوان تو غصّہ پر قابو پانے والا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی حدیث کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”ہماری جماعت میں شَہ زور اور پہلوانوں کی طاقت رکھنے والے مطلوب نہیں بلکہ ایسی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں جو تبدیلِ اخلاق کے لئے کوشش کرنے والے ہوں۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ وہ شہ زور اور طاقت والا نہیں جو پہاڑ کو جگہ سے ہٹا سکے۔ نہیں نہیں۔ اصلی بہادر وہی ہے جو تبدیلِ اخلاق پر مقدرت پاوے۔ پس یاد رکھو کہ ساری ہمت اور قوت تبدیلِ اخلاق میں صَرف کرو کیونکہ یہی حقیقی قوت اور دلیری ہے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 140۔ ایڈیشن 1984ء)

ایک مومن کی سچی نشانی ہے کہ اسے غصّہ کی حالت میں اپنے اوپر قابو ہونا چاہئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ آتا ہے جب آپ نے دشمن کو پچھاڑ لیا اور اُس کے سینہ پر بیٹھ گئے اور قریب تھا کہ اس کو

قتل کر دیتے۔ اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا اور آپ علیحدہ ہو گئے۔ اس نے کہا کہ ایسی حالت میں آپ نے مجھے چھوڑ کیوں دیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس لئے کہ پہلے مَیں تمہیں اسلام کے دشمن ہونے کی وجہ سے قتل کرنے لگا تھا۔ اب تم نے میرے منہ پر تھوک دیا ہے تو میری ذات اس میں شامل ہو گئی ہے اور مَیں اپنے نفس کی خاطر کسی کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔

(ماخوذ از الفخری اصول ریاست اور تاریخ ملوک مؤلفہ محمد علی ابن علی مترجم مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی صفحہ 68 مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 2007ء)

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

غصّہ شیطان ہے اور شیطان آگ سے بنا ہے اور آگ کو پانی ٹھنڈا کرتا ہے تو جس کو غصّہ آئے تو اس کو چاہیے کہ وضو کرے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب) پھر ایک دفعہ فرمایا کہ جس کو غصّہ آئے وہ اگر کھڑا ہے تو چاہیئے کہ بیٹھ جائے اگر اس بھی غصّہ کم نہ ہو تو لیٹ جائے۔ (ابن داؤد کتاب الادب) ایک روایت میں ہے کہ اُسے ٹھنڈا پانی پینا چاہیئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضورؐ اس کی باتیں سن کر تعجب کے ساتھ مسکرا رہے تھے، جب اس شخص نے بہت کچھ کہہ لیا تو حضرت ابو بکرؓ نے اس کی ایک آدھ بات کا جواب دیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور آپ مجلس سے تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول !وہ آپ کی موجودگی میں مجھے بُرا بھلا کہہ رہا تھا اور آپ بیٹھے مسکرا رہے تھے لیکن جب مَیں نے جواب دیا تو آپ غصے ہو گئے۔ اس پر آپ نے فرمایا وہ گالی دے رہا تھا تم خاموش تھے تو خدا کا ایک فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا لیکن جب تم نے اس کو الٹ کر جواب دیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا۔ (اور مَیں وہاں سے لوٹ آیا)

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 177)

بھائیو / بہنو! ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ایک نے دوسرے مد مقابل کو سخت غصّے میں گالی دے دی۔ آنحضورؐ نے اس کو اَعُوذُ بِاللّٰہ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ پڑھنے کی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا اس سے اس کا غصّہ جاتا رہے گا۔ (بخاری کتاب الادب)

سامعین! یہ تو ہم بارہا تقاریر اور دروس میں سنتے رہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بے شمار لوگ آتے اور درخواست کرتے کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم درخواست کرنے والے کو موقع محل کے مطابق یا جو کمی کمزوری اُس دوست میں پائی جاتی اُس کے مطابق نصائح فرماتے۔ آپؐ کے دربار میں آنے والے ایک شخص کو آپؐ نے غصّے کو دبا جانے کی نصیحت فرمائی۔ جب اِس درخواست گزار نے بار بار نصیحت کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا۔ غصّہ میں نہ آیا کرو۔ (بخاری کتاب الادب حدیث 1048) تو گویا غصّہ ایک ایسا بڑا گناہ ہے جس کی نشان دہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کراوئی اور آنحضورؐ نے سائل کو بڑے بڑے گناہوں کے باوجود غصّہ پی جانے کی نصیحت فرمائی۔ جس سے دیگر گناہ پیدا ہوتے ہیں اور معاشرہ بدامنی کا شکار ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غصّہ دبانے اور معاف کرنے کے عمل کا انعام بتاتے ہوئے فرمایا۔ خدا تعالیٰ کی خاطر غصّے کا ایک گھونٹ پی لینے کا جتنا اجر ہے وہ دوسرے کسی بھی گھونٹ کا نہیں۔ (مسند احمد)

اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یادرکھو کہ عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصہ آتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اس کو ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے۔ غصہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں اس لئے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 180، ایڈیشن 1984ء)

حضرت عائشہؓ آپؐ کے عفو و کرم اور غصّہ دبانے کی گواہی دیتی ہوئی فرماتی ہیں کہ نبی کریمؐ نے کبھی اپنی ذات کی خاطر اپنے اوپر ہونے والی کسی زیادتی کا انتقام نہیں لیا۔ (مسلم)

حضرت خدیجہؓ کے صاحبزادے ہند کو آنحضورؐ کی زیرِ تربیت رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ دنیا اور اس کے اغراض کی خاطر کبھی غصّے نہیں ہوتے اور نہ اپنی ذات کی خاطر کبھی آپؐ غصّے ہوئے اور نہ بدلہ لیا۔

(شمائل ترمذی باب ما جاء فی کلام رسول اللہؐ)

سامعین / سامعات ! اب آئیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر اس حوالہ سے ایک اور زاویہ سے نگاہ ڈالتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص آپؐ سے قرض کی واپسی کا مطالبہ سخت لہجے میں کرنے لگا اور مارنے کے لیے آگے بڑھا۔ حضورؐ نے صحابہ کو فرمایا اِسے کچھ نہ کہو۔ قرض خواہ کو کہنے کا حق ہوتا ہے پھر فرمایا اِسے اتنے ہی سال کا اونٹ دے دو۔ صحابہ نے عرض کی کہ اس عمر سے بڑا جانور ہے۔ فرمایا وہی دے دو تم میں سے بہتر وہ ہے جو اچھی طرح ادا کرے۔

(بخاری کتاب الوکالہ حدیث 2146)

اسی طرح کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے آنحضورؐ بھی ہم میں موجود تھے کہ اچانک ایک شخص نے آپؐ کو آپؐ کی چادر سے پکڑ کر کہا کہ اے محمد! میرے لیے میرے اونٹوں پر سامان لاد دو۔ صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اس گستاخی پر آگے بڑھے کہ اس کے بندھن سے آنحضورؐ کو آزاد کروائیں۔ آنحضورؐ نے ہمیں روک دیا اور فرمایا اس کے ایک اونٹ پر جَو اور ایک اونٹ پر گندم لاد دو۔

(نسائی حدیث 4694)

لیا	ظلم	کا	عفو	سے	انتقام

علیك	الصلوۃ	علیك	السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء و تتبّع میں اپنے وجود کو غصّے سے دور رکھا:

"1904ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور آئے اور میاں معراج الدین صاحب کے مکان پر اُترے۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد ایک مولوی تانگے پر سوار ہو کر اس طرف آیا اور حضور کو گالیاں دینا شروع کر دیں بالآخر جب اس طرح گالیوں کو کارگر نہ دیکھا تو تانگے سے اتر کر سڑک پر جو ایک درخت تھا

اس پر چڑھ گیا اور حضورؑ کو گالیاں دینی شروع کیں۔ بعض آدمی اس کی گالیاں سُن کر جوش میں آنے لگے تو حضورؑ نے فرمایا "جو کہتا ہے کسے کہنے دو اور کوئی جواب نہ دو۔"

(اصحابِ احمد جلد 10 صفحہ 175)

پیارے سامعین! ہمارے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے وقت بہت سے لوگوں نے آپ کو گالیاں دیں اور بد خُلقی سے پیش آئے۔ مگر آپؑ نے کبھی کسی سے سختی نہیں کی اور نہ ہی جھڑکا۔ آپ نے ایک دفعہ گالی سن کر جواباً فرمایا۔

"گالیاں دیتے ہیں اس کی تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔ بہت سے خطوط گالیوں کے آتے ہیں جن کا مجھے محصول بھی دینا پڑتا ہے اور کھولتا ہوں تو گالیاں ہوتی ہیں۔ اشتہاروں میں گالیاں دی جاتی ہیں اور اب تو کھلے لفافوں پر گالیاں لکھ کر بھیج دیتے ہیں مگر ان باتوں سے کیا ہوتا ہے اور کیا خدا کا نور کہیں بجھ سکتا ہے؟

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 126)

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں خان اکبر صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب ہم وطن چھوڑ کر قادیان آ گئے تو ہم کو حضرت اقدسؑ نے اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ حضورؑ کا قاعدہ یہ تھا کہ رات کو عموماً موم بتی جلالیا کرتے تھے اور بہت سی موم بتیاں اکٹھی روشن کر دیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جن دنوں میں مَیں آیا میری لڑکی بہت چھوٹی تھی ایک دفعہ حضرت اقدسؑ کے کمرے میں بتی جلا کر رکھ آئی، اتفاق ایسا ہوا کہ وہ بتی گر پڑی اور حضورؑ کی کتابوں کے بہت سارے مسودات اور چند اور چیزیں جل گئیں اور نقصان ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تو سارا نقصان ہو گیا ہے۔ سب کو بہت سخت پریشانی اور گھبراہٹ شروع ہو گئی یہ کہتے ہیں کہ میری بیوی اور لڑکی بھی بہت پریشان تھی کہ حضورؑ اپنی کتابوں کے مسودات بڑی احتیاط سے رکھا کرتے تھے وہ سارے جل گئے ہیں لیکن جب حضورؑ کو اس بات کا علم ہوا تو کچھ نہیں فرمایا سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرنا چاہئے کہ کوئی اس سے زیادہ نقصان نہیں ہوا۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ جلد اول صفحہ 103)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو غصّہ پی جانے کی بارہا تلقین فرمائی ہے اور اِن مومنوں کے سرخیل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غصّے سے دُور رہے۔ آپؐ کے تتبُّع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی عفو و درگزر سے کام لیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا خود اللہ تعالیٰ کی رحمت اُس کے غصّہ پر غالب رہی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر چکا تو اپنی کتاب میں، جو اُس کے پاس عرش پر موجود ہے اُس نے لکھا کہ میری رحمت میرے غصّہ پر غالب ہے۔

(بخاری کتاب بدء الخلق)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر اللہ تعالیٰ کے نور سے فیض پانا ہے تو صبر حوصلہ اور بردباری کا وصف بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے منہ سے معارف اور حکمت کی باتیں نکلیں، لوگ ہماری طرف متوجہ ہوں، ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھانے والے ہوں تو ہمیں اپنے گھریلو اور روزمرہ کے معاملات میں سختی اور غضب کی حالت میں رہنے سے اپنے آپ کو بچانا ہو گا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنی ذہنی صلاحیتوں اور استعدادوں کو کبھی بھی تباہ و برباد نہ ہونے دیں تو بدظنی اور غضب سے اپنے آپ کو بچانا ہو گا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ حقیقی مومن بنیں تو اپنی صلاحیتوں کو برمحل اور برموقع اور مناسب رنگ میں ادا کرنا ہو گا۔ غصہ کی کیفیت اگر کبھی پیدا بھی ہو تو جنونی ہو کے نہیں ہونی چاہئے بلکہ صرف اصلاح کی حد تک ہونی چاہئے۔ غصے اور بے لگام جذبات کا اظہار انسان کو جنونی بنا دیتے ہیں۔ پس ان میں اعتدال کی ضرورت ہے۔ اگر غصہ ہے تو اس حد تک جیسا کہ مَیں نے کہا جہاں اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ اپنی اَناؤں کی تسکین کے لئے نہیں، اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لئے نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو اس سے زیادہ غصے کا اظہار کرتا ہے وہ اپنا ایمان ضائع کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی خوبصورتی یہی ہے کہ اعلیٰ اخلاق کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے غیر ضروری غصے کو دبانے اور عفو سے کام لینے کی تلقین کرے۔ پس یہ خُلق ہر ایک کو اپنانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ اس کے بغیر حقیقی مومن بننا مشکل ہے۔"

(خطبہ جمعہ 10 اکتوبر 2014ء)

تعلق توڑنے سے قبل ٹھنڈے ذہن سے سوچو
کہ غصّے میں کوئی فیصلہ اچھا نہیں ہوتا
نئے لباس سے چہرہ نیا نہیں ہوتا
اکڑ کر چلنے سے کوئی بڑا نہیں ہوتا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿30﴾

آنحضرتؐ کا کمزوروں، خادموں، ماتحتوں، یتیموں اور مسکینوں سے حُسنِ سلوک

شَرق سے غَرب تلک آپ کی ہَیبت طاری
عَرش سے فَرش تلک آپ کا سِکّہ جاری
نَیرِّ راہِ ہُدیٰ، شافِعِ روزِ محشر
یاں ہے دُنیا کو ہِدایت، تو وہاں غمخواری
جس کے احسان کے بوجھوں سے دبے جاتے ہیں
جِنّ و حیوان و مَلک، آدمی، نوری، ناری

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر:09)

ترجمہ: اور وہ کھانے کو، اس کی چاہت کے ہوتے ہوئے، مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔

اور پھر فرمایا:

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (الفجر:18-19)

ترجمہ: خبردار! درحقیقت تم یتیم کی عزّت نہیں کرتے اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہو۔

بھائیو اور بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **آنحضورؐ کا کمزوروں، خادموں، ماتحتوں، یتیموں اور مسکینوں سے حسنِ سلوک**

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر مختلف انداز میں اپنے سے کمزور حضرات، اپنے ماتحت کام کرنے والے غریب اور بے کس افراد، خادموں، یتیموں اور مسکینوں سے حُسنِ سلوک کرنے اور شفقت سے پیش آنے کی مومنوں کو تلقین فرمائی ہے اور بعض جگہوں پر حُسنِ سلوک نہ کرنے پر انذار سے بھی

نوازا ہے۔ جیسے الذاریات آیت 20، البلد آیت 15-17، بنی اسرائیل آیت 35، البقرہ آیت 221 اور 241 اور سورۃ النساء آیت 37۔

اِن آیات میں اِن کو کھانا کھلانے، اِن کے اموال کی حفاظت کرنے، یتیم کی عزت کرنے اور مسکین کو کھانا کھلانے اور اِن کی جائیداد کی حفاظت کرنے، اِن سے عزت سے پیش آنے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔

سامعین / سامعات! اللہ تعالیٰ کے احکام کی تشریح و تفسیر ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال سے ملتی ہے۔ اس ضمن میں مَیں ایک ایسا ارشاد نبویؐ پیش کرنا چاہتا / چاہتی ہوں جو پوری آدمیت کے احترام کرنے کے متعلق ہے کیونکہ ہر معاشرہ میں صاحبِ ثروت لوگوں کا مقام و رُتبہ نظر آتا ہے اور غریب و مسکین و یتامیٰ پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں۔ اسلام سب کے لئے برابری کا سلوک روا رکھتا ہے اور ہر کس و ناکس کا احترام ضروری ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے روز قربانی والے دن صحابہ کو نصیحت فرمائی آج کے دن تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری آبروئیں اور عزتیں تم پر حرام اور ایک دوسرے کے لئے قابلِ احترام ہیں بالکل اُسی طرح جس طرح تمہارا یہ دن، یہ شہر اور یہ مہینہ واجب الاحترام ہے۔ اے لوگو! عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے وہ تم سے تمہارے افعال کے متعلق پوچھے گا۔ میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں نہ اُڑانا (ایک دوسرے کی عزتوں سے نہ کھیلنا) میرا یہ پیغام اُن تک بھی پہنچا دو جو جہاں موجود نہیں۔ ان الفاظ سے اس مضمون کی اہمیت اُجاگر ہوتی ہے کہ ہر ذی روح جان لے کہ اُس کے نزدیک ہر بندے کی عزت و آبرو مسلّمہ ہے۔ خواہ وہ غریب مسکین یا گھر میں کام کرنے والا ملازم یا خادمہ ہی کیوں نہ ہو۔ گویا بنی نوع کی حُرمت کا پیغام، حُرمت والی جگہ مکّہ سے، حرمت والے مہینے ذی الحجہ، حُرمت والے رسول حضرت محمدؐ کی طرف سے تمام دنیا کو دیا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ انسان کی بدبختی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام اور وہ دوسرے مسلمان کے لئے واجب الاحترام ہے اور خود اپنے متعلق فرمایا کہ مجھے کمزوروں میں تلاش کرو۔ (ترمذی کتاب الجہاد) یہ حقیقت ہے کہ کمزوروں اور غریبوں کی وجہ سے ہی تم خدا کی مدد پاتے ہو اور رزق پاتے ہو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ایک واقعہ صحیح مسلم میں بیان ہوا ہے کہ ایک سیاہ رنگ کی عورت مسجد کی صفائی اور اُس کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی۔ کچھ روز آنحضورؐ نے اِس خاتون کو نہ دیکھا تو بتایا گیا کہ حضورؐ! وہ وفات پا گئی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے کیوں نہیں بتایا تو حضور کو بتایا گیا کہ ہم نے معمولی قسم کی عورت سمجھ کر حضورؐ کو اطلاع دینا ضروری نہیں سمجھا۔ آنحضورؐ نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اُس کی قبر بتاؤ۔ لوگوں کے قبر بتانے پر آنحضورؐ وہاں تشریف لے گئے اور اس غریب بڑھیا کی قبر پر دُعا کی۔ بعض روایات میں نمازِ جنازہ پڑھانے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ (مسلم کتاب الجنائز)

سامعین / سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا ارشاد جو آج کی تقریر کے عنوان کے حوالہ سے بہت اہم ہے بیان کرتا / کرتی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمام مخلوقات اللہ کی عیال یعنی اُس کا کنبہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کو وہ شخص بہت پسند ہے جو اُس کی عیال یعنی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 679 روایت نمبر: 712)

ہم اِس دنیا میں دیکھتے ہیں کہ والدین کو اپنی اولاد بہت پیاری ہوتی ہے جو شخص اُس کی اولاد کو پیار کرے تو والدین کو بھی اپنے بچوں سے پیار کرنے والے، پیارے لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک فقیر جب یہ صدا لگاتا ہے۔ بی بی! تیرے بچے جیون تو اُس ماں کا دل پسیجتا ہے اور اُس فقیر کی طرف مدد کرنے کے لئے دوڑتی ہے۔ پھر خدا جو تمام ماؤں کے رحم اور پیار کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے اپنی عیال کا خیال کیوں نہ رکھے۔ جو شخص بھی اس کی عیال سے حسنِ سلوک کرتا ہے اللہ اُس کو پسند کرتا ہے۔

سامعین / سامعات! آنحضورؐ کا غرباء، مساکین، خادموں اور مزدوروں سے حسنِ سلوک اور شفقت کا ایک کھلا باب ہے۔ ایک مختصر سے وقت میں پھولوں کے اس باغیچہ سے چند ایک ہی پیش کئے جاسکتے ہیں۔ آنحضورؐ کو ایسے لوگوں سے اِس حد تک پیار تھا کہ آپؐ نے فرمایا کہ مَیں اور یتیم کی دیکھ بھال میں لگا رہنے والا جنت میں اِن دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہوں گے۔ حضورؐ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر دکھایا۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ: 681 روایت: 716)

پھر فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں سے سب سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھرانہ وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بُرا سلوک کیا جائے۔

(ابن ماجہ ابواب الادب)

حضرت ابوذرؓ نے اپنے غلام کو ایک بار بُرا بھلا کہا۔ حضورؐ کو جب علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم میں ابھی بھی جہالت کی رَگ باقی ہے۔ یہ غلام تمہارے بھائی ہیں وہ تمہارے خادم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری نگرانی میں دیا ہے جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو وہ اُسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ اپنے غلاموں سے اُن کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو۔ اگر تم کوئی مشکل کام اُن کے سپرد کرو تو اِس کام میں خود بھی اُن کا ہاتھ بٹاؤ اور اُن کی مدد کرو۔

(حدیقۃ الصالحین۔ صفحہ:689روایت:724)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل تین نیکیاں بجالانے والوں کو جنت کی بشارت دی اور فرمایا کہ یہ اللہ کی حفاظت، اُس کی امان اور رحمت میں ہوں گے۔

1۔ کمزوروں پر رحم کرے۔

2۔ماں باپ سے محبت کرے۔

3۔ خادموں و نوکروں سے اچھا سلوک کرے۔

اس عنوان کے تحت حضورؐ کے 9 سال خدمت کرنے والے خادم حضرت انسؓ کی گواہی دینی بہت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ خدا کی قسم! مَیں نے 9 سال تک حضورؐ کی خدمت کی۔ مجھے علم نہیں کہ آپؐ نے کبھی مجھے جھڑکا ہو۔

(مسلم کتاب الفضائل)

ربِّ جلیل کی ترا دل جلوہ گاہ ہے
سینہ ترا جمالِ الٰہی کا مستقر
قبلہ بھی تو ہے، قبلہ نما بھی ترا وجود
شانِ خدا ہے تیری اداؤں میں جلوہ گر

نور و بشر کا فرق مٹاتی ہے تیری ذات
"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

سامعین / سامعات! کسی کی سیرت دیکھنی ہو تو اُس کی اپنی عادات کے بیان کے ساتھ ماحول میں بسنے والے لوگوں کے ساتھ بیتے واقعات کو بھی بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔

حضرت ابو یسرؓ نے ایک دفعہ تہمبند کسی اور رنگ اور قمیض کسی اور رنگ کی پہن رکھی تھی اور اُن کے ساتھ اُن کے غلام نے جو کپڑے پہن رکھے تھے اُس میں قمیض کا وہ رنگ تھا جس رنگ کی ابو یسرؓ نے شلوار پہن رکھی تھی اور تہمبند کا رنگ وہ تھا جس رنگ کی ابو یسرؓ نے قمیض پہن رکھی تھی۔ ایک شخص نے ابو یسرؓ سے کہا کہ آپ، غلام کی قمیض کا رنگ لے لیتے اور آپ اپنے غلام کو اپنی تہبند کا کپڑا دے دیتے تو دونوں کا سوٹ ایک الگ الگ رنگ کا ہو جاتا تو اچھا لگتا۔ آپؓ نے فرمایا۔ مَیں نے خود آنحضورؐ سے سنا کہ اپنے غلاموں کو بھی وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو، وہی لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو اور ساتھ فرمایا کہ اگر ایسا نہ کرو گے تو مالک کی نیکیاں غلام کے حق میں لکھ دی جاتی ہیں۔ مَیں یہ نہیں چاہتا تھا کہ یوں مَیں خالی ہاتھ جاؤں۔

(مسلم کتاب الزھد)

تاریخ کی کتب نے یہ واقعہ بھی اپنے دامن میں محفوظ کر رکھا ہے کہ ایک دشمنِ اسلام نے اِس شرط پر اسلام قبول کرنے کی حامی بھری کہ مَیں مدینہ میں جاؤں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غرباء کے ساتھ پاؤں تو اسلام لے آؤں گا۔ وہ جب مدینہ آیا تو اُس نے آنحضورؐ کو غرباء کے ساتھ پایا اور وہ اسلام لے آیا۔

سامعین / سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مساکین سے محبت کرنے کی جہاں صحابہؓ کو تلقین فرماتے وہاں آپؐ اپنے لئے یہ دُعا بھی کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے مسکین کی حالت میں زندہ رکھ، مجھے مسکین کی حالت میں موت دے اور مجھے مسکینوں کے گروہ سے ہی اُٹھانا۔ (ابن ماجہ کتاب الزھد) اور پھر دل نرم رکھنے کا علاج بھی بتا دیا کہ اگر تُو دل کو نرم کرنا چاہتا ہے تو مسکین کو کھانا کھلا اور یتیم کے سر پر دستِ شفقت رکھ۔ (مسند احمد)

اب میں تقریر کے آخری حصہ میں داخل ہوتے ہوئے یہ روایت بیان کرتا / کرتی ہوں کہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ مَیں نے ایک شعر اپنے ابا حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پڑھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے

کہ وہ سفید نورانی چہرے والا شخص جس کے منہ کا واسطہ دے کر بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ یتیموں کے موسمِ بہار اور بیواؤں کی عزت کا محافظ ہے اس پر ابا حضور ابو بکرؓ بے اختیار پکار اُٹھے۔ بخدا! یہ تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ:7)

اِسی سے ملتا جلتا ایک دلچسپ واقعہ ہماری جماعت میں بھی ہے۔

ایک دفعہ ایک معزز احمدی قادیان تشریف لائے وہ بوجہ عدیم الفرصتی کے ایک گھنٹہ کے لئے حضرت اقدسؑ کی ملاقات کو آئے تھے۔ صاحب حیثیت تھے اور بالکل مختصر ملاقات کو آئے تھے پھر واپس چلے جانا تھا۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب ایسے لوگوں کی تاک میں رہا کرتے تھے تاکہ ان کو بھی ثواب میں شامل کر لیں جانتے تھے کہ صاحب حیثیت ہیں تو طریقہ بہت اچھا ڈھونڈا انہوں نے کہ فوراً بھائی احمد دین ڈنگوی کی دکان سے ان کے لئے لسّی اور ناشتہ کا انتظام کیا ان کو ساتھ لے کر دارالشیوخ میں تشریف لائے جب لسّی اور ناشتہ پیش کیا تو ویسے بھی اس وقت آنے والے کی عزت افزائی ہونی چاہیے تھی۔ مہمان کی خدمت ہونی چاہیے تھی تو ذاتی طور پر جب ان کو لسّی کا ناشتہ وغیرہ ملا تو بہت خوش ہوئے تو کہا آؤ آپ کو دارالشیوخ دکھادوں دارالشیوخ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ جماعت کے یتیم اور مسکین ہیں اور ایک بہت پیاری بات کہی۔

"یہ میرا باغ ہے میں نے یہ باغ لگایا ہے"

دیکھو! خدا تعالیٰ نے اس باغ کو ساری دنیا میں پھیلا دیا۔ اس کثرت سے یہ باغ ملک ملک لگ رہے ہیں کہ میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ اس زمانے میں نیکی اور خلوص اور تقویٰ نے جو بنیادیں ڈالی تھیں انہیں پر یہ عمارتیں تعمیر ہو رہی ہیں وہ بیج بوئے گئے تھے وہ اس وقت باغ کہلانے کے ابھی حقیقت میں مستحق نہیں تھے کیونکہ تھوڑے سے چند پودے تھے اب تو وہ عالمی باغ بن گئے ہیں تمام جہاں پر ان کا عرصہ محیط ہو چکا ہے۔ فرمایا:

اللہ کی خاطر ہے آپ بھی اس کی آبیاری میں حصہ لیں وہ احمدی دوست چند منٹ میں آپ کی باتوں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ پانچ صد روپے کی رقم ان یتامیٰ کی اعانت کے لئے پیش کر دی۔

یہ پانچ صد روپے کی جو رقم ہے بظاہر دیکھنے میں اس وقت کے لحاظ سے اگرچہ بڑی تھی مگر پھر بھی کچھ نہیں اب واقعہ یہ ہے کہ میں بعض ایسے یتامیٰ کو جو دارالشیوخ میں پلے تھے ذاتی طور پر جانتا ہوں جنہوں نے زندگی بھر ایک کروڑ روپے دوسرے یتامیٰ اور ضرورت مندوں کے لئے خرچ کئے ہوں گے تو براہ راست وہ پودے جو وہاں لگے تھے ان کا فیض بھی پھیلا ہے ان کی جڑیں بھی پھیلی ہیں ان کی شاخیں بھی پھیلی ہیں اور بڑے وسیع علاقوں میں محیط ہیں۔

(الفضل 4 مئی 1999)

آج دنیا میں کہیں بھی کوئی بھی حقیقی رنگ میں یتامیٰ کا پُرسانِ حال نہیں۔ جماعت احمدیہ واحد جماعت ہے جو اپنی بساط بھر کوششوں سے اس خزاں میں بہار پیدا کر رہی ہے اور یہ اسوۂ نبیؐ پر عمل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"حقیقی نیکی کرنے والوں کی یہ خصلت ہے کہ وہ محض خدا کی محبت کے لئے وہ کھانے جو آپ پسند کرتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تم پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ یہ کام صرف اس بات کے لئے کرتے ہیں کہ خدا ہم سے راضی ہو اور اُس کے منہ کے لئے یہ خدمت ہے ہم تم سے نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارا شکر کرتے پھرو۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن 10 صفحہ 357)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان کرتے ہیں:

"آپؐ کی زندگی کا ہر عمل، ہر فعل، آپؐ کی زندگی کا پل پل اور لمحہ لمحہ اس بات کا گواہ ہے کہ آپؐ مجسم رحم تھے اور آپ کے سینے میں وہ دل دھڑک رہا تھا کہ جس سے بڑھ کر کوئی دل رحم کے وہ اعلیٰ معیار اور تقاضے پورے نہیں کر سکتا جو آپؐ نے کئے، امن میں بھی اور جنگ میں بھی، گھر میں بھی اور باہر بھی، روزمرہ کے معمولات میں بھی اور دوسرے مذاہب والوں سے کئے گئے معاہدات میں بھی۔ آپؐ نے آزادیِ ضمیر، مذہب اور رواداری کے معیار قائم کرنے کی مثالیں قائم کر دیں اور پھر جب عظیم فاتح کی۔ حیثیت سے مکّہ میں داخل ہوئے تو جہاں مفتوح قوم سے معافی اور رحم کا سلوک کیا، وہاں مذہب کی آزادی کا بھی پورا حق ادا

کر دیا.....ہزاروں درُود اور سلام ہوں آپ صلی۔اللہ۔علیہ وسلم پر جنہوں نے اپنے یہ اعلیٰ نمونے قائم فرمائے اور ہمیں بھی اس کی تعلیم عطا فرمائی۔"

(خطبہ جمعہ 10، مارچ 2006ء)

حسینان عالم ہوئے شرمگیں
جو دیکھا وہ حسن اور وہ نور جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں
کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خلق کامل زہے حسن تمام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

﴿31﴾

درود شریف کی اہمیت، فضیلت اور برکات

تِری ایک ایک اَدا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ
تیری ہر آن پہ سو جان سے جاؤں واری
حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ ید بیضا داری
وانچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(الاحزاب:57)

ترجمہ: یقیناً اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفےٰؐ نبیوں کا سردار

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **درود شریف کی اہمیت، فضیلت اور برکات**

سامعین / سامعات! آج جس موضوع پر مجھے کچھ کہنا ہے یہ اتنا بابرکت عنوان ہے کہ دنیا کے اربوں عُشاقانِ محمدؐ اپنے مفوضہ اور غیر مفوضہ کاموں کی احسن رنگ میں تکمیل کے لئے مسلسل درود پڑھ کر اِس کی برکات سے استفادہ کرتے رہے۔ بعضوں نے اپنے بگڑے کاموں کو کثرت سے درود شریف اور استغفار کرنے سے سنوارا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ مَیں اور میرے فرشتے اِس معظم اور مکرم نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ ہماری تقلید میں اے مومنو! آپ تمام اس نبی کریمؐ پر درود اور سلامتی بھیجو۔ اللہ نے اپنے اور فرشتوں کے ذمہ اس نبی پاک پر درود اور رحمت بھیجنے کی ذمہ داری لگائی۔ مگر مومنوں

سے اِس سے بڑھ کر توقع کی کہ وہ درود و رحمت کے ساتھ ساتھ سلامتی کی بھی دعا کریں اور اِن دونوں دعاؤں کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرض نمازوں، سنتوں اور نوافل میں التحیات میں جمع کر دیں اور اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَاالنَّبِیُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کے الفاظ میں اِس نبیِ محترم پر سلامتی اور رحمت باری تعالیٰ اپنی تمام تر برکتوں کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور تشہد کے بعد درودِ ابراہیمی کے ورد کی تلقین کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ مسلّمہ بات ہے کہ دعاؤں کی قبولیت کے لئے دعاؤں کا آغاز اور اختتام درود شریف سے کرنے کا حکم ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُعا، آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہر جاتی ہے۔ جب تک تُو اپنے نبیِ محترمؐ پر درود نہ بھیجے وہ آسمان سے نہیں ٹکراتی۔ بارگاہِ الٰہی تک دُعا پہنچانے کے لئے دعا کو درود سے زینت بخشا کرو۔

(ترمذی ابواب الوتر)

آنحضورؐ نے مزید فرمایا کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو یہ جنت کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک کو ملے گا۔ جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے اُس وقت تک فرشتے اُس پر درود بھیجتے ہیں۔ اب تو چاہے اِس میں کمی کرے یا زیادہ کرے۔

(سنن ابن ماجہ)

ایک دفعہ کسی صحابی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مَیں اپنی دعا کے وقت ایک بڑا حصہ حضورؐ پر درود بھیجنے میں صَرف کرتا ہوں۔ حضورؐ رہنمائی فرمائیں کہ مَیں اپنی دعا کے وقت میں سے کس قدر حصہ حضورؐ پر درود بھیجنے میں مخصوص کر دوں۔ کیا کل دعاؤں کا ایک چوتھائی کافی ہے؟۔ فرمایا اگر اس میں اضافہ کرلو تو زیادہ بہتر ہو گا۔ صحابی نے عرض کی کہ کیا دعاؤں کا نصف درود بھیجا کروں تو حضورؐ نے فرمایا۔ اِس سے زیادہ کرلو تو بہتر ہے۔ اِس پر صحابی نے عرض کی حضورؐ! مَیں اب ساری دعاؤں کی جگہ درود ہی پڑھ لیا کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا اِس صورت میں تمہاری ساری ضرورتیں اور مرادیں اللہ پوری کرے گا اور سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ)

روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا اور دُعا کرتے سنا۔ اُس نے نہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ نماز ختم کرنے پر حضورؐ نے اُسے بلایا اور فرمایا کہ نماز میں جلد بازی نہ کیا کرو۔ جب دعا کرنے لگو تو اپنے رب کی حمد و ثنا کرو۔ پھر درود بھیجو اس کے بعد حسب منشا دعا کرو۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

سامعین! یہ ہے سب سے بڑی برکت درود شریف کی کہ دعاؤں کی قبولیت اگر آپ چاہتے ہیں تو درود زیادہ سے زیادہ پڑھا کریں۔ اس کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ آپؐ اپنے پر درود بھیجنے کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ مجھ پر تو اللہ اور اُس کے فرشتوں کا درود بھیجنا ہی کافی تھا۔ تمہیں جو صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا کے حکم میں مجھ پر درود بھیجنے کا حکم صرف اور صرف تمہیں محفوظ رکھنے کے لئے ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تمہارے لئے ثواب پانے کا ذریعہ ہے۔

(بحوالہ تفسیر در منثور جلد 5 تفسیر سورۃ الاحزاب)

بھائیو اور بہنو! آئیں دیکھیں کہ درود اور تسلیم سے اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے اور درود پڑھنے والا اللہ کی حفاظت اور امان میں آتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں کیا خوب فرمایا ہے۔

”دُرُود بھی دَرد سے ہی نکلا ہوا ہے۔ یعنی خاص دَرد، سَوز و گُداز اور رِقّت سے خدا کے حضور اِلتِجَا کرنی کہ اے مولا! تو ہی ہماری طرف سے خاص خاص اِنعامات اور مَدَارِج آنحضرتؐ کو عطا کر۔ ہم کرہی کیا سکتے ہیں اور کس طرح سے آپ کے احسانات کا بدلہ دے سکتے ہیں بجز اس کے کہ تیرے ہی حضور میں اِلتِجَا کریں کہ تو ہی آپ ان سچی محنتوں اور جانفشانیوں کا سچا بدلہ جو تو نے آپؐ کے واسطے مقرر فرما رکھا ہے اور وعدہ کر رکھا ہے، وہ آپؐ کو عطا فرما۔“

(خطبات نور صفحہ 304)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"جب تک دَرد کے ساتھ، جوش کے ساتھ آپؐ کے اِحسانوں کو سامنے رکھتے ہوئے دُرُود شریف نہیں پڑھا جائے گا اور دل میں وہ جوش نہیں پیدا ہو گا جس سے آپؐ پر دُرُود بھیجنے کا حق ادا ہو تو اُس وقت تک یہ دُرُود صرف زبانی دُرُود ہی کہلائے گا اور آپ کے دل سے نکلی ہوئی آواز نہیں ہو گی۔ تو دُرُود شریف پڑھنے کے بھی کچھ طریقے ہیں، کچھ اُسلُوب ہیں، ان کو اپناتے ہوئے اگر ہم دُرُود پڑھیں گے تو یقیناً یہ عرش پر پہنچے گا اور بے انتہاء رحمتیں اور برکتیں لے کر پھر واپس آئے گا۔"

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 293-294)

سامعین / سامعات! درود شریف کی دیگر برکات جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں وہ یہ ہیں۔

1۔ جو شخص ایک دن میں ہزار بار مجھ پر درود بھیجے گا وہ اِسی زندگی میں جنت کے اندر اپنا مقام دیکھ لے گا۔

(الترغیب والترھیب کتاب الذکر والدعا)

2۔ فرمایا! اذان جب سنو تو اِس کے الفاظ دہراؤ اور میرے پر درود پڑھا کرو۔ جس نے میرے پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس گنار حمتیں نازل فرمائے گا۔

(مسلم کتاب الصلوۃ)

3۔ فرمایا! جو شخص دلی خلوص سے ایک بار درود بھیجے گا اس پر اللہ تعالیٰ دس بار درود بھیجے گا۔ اُسے دس درجات کی رفعت بخشے گا اور اُس کی دس نیکیاں لکھے گا اور دس گناہ معاف کرے گا۔

(کنزالعمال کتاب الاذکار)

4۔ فرمایا! قیامت کے روز سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہو گا جس نے دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجا ہو گا۔

(تفسیر درمنشور جلد 5 تفسیر سورۃ الاحزاب)

5۔ فرمایا! جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجے گا اُس کا جواب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹا دے گا تاکہ مَیں اُس کے سلام کا جواب دے سکوں گویا کہ حضورؐ خود سلام و درود کا جواب مرحمت فرما رہے ہوں۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 142 روایت نمبر 97)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”درود شریف کے طفیل...... مَیں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لا انتہا نالیاں ہوتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہے۔ یقیناً کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے تاکہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔“

(الحکم، 28 فروری 1903ء صفحہ 7)

آپ علیہ السلام درود شریف کی برکات کا ذاتی تجربہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

”ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مل نہیں سکتیں۔

جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں ھٰذَا بِمَا صَلَّیۡتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 131 حاشیہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”جب تک درود پر توجہ رہے گی تو اس برکت سے جماعت کی ترقی اور خلافت سے تعلق اور اس کی حفاظت کا انتظام رہے گا۔ لیکن اس وقت جو مَیں نے کہا ہے اور خاص طور پر توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ اس وقت خاص طور پر اس حوالے سے درود پڑھیں کہ آج دشمن، قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کی یہ کوشش سوائے اس کے بد انجام کے اس کو کوئی بھی نتیجہ نہیں دلا سکتی۔ لیکن اس کی اس مذموم کوشش کے نتیجہ میں ہم احمدی یہ عہد کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کروڑوں اور اربوں دفعہ درود بھیجیں۔ جماعت جب مِنْ حَیْثُ الْجَمَاعَت دُرُود بھیجتی ہے یا ایک وقت میں بھیجی گی تو اس کی تعداد کروڑوں تک پہنچ جائے گی اور نہ صرف آج بلکہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی توجہ سے ہم آپؐ پر دُرُود بھیجتے چلے جائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے اور اس دُرُود کو قبول فرمائے جس کے پڑھنے کا خود اس نے حکم دیا ہے اور اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی روشنی اور چمک دمک پہلے سے بڑھ کر دنیا پر ظاہر ہو...... آج جب دشمن اپنی دریدہ دہنی اور بد ارادوں میں تمام حدیں پھلانگ رہا ہے تو ہم بھی حضرت مسیح موعودؑ کے اس اسوہ پر عمل کرتے ہوئے کہ

عدُو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں

اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے اس سے مدد مانگیں کہ وہ ہمیں اس درود کا حق ادا کرنے کی توفیق دیتے ہوئے آپ ﷺ کے نام کو، قرآن کریم کی تعلیم کو روشن تر کرکے دنیا کے سامنے پیش کرنے کی توفیق دے۔ اپنے آپ کو ہم اس رفیق اعلیٰ میں جذب کرنے والے بن جائیں جو اپنے ساتھیوں کو نہ صرف نقصان سے بچاتا ہے بلکہ ترقیات سے نوازتا ہے۔ پس کیونکہ یہ زمانہ اور آئندہ آنے والا تاقیامت کا زمانہ آنحضرت ﷺ کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم یہ دعا کریں کہ اے اللہ! آخری فتح تو یقیناً حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے لیکن ہماری دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے اسے ہمارے زمانے میں لے آ۔“

(خطبہ جمعہ 28 مارچ 2008ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آپ فرمارہے ہیں کہ کیونکہ مَیں اپنے پیدا کرنے والے خالق کو، مالک کو حاصل کرنا چاہتا تھا اور مجھے یہ پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اتنا آسان کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا راستہ کوئی آسان راستہ نہیں۔ بڑا مشکل اور کٹھن راستوں سے گزر کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ تو اس قرب کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ حکم کے مطابق ہی، آپ فرماتے ہیں کہ اب مجھ تک یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا اب ایک ہی ذریعہ ہے، ایک ہی وسیلہ ہے اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو آپ یہ فرمارہے ہیں کہ مَیں نے اس سے سبق لیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ درود بھیجا۔ اور گویا اس طرح تھا کہ مَیں ہر وقت اس ایک خیال میں ڈوبا رہتا تھا اور آپؐ پر درود بھیجتا رہتا تھا تو نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بتانے کے لئے کہ تم بھی اب اس وسیلہ سے میرا قرب پاچکے ہو مجھے کشفی حالت میں یہ نظارہ دکھایا کہ دو آدمی جن کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں، اندرونی اور بیرونی راستے سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی وجہ سے ہی یہ سب کچھ حاصل ہوا ہے۔ تو اندرونی اور بیرونی راستوں سے داخل ہونے کا مطلب بھی یہی ہے کہ اب اس برکت سے آپ پر ہر طرح کی برکتیں اور فضل نازل ہوتے رہیں گے اور آپ پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض جو ہے وہ پہنچتا رہے گا۔ تو یہ ہیں درود کی برکات۔“

(خطبہ جمعہ 5 ستمبر 2003ء)

سامعین / سامعات! اپنی تقریر کے آخر پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل دو اقوال پیش کرنے ضروری ہیں۔

1۔ فرمایا! یہ ایک کج خُلقی اور بد اعتباری کی بات ہے کہ ایک شخص کے پاس میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔(کنزالعمال)

2۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درود بھیجنے کا طریق صحابہ کو بتایا کہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلَی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اے ہمارے اللہ! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر درود بھیج جس طرح تو نے ابراہیم اور اُس کی آل پر درود بھیجا۔ تو حمد والا اور بزرگی والا ہے۔ اے ہمارے خدا! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برکت عطا فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور اُس کی آل کو برکت عطا کی تو حمد والا اور بزرگی والا ہے۔

(مسلم کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ علی النبی)

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَآئِمًا
فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ

۞۞۞۞

﴾32﴿

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بطور اَمِیْنٌ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا

(الاحزاب:73)

یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے جبکہ انسانِ کامل نے اسے اٹھالیا۔ یقیناً وہ (اپنی ذات پر) بہت ظلم کرنے والا (اور اس ذمہ داری کے عواقب کی) بالکل پرواہ نہ کرنے والا تھا۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ وَاِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمۡ بِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا

(النساء:59)

یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔ یقیناً بہت ہی عمدہ ہے جو اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت سننے والا (اور) گہری نظر رکھنے والا ہے۔

فاقوں مر جائے پر جائے نہ امانت تیری
دور و نزدیک ہو مشہور امانت تیری
جاں بھی دینی پڑے تو نہ ہو اس میں دریغ
کسی حالت میں نہ جھوٹی ہو ضمانت تیری

(کلام محمود)

آج میری تقریر کا عنوان ہے: **آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بطور اَمِیْنٌ**

تاریخ اسلام اور تمام دیگر تواریخ اِس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم معاشرہ میں صادق وامین کے لقب سے مشہور تھے۔ مسلمان کیا کفار بھی اپنی امانتیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھواتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خود بھی آپؐ کے اَمِیْنٌ ہونے کی گواہی سورۃ التکویر آیت 22 میں مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ کے الفاظ میں دی ہے کہ یہ نبی ایسا ہے جس کی پیروی کی جائے اور امانت دار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں امانت نہیں اُس میں ایمان نہیں۔ جس میں عہد کا لحاظ نہیں اُس میں دین نہیں۔ (کنزالعمال جلد 2 صفحہ 15)

ہمارے آقا و مولیٰؐ کی مومن کی ایسی جامع تعریف جو اس لفظ کے لغوی معانی پر بھی اطلاق پاتی ہے کیونکہ مومن کے معانی امن مہیا کرنے والے کے ہیں اور امانت کا مادہ بھی امن ہے اور پھر کیا ہی خوبصورت انداز میں اس کے ساتھ ہی فرما دیا کہ جس میں عہد نہیں اُس میں دین نہیں۔ اِن معنوں کے اعتبار سے اس کے دو مطلب بنتے ہیں۔

1۔ ہم میں سے کسی کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو مومن ہونے کا تقاضا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں اور عند المطالبہ اِسے واپس کریں۔

2۔ ہم میں سے کسی کو کوئی عہدہ جماعتی سطح پر یا قومی سطح پر ملتا ہے تو وہ ایک امانت ہے جس کو کما حقہ ادا نہ کر کے خیانت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

سامعین / سامعات! آئیں! دیکھتے ہیں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو اِن دونوں تعریفوں کے اعتبار سے۔

ہرقل شہنشاہ کو جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ملا تو اِس پیغام کی سچائی جاننے کے لیے وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار اور شخصیت بارے سوال کرتا رہا۔ اُن دنوں عرب سے ابوسفیان تجارت کی غرض سے وہاں گیا ہوا تھا۔ چنانچہ ہرقل کے کارندے ابوسفیان کو بادشاہ کے پاس لے آئے۔ ہرقل نے ابوسفیان سے کہا ہاں! تم عرب سے آئے ہو یہ بتاؤ عرب کا مدّعی نبوت کی کیا تعلیم دیتا ہے اور اُس کا کردار کیسا ہے؟ ابوسُفیان جو اُس وقت تک ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا نے بے دریغ جواب دیا کہ وہ نماز، سچائی،

پاکدامنی، ایفائے عہد اور امانت کو ادا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس پر ہرقل بے ساختہ کہہ اُٹھا کہ یہ تو نبی کی صفات ہیں۔

(مسلم بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 171)

معزز بہنو وبھائیو! اگر بادشاہ کے دربار میں میرے آقا و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چمکدار کردار کی بات چل نکلی ہے تو آئیں! بادشاہ حبشہ نجاشی کے دربار کی بھی سُن لیجئیے۔ آپ کے دربار میں حضرت جعفر طیارؓ نے دینِ اسلام کا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ ہم فلاں فلاں بُرائیوں اور خامیوں میں مبتلا تھے۔ کون سی بدی تھی جو ہمارے اندر نہ تھی۔ ہم شراب کے رسیا اور زنا کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ خدا نے ہم میں ایک رسول بھیجا جس کی سچائی اور پاکدامنی کے ہم گواہ ہیں۔ اُس نے ہمیں توحید کا درس دیا اور بُت پرستی سے نجات دلوائی نیز سچائی، امانت کی ادائیگی کی تعلیم دی۔

(مسند احمد بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 171-172)

جنگوں میں فاتح اقوام، مفتوح قوموں کو تہس نہس کر دیتی ہیں۔ اُن کے اموال پر قبضہ کر کے اپنی جیت کو جتلاتی ہیں مگر نبیوں کے سردار، حاملِ شریعتِ اُخروی حضرت محمدؐ کی تعلیم اور کردار کو دیکھیں کہ غزوۂ خیبر میں فتح کے بعد کچھ بکریاں غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں تو انہوں نے اپنا مال سمجھتے ہوئے ذبح کر کے کھانے کے لیے پکانا شروع کر دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپؐ نے اِسے ناپسند فرماتے ہوئے کہا کہ مالِ غنیمت کو باضابطہ تقسیم سے پہلے اس پر تصرّف درست نہیں بلکہ آپؐ نے اسے امانت میں خیانت گردانا اور وہ ہنڈیا اور دیگچے جن میں گوشت پک رہا تھا الٹوا دیئے اور فرمایا اموال پر زبردستی قبضہ جائز نہیں۔

(مسند احمد بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 172)

غزوہ خیبر کا ہی ایک واقعہ سنانے سے قبل یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ معرکہ مدینہ سے بہت دور دراز کے علاقے میں ایک کٹھن اور مشکل معرکہ تھا۔ جس میں اناج کی قلّت کی وجہ سے فاقوں کا بھی سامنا تھا مگر اِس کے باوجود حضورؐ نے اوّل تو دیگچے الٹوا دیئے اور دوم جب ایک حبشی چرواہا ایمان لے آیا تو اس کے ساتھ

ایک یہودی کی بکریوں کا ایک بہت بڑا ریوڑ تھا۔ صحابہؓ نے چاہا کہ یہ اب ہمارا ایک ماہ کے لئے گوشت کافی ہو گا مگر آنحضورؐ نے اس ریوڑ کو خیبر کی طرف منہ کر کے ہانک دیا کہ یہ خود بخود یہودی مالک کو جاملیں گی۔ سبحان اللہ! جنگوں میں جب ہر چیز جائز سمجھی جاتی ہے ایسے میں ہمارے پیارے رسولؐ نے اِس کو امانت سمجھ کر خیانت کرنا مناسب نہ جانا اور خیبر کی طرف اِن کو ہانک دیا۔

(ابنِ ہشام بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 173)

سامعین / سامعات! میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امانت کے لفظ اتنے گہرے معانی اور مطالب تھے کہ گری پڑی چیز ملنے کے متعلق فرمایا کہ ایک سال تک اِس کی نشانیاں بتا کر اعلان کرتے رہو۔ ایک دفعہ آپؐ کے نواسے نے صدقہ کی کھجور مُنہ میں ڈال لی۔ آپؐ نے اِسے اپنی انگشتِ مبارک سے نکال دیا اور فرمایا یہ مسلمانوں کے مال کی امانت ہے۔ اِسی طرح ایک دفعہ آپؐ نماز کی ادائیگی کے بعد غیر متوقع طور پر جلدی سے گھر گئے اور سونے کی ایک ڈلی لا کر مستحقین میں تقسیم کر دی یہ کہتے ہوئے کہ قومی مال میں سے کوئی چیز ہمارے گھر میں نہ رہ جائے۔

(بخاری بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 172-173)

امانت کا حق ادا کرنے کی ایک عمدہ مثال صحیح بخاری کی ایک روایت میں بیان ہوئی ہے جہاں ایک شخص نے زمین کسی دوسرے کو فروخت کی اور خریدار کو اس زمین سے سونے کا ایک گھڑا ملا تو وہ فروخت کرنے والے کے پاس لے گیا کہ یہ تمہارا ہے۔ فروخت کنندہ نے کہا کہ زمین تمہیں تمام حقوق کے ساتھ بیچ دی سو اب یہ تمہارا ہے۔ دونوں ہی وہ گھڑا دوسرے کو دینے پر مصر رہے۔ یہ وہ تقویٰ ہے جس کو امانتوں میں خاص طور سے مد نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”دوسری قسم ترک شرک کے اقسام میں وہ خلق ہے جس کو امانت و دیانت کہتے ہیں یعنی دوسرے کے مال پر شرارت اور بدنیتی سے قبضہ کر کے اس کو ایذاء پہنچانے پر راضی نہ ہونا۔ سو واضح ہو کہ دیانت اور امانت انسان کی طبعی حالتوں میں سے ایک حالت ہے۔ اِسی واسطے ایک بچہ شیر خوار جو بوجہ اپنی کم سنی اپنی طبعی سادگی پر ہوتا ہے اور نیز باعث صِغر سِنی ابھی بُری عادتوں کا عادی نہیں ہوتا، اس قدر غیر کی چیز سے نفرت

رکھتا ہے کہ غیر عورت کا دودھ بھی مشکل سے پیتا ہے۔ اگر بے ہوشی کے زمانہ میں کوئی اور دایہ مقرر نہ ہو تو ہوش کے زمانہ میں اس کو دوسرے کا دودھ پلانا نہایت مشکل ہو جاتا ہے اور اپنی جان پر بہت تکلیف اٹھاتا ہے اور ممکن ہے کہ اس تکلیف سے مرنے کے قریب ہو جائے۔ مگر دوسری عورت کے دودھ سے طبعاً بیزار ہوتا ہے۔ اس قدر نفرت کا کیا بھید ہے؟ بس یہی کہ والدہ کو چھوڑ کر غیر کی چیز کی طرف رجوع کرنے سے طبعاً متنفر ہے۔ اب ہم جب ایک گہری نظر سے بچہ کی عادت کو دیکھتے اور اس پر غور کرتے ہیں اور فکر کرتے ہیں اس کی عادت کی تہ تک چلے جاتے ہیں تو ہم پر صاف کھل جاتا ہے کہ یہ عادت جو غیر کی چیز سے اس قدر نفرت کرتا کہ اپنے اوپر مصیبت ڈال لیتا ہے۔ یہی جڑھ دیانت اور امانت کی ہے اور دیانت کے خلق میں کوئی شخص راستباز نہیں ٹھہر سکتا جب تک بچہ کی طرح غیر کے مال کے بارے میں بھی سچی نفرت اور کراہت اس کے دل میں پیدا نہ ہو جائے .... امین اور دیانت دار بننا بہت نازک امر ہے۔ جب تک انسان اس کے تمام پہلو نہ بجالاوے امین اور دیانت دار نہیں ہو سکتا۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 344-345)

آنحضورؐ کو نبوّت سے پہلے جو "امین" کہا جاتا تھا آپؐ اس لقب کے حقدار بھی تھے۔ مدینہ کی ہجرت کے وقت آپؐ کے پاس بہت سے قریشِ مکّہ کی امانتیں تھیں۔ آپؐ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے سپرد یہ امانتیں کر کے مدینہ کو روانہ ہوئے۔

(اسد الغابہ بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 172)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عاشق صادق تھے اُن کی امانت کے بارے میں حضرت میاں عبد اللہ سنوریؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان کے شمالی جانب سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ مَیں اور شیخ حامد علی ساتھ تھے۔ راستہ میں ایک کھیت کے کنارے ایک چھوٹی سی بیری تھی اور اُسے بیر لگے ہوئے تھے اور ایک بہت عمدہ پکا ہوا لال بیر راستہ میں گرا ہوا تھا مَیں نے چلتے چلتے اُسے اٹھا لیا اور کھانے لگا۔ حضرت صاحب نے فرمایا نہ کھاؤ اور وہیں رکھ دو۔ آخر یہ کسی کی ملکیت ہے۔ میاں عبد اللہ صاحب کہتے ہیں کہ اس دن سے آج تک مَیں نے کسی بیری کے بیر بغیر اجازت مالک اراضی کے نہیں کھائے کیونکہ مَیں

جب کسی بیری کی طرف دیکھتا ہوں تو مجھے یہ بات یاد آ جاتی ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ اس علاقہ میں بیریاں عموماً خود رو ہوتی ہیں اور اُن کے پھل کے بارے میں کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔"

(سیرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ 102-103)

حضرت مسیح موعودؑ امانت میں خیانت کرنے کے حوالے سے اِس مفہوم میں بہت سنجیدہ تھے۔ اِسی طرح ایک دفعہ سیر کے دوران آپ کے ایک صحابی نے دیسی کیکر کے درخت سے مسواک کاٹ لی۔ حضورؑ نے فرمایا۔ کیا مالک کی اجازت سے مسواک کاٹی ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے حال ہی میں حضرت صاحبزادی امۃ القدوس بنت حضرت میر محمد اسحاقؓ زوجہ حضرت مرزا وسیم احمد مرحوم کی سیرت پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کے پاس عورتیں امانتیں رکھ جاتی تھیں۔ آپ امانتیں لیتے اور دیتے وقت انہیں چیک کر لیا کرتی تھیں۔ یہ بھی امانتوں کا ایک اصول ہے۔

سامعین / سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس بارہ میں فرماتے ہیں:

"فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے متعلق مطمئن ہو اور اسے بلا رہن روپیہ دے دے تو وہ شخص جسے روپیہ دیا گیا ہے اور جسے امین جانا گیا ہے اس کا فرض ہے کہ دوسرے کے مطالبہ پر روپیہ بلا حجت واپس کر دے اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے۔ اس جگہ قرض کو امانت قرار دیا گیا ہے جس میں یہ حکمت ہے کہ دنیا میں عام طور پر امانت کی ادائیگی تو ضروری سمجھی جاتی ہے۔ لیکن قرض کی ادائیگی میں ناواجب تساہل اور غفلت سے کام لیا جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرض بھی ایک امانت ہی کی قسم ہے......اس آیت سے ہر قسم کی امانتوں کی حفاظت اور ان کی بروقت واپسی کا بھی ایک عام سبق ملتا ہے جس کی طرف قرآن کریم کی ایک دوسری آیت وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المومنون:9) میں بھی اشارہ کیا گیا ہے اور نصیحت فرمائی ہے کہ تمدنی معاملات کی ایک اہم شاخ دوسرے کے پاس امانت رکھوانا بھی ہے۔ پس نہ صرف قرض

کے معاملات میں بلکہ امانت کے معاملہ میں بھی تمہیں تقویٰ اللہ سے کام لینا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ امانت لینے والا آئے اور تم واپسی میں پس و پیش کرنے لگ جاؤ۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 648-649)

سامعین / سامعات! اب مَیں آپ بہنوں اور بھائیوں کو امانت کی بیان کردہ دوسری تعریف کی طرف لے جانا چاہتا / چاہتی ہوں کہ جو امانت اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی۔ جیسے نبّوت، رسالت یا احکام خداوندی ہیں۔ اِس امانت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب نبھایا جس کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب آیت 3 میں یوں کیا ترجمہ: یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے جبکہ انسانِ کامل نے اسے اٹھالیا۔ یقیناً وہ (اپنی ذات پر) بہت ظلم کرنے والا (اور اس ذمہ داری کے عواقب کی) بالکل پرواہ نہ کرنے والا تھا۔

پھر اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا کہ
وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کے پاس رکھنے والے ہیں۔ (المعارج:33)
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مسلمان جو مسلمانوں کے اموال کا نگران مقرر ہوا ہے اگر دیانتدار ہے اور جو حکم اُسے دیا جاتا ہے اسے صحیح صحیح نافذ کرتا ہے اور جسے کچھ دینے کا حکم دیا جاتا ہے اسے پوری بشاشت اور خوش دلی کے ساتھ اس کا حق سمجھتے ہوئے دیتا ہے تو ایسا شخص بھی عملاً صدقہ دینے والے کی طرح صدقہ دینے والا شمار ہوگا۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 700 صفحہ 664)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
”خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے چنانچہ لباس التقویٰ قرآن شریف کا لفظ ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا

ہوتی ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تامقدور کاربند ہو جائے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 210)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذمہ، الٰہی پیغام کو جو ایک امانت کے طور پر آپؐ کے سپرد ہوا تھا اپنی طاقت سے بڑھ کر نبھایا۔ قریہ قریہ، کُوبہ کُو، ہر چھوٹے بڑے بازاروں میں جا کر اور اپنے اہلِ خانہ اور مکّہ کی دیگر آبادیوں کے باشندوں کو اکٹھا کر کے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ جہاں تک اپنے ذمہ عبادت کا تعلق ہے۔ ہر خوشی غمی، آسانی سختی، صحت و بیماری میں خدا کا حق یعنی نماز مسجد میں آکر ادا کی۔ آخری بیماری میں آپؐ دو صحابہ کے کاندھوں کے سہارے نماز باجماعت ادا کرنے آئے۔ لکھا ہے کہ آپؐ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ احبابِ جماعت، اہلِ خانہ اور اللہ کی خاطر۔ اللہ کی خاطر نوافل میں لمبے سجدے، طویل قیام اور رکوع آپؐ کا روز کا معمول تھا۔ روزے باقاعدگی سے رکھتے۔ تسبیحات کا تو کیا کہنا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد برابری کی سطح پر ادا کیے۔ الغرض اِس امانت میں ذرا بھر بھی خیانت کا نہ سوچا اور امین بن کر مومن کی حیثیت سے اللہ کی اپنے سُپرد امانتوں کا حق ادا کر دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”پس ساری سوسائٹی کو اس اصول کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ بات اللہ اور رسول کی امانت سے شروع ہو گی۔ جو اللہ اور رسول کی امانت کا حق ادا نہیں کرتے وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کی امانت کا کبھی حق ادا نہیں کر سکتے اور ان لوگوں کی یہ پہچان بڑی آسان ہے۔ اپنے معاشرے میں وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم بہت امین ہیں، ہم ہرگز خیانت سے کام نہیں لیتے، ہم وعدوں کے پکے ہیں، ہم سے معاملہ کرو۔ اگر وہ یہ کہتے ہوں اور اللہ اور رسول کی خیانت کرتے ہوں اس سے کیا مراد ہے۔ ایک نماز باقاعدہ نہ پڑھتے ہوں اور قرآن کریم نے جو تعلیمات دی ہیں ان پر کوئی عمل نہ ہو تو ایسا شخص جو نمازوں کے قریب نہ جائے اور خدا کی راہ میں مالی قربانی نہ کر سکتا ہو جو صدقہ خیرات میں امانت کا حق ادا نہ کر رہا ہو....... تو یہ لوگ پہچانے جا سکتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 11 ستمبر 1998ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"امانت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تمام طاقتوں کا اس کے موقع پر اور صحیح محل پر استعمال ہو اور اظہار ہو۔ اور اس کی سب سے اعلیٰ صورت یہ ہے کہ یہ تمام طاقتیں اور صلاحیتیں جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق خرچ کیا جائے۔ جس میں خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا ہوتے ہوں اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق بھی ادا ہوتے ہوں۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ زندگی کا ہر لمحہ اسی سوچ اور فکر میں گزرے کہ یہ حقوق ادا کرنے ہیں اور اپنی تمام طاقتیں اور صلاحیتیں اس کی تعلیم کے مطابق خرچ کرنی ہیں۔ تبھی کہا جاسکتا ہے کہ اُس نے اپنی امانتوں کو اور عہدوں کو صحیح طور پر نبھایا اور ان کا حق ادا کیا۔"

(خطبہ جمعہ 15 جولائی 2005ء)

سامعین / سامعات! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عہدہ اور ایسا مقام جس میں لوگوں کے معاملات دیکھنے کا اختیار دیا گیا ہو یا لوگوں کو نگران مقرر کیا گیا ہو تو یہ بھی ایک امانت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ حدیث 4719)

ہم پر لازم ہے کہ ہمارے سپرد جو امانتیں نظامِ جماعت اور خلیفۃ المسیح کی طرف سے سُپرد ہوں جن کو ہم عُہدہ بولتے ہیں اُن کے حقوق کماحقہ ادا کریں۔ ہمارے پیارے حضور نے مورخہ 18 اگست 2023ء کے خطبہ میں احباب جماعت کو اس طرف توجہ دلائی ہے۔ فرماتے ہیں:

"**ہمارے جماعتی نظام میں بھی ہر عہدہ یا کوئی خدمت جس پر کسی کو مامور کیا جاتا ہے امانت ہیں۔** ہماری جماعت میں جماعتی نظام میں ہر سطح پر ہم اپنے عہدیدار منتخب کرتے ہیں۔ مقامی سطح سے لے کر مرکزی، ملکی سطح تک۔ اسی طرح مرکز میں ہیں پھر ذیلی تنظیموں میں اسی ترتیب سے مقرر کیے جاتے ہیں۔ مرکزی نظام ہے یا ذیلی تنظیم کا نظام ہے ہر جگہ نچلی سطح سے لے کر مرکزی سطح تک عہدیدار مقرر کیے جاتے ہیں اور عموماً یہ انتخاب کے ذریعے ہوتا ہے۔ پس **اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب تم یہ عہدیدار منتخب کرو تو ایسے لوگوں کو منتخب کرو جو بظاہر نظر یعنی تمہاری نظر میں اس کام کے لیے بہترین ہیں اور اپنے کام کی امانت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔**"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"امانت صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ کسی نے کوئی چیز یا رقم کسی کے پاس رکھوائی تو وہ اس طرح واپس کر دی۔ یہ تو ہے ہی لیکن کوئی بھی شخص جو بھی کام کر رہا ہے اگر وہ اس کا حق ادا نہیں کر رہا، چاہے کام میں سستی کر کے حق ادا نہیں ہو رہا یا کاروباری آدمی کا اپنے کاروبار میں دوسرے کو دھوکے دینے کی وجہ سے اس سے انصاف نہیں ہو رہا، حق ادا نہیں ہو رہا تو یہ خیانت ہے کیونکہ کاروبار میں، لین دین میں مثلاً اگر کسی نے کسی دوسرے پر اعتبار کیا ہے تو اس کو امین سمجھ کر ہی، اس کو امانتدار سمجھ کر ہی اس سے کاروبار یا لین دین کا معاہدہ کیا ہے۔ اگر اس اعتماد کو ٹھیس پہنچائی گئی ہے تو یہ خیانت ہے۔ پھر ہمارے ملکوں میں سودے ہوتے ہیں۔ لوگ چیزیں بیچتے ہیں تو اس میں ملاوٹ کر دیتے ہیں۔ یہ خیانت ہے۔ امانت کا صحیح طرح حق ادا کرنا نہیں ہے، کسی کا حق مارنا ہے۔ تو یہ سب باتیں ایسی ہیں جو ایمان میں کمزوری کی نشانی ہیں۔ وعدوں کا پاس کرنا ہے۔ اگر اپنے عہد نہیں نبھا رہے تو عہد توڑنے کے گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں اور عہد توڑنے کے ساتھ ساتھ خیانت بھی کر رہے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ بے ایمان اور بے دین لوگ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ میں امانت، دیانت اور لین دین میں اعلیٰ معیار قائم کرنے کا جو احساس پیدا کیا، جو تربیت کی اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بعض دفعہ صحابہ سودے میں اس بات پر بحث کیا کرتے تھے کہ مثلاً لینے والا یا خریدنے والا کسی چیز کی قیمت زیادہ بتا رہا ہے اور دینے والا اس کی قیمت کم بتا رہا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی ایک دوسرے صحابی کو ایک گھوڑا بیچنے لگے اور اس کی جو قیمت بیچنے والے نے بتائی وہ خریدنے والے کے نزدیک کم تھی۔ انہوں نے اس کی قیمت تین چار گنا کر کے بتائی اور اس بات پہ جھگڑا ہو گیا۔ لینے والا کہہ رہا ہے میں کم قیمت لوں گا۔ دینے والا کہہ رہا ہے کہ نہیں مَیں زیادہ قیمت دوں گا۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 249) تو یہ تھے وہ معیار جو صحابہ نے حاصل کئے اور یہی معیار ہیں جو ایک مومن کو حاصل کرنے چاہئیں، جن باتوں کا ایک مومن کو خیال رکھنا چاہئے اور اس طرح اپنی امانت اور دیانت کے معیاروں کو بڑھانا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ 18 نومبر 2005ء)

مل جائیں تم کو زہد و امانت خدا کرے
مشہور ہو تمہاری دیانت خدا کرے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴾33﴿

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت

سلام اُن پر، درود اُن پر، زباں پہ آیا ہے نام جن کا
مرے تخیّل کی رفعتوں سے بلند تر ہے مقام جن کا
ہمارے دل کا تو پوچھنا کیا، اُنہی کا قائل اُنہی پہ مائل!
بلند رُتبہ ہے بادشاہوں سے ایک ادنیٰ غلام جن کا
وہ نُور دیکھو، ظہور دیکھو، جمال دیکھو، کمال دیکھو
وہی ہیں عقبیٰ میں میرِ محفل سنا تھا دنیا میں نام جن کا
نہیں یہ جرأت تو اَور کیا ہے، مَیں اُن کی توصیف کر رہا ہوں
خدا نے ذوقِ طلب میں ثاقبؔ کیا ہے خود احترام جن کا

بھائیو اور بہنو! میری تقریر کا عنوان ہے **"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت"**

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

(الاحزاب:57)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کریمہ کے متعلق فرماتے ہیں:

"اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے۔ یعنی آپؐ کے اعمالِ صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اَور نبی کی شان میں استعمال نہ

کی۔ آپؐ کی روح میں وہ صدق ووفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 37-38 ایڈیشن 1984ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ مومن کا کام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کو جب پڑھے، آپ کے اُسوۂ حسنہ کو جب دیکھے تو جہاں اس پر عمل کرنے اور اسے اپنانے کی کوشش کرے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے کہ اس محسنِ اعظم نے ہم پر کتنا عظیم احسان کیا ہے کہ زندگی کے ہر پہلو کو خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق عمل کر کے دکھا کر اور ہمیں اس کے مطابق عمل کرنے کا کہہ کر خدا تعالیٰ سے ملنے کے راستوں کی طرف ہماری رہنمائی کر دی۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معیار حاصل کرنے کے راستے دکھا دیئے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا حق ادا کرنے کی ذمہ داری کا احساس مومنین میں پیدا کیا جس سے ایک مومن خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سب باتیں تقاضا کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہوئے ہم دنیا کو بھی اس تعلیم اور آپ کے اُسوہ سے آگاہ کریں۔ آپ کے حسن واحسان سے دنیا کو آگاہ کریں۔ جب بھی غیروں کے سامنے آپ کی سیرت کے پہلو آئے تو وہ لوگ جو ذرا بھی دل میں انصاف کی رمق رکھتے تھے، وہ باوجود اختلافات کے آپ کی سیرت کے حسین پہلوؤں کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔"

(خطبہ جمعہ 5/ اکتوبر 2012ء)

سامعین وسامعات! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ایسی دلنواز اور محبوب ہے کہ ہر عقل و فہم و فراست رکھنے والا اور ہر تعصب سے مبرا شخص آپؐ کی محبت میں مبتلا ہونے سے بچ نہیں سکتا۔

جگن ناتھ نے کیا خوب کہا ہے

مدح حسنِ مصطفیٰ ہے ایک بحر بیکراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں

خاکسار اس مختصر وقت میں صرف چند پھولوں کی پتیاں ہی پیش کر سکے گی / گا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے روحِ قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پر کہتا ہوں
کہ اُس کی مرتبہ دانی میں ہے خدادانی

صحابہ رضوان اللہ علیہم، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَیں نے چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ پوشاک زیبِ تن کیے ہوئے تھے۔ مَیں بیک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور چاند کو دیکھتا رہا۔ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کئی گنا زیادہ حسین لگ رہے تھے۔

(البیہقی فی شعب الإیمان)

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

(مولانا جامی)

حُسنِ رویش بہ زِ ماہ و آفتاب
خاکِ کویش بہ زِ مُشک و عنبرے

اُس کے چہرہ کا حسن شمس و قمر سے زیادہ ہے اور اُس کے کوچہ کی خاک مُشک و عنبر سے بہتر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے موقع پر حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کے یہ اشعار تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

وَأَنتَ لَمّا وُلِدتَ أَشرَقَتِ
الأَرضُ وَضَاءَت بِنُورِكَ الأُفُقُ

فَنَحْنُ فِي ذَلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي
النُّورِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

(الدکتور عباس الجراری: الادب المغربی من خلال ظواهرہ وقضایاہ، مطبعۃ النجاح الجدیدۃ،
الدار البیضاء، ط2، 1982م، صفحہ 142)

اے نبی! جب آپؐ پیدا ہوئے تو آپؐ نے نہ صرف زمین کو اپنے نور سے بھر دیا بلکہ آفاق بھی آپؐ کے نور سے منور ہو گئے اور ہم نے اسی ضیائے نور سے سیدھے راستوں کی طرف ہدایت پائی۔

بھائیو اور بہنو! حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے آپؐ کا چہرہ دیکھ کر کہا:

فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔

میں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو بغور دیکھا تو مَیں نے پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے متعلق فرماتے ہیں کہ

مَتَى يَبْدُ فِي الدَّاجِي الْبَهِيمِ جَبِينُهُ
يَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجَى الْمُتَوَقِّدِ

یعنی جب اندھیری رات میں آپؐ کی مقدس پیشانی ظاہر ہوتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جس طرح رات کی تاریکی میں روشن چراغ چمکتے ہیں۔

(شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب اشعار میں آپؓ فرماتی ہیں:

لَرَأَى زُلَيْخَا لَوْ رَأَيْنَ جَبِينَهُ
لَآثَرْنَ بِقَطْعِ الْقُلُوْبِ عَلَى الْيَدِ

(شرح العلامۃ الزرقانی، الفصل الثالث فی ذکر ازواجہ الطاہرات، عائشۃ ام المومنین)

(حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لینے والی) زلیخا کی سہیلیاں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے اپنے دلوں کو کاٹ لیتیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے موقع پر مدینہ پہنچنے پر بچیوں نے اپنی محبت کا اظہار یوں کیا:

طَلَعَ الْبَدرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيّاتِ الْوِدَاعِ
وَجَبَ الشُّكرُ عَلَيْنا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

ہم پر وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہو گیا۔ ہم پر (خدا کا) شکر لازم ہے جب تک اللہ کو پکارنے (دعا کرنے) والا کوئی بھی اُسے پکارتا رہے۔ (یعنی اس احسانِ عظیم پر واجب ہے کہ ہم ہمیشہ خدا کا شکر ادا کرتے رہیں۔)

سامعین وسامعات! اپنے تو اپنے غیر بھی آپؐ گرویدہ ہیں۔ چند نمونے پیش ہیں۔

انگلستان کے محقق و مفکر جارج برنارڈ شا نے 1930ء میں اخبار ”لائٹ“ لاہور کے نمائندہ کے ایک سوال کے جواب میں کہا:

”مَیں نے (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ بڑے بلند پایہ انسان تھے اور میری رائے میں انہیں انسانیت کا نجات دہندہ کہنا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ان جیسا انسان دنیائے حاضر کا ڈکٹیٹر بن جاتا تو اِس کے پیچیدہ مسائل کو ایسے طریق پر حل کر دیتا کہ کائنات اور انسانیت مطلوب امن اور راحت کی دولت سے مالا مال ہوتی۔“

بخشی شوری لال اختر کہتے ہیں:

دیکھی ہے کہیں صورت زیبائے محمدؐ
پھرتا ہے نظر میں قد رعنائے محمدؐ
کیوں نام محمدؐ نہ ہو ہر وقت زباں پر
ہے سر میں سمایا ہوا سودائے محمدؐ

جی لیونارڈ نے کہا کہ:

”اگر روئے زمین پر کبھی کسی انسان نے خدا پایا، اگر کسی انسان نے خدا کو پانے کے عظیم مقصد کے لئے زندگی وقف کی تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ شخص محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ محمدؐ نہ صرف عظیم ترین تھے بلکہ آپؐ وہ صادق ترین انسان تھے جسے انسانیت نے کبھی جنم دیا۔“

بال مکند عرش ملسیانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

طوفان زندگی کا سہارا تمہی تو ہو
دریائے معرفت کا کنارا تمہی تو ہو
ہاں ہاں تمہی تو ہو دل کے دلنواز
دلدار و دل نشین و دُلارا تمہی تو ہو

مسٹر لیمر ٹین لکھتے ہیں:

”ایک فلاسفر، ایک منجھے ہوئے مقرر، ایک مصلح، مقنّن، بہادر جنگجو، خیالات کے فاتح اور بر خلاف بتوں کے طریق عبادت کے معقول نظریہ کے محافظ، ایک آسمانی بادشاہت اور بیس زمینی سلطنتوں کے شہنشاہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جہاں تک اس معیار کا تعلق ہے جس نے انسانی عظمت اور اقدار کو پرکھا جاتا ہے، ہم ضرور پوچھیں گے کہ کیا اس سے عظیم تر کوئی انسان ہو سکتا ہے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار اور اوصاف انسانی صلاحیتوں کا شاندار امتزاج تھا۔ جس نے آپؐ کو ایسے ارفع مقام پر فائز کر دیا کہ جب سے کائنات ظہور میں آئی کوئی انسان اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکا۔“

مہاراجہ سر کشن پرشاد شاد نے کہا:

محمدؐ پہ دل اپنا شیدا ہوا ہے
ستارہ نصیبے کا چمکا ہوا ہے

علامہ کمال الدین الدمیری نے کیا خوب کہا کہ:

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
اَبَدًا وَّ عِلْمِيْ اَنَّهٗ لَا يَخْلُقُ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی پیدا نہ کرے گا۔

(حیاۃ الحیوان دمیری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک نہایت نرم و نازک تھا۔ میں نے دیبا و حریر (ریشمیں کپڑوں) کو بھی آپ کے بدن سے زیادہ نرم و نازک نہیں دیکھا اور آپؐ کے جسم مبارک کی خوشبو سے زیادہ اچھی کبھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔

(صحیح البخاری،کتاب المناقب)

سامعین وسامعات! حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ میں کہتے ہیں:

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِىْ
وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءًمِّنْ كُلِ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

(شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری)

آپؐ سے بہتر میری آنکھ نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا اور آپؐ سے جمیل کسی عورت نے پیدا نہیں کیا۔
آپؐ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا آپؐ ایسے ہی پیدا کئے گئے جیسے آپؐ چاہتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک چمڑے کا بستر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بچھا دیتی تھیں اور آپؐ اس پر دوپہر کو قیلولہ فرمایا کرتے تھے تو آپ کے جسم اطہر کے پسینے کو وہ ایک شیشی میں جمع فرمالیتی تھیں پھر اس کو اپنی خوشبو میں ملالیا کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد میرے بدن اور کفن میں وہی خوشبو لگائی جائے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا پسینہ ملا ہوا ہے۔

(صحیح البخاری،کتاب الاستئذان)

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں
محمدؐ است فرو زندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا
خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریّہ روحانی خزائن جلد نمبر 13 صفحہ نمبر 157 حاشیہ)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی دونوں جہانوں کا امام اور چراغ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی زمین و زماں کا روشن کرنے والا ہے۔ مَیں خوفِ خدا کی وجہ سے اُسے خدا تو نہیں کہتا مگر خدا کی قسم اس کا وجود اہل جہاں کے لئے خدا نما ہے۔

سامعین و سامعات! قریش نے حضرت زید بن دثنہؓ کو قتل کیا۔ اس واقعے کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ

”اس تماشے کو دیکھنے والوں میں ابوسفیان رئیس مکہ بھی تھا۔ وہ زیدؓ کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ محمد تمہاری جگہ پر ہو اور تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے ہو؟“ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ”زید نے بڑے غصے سے جواب دیا کہ ابوسفیان! تم کیا کہتے ہو؟ خدا کی قسم! میرے لیے مرنا اس سے بہتر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کو مدینے کی گلیوں میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ اس فدائیت سے ابوسفیان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔“ یہ جو جواب تھا ایسا تھا کہ ابوسفیان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا“ اور اس نے حیرت سے زید کی طرف دیکھا اور فوراً ہی پھر دبی زبان میں کہنے لگا کہ خدا گواہ ہے کہ جس طرح محمدؐ کے ساتھ محمدؐ کے ساتھی محبت کرتے ہیں میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی اور شخص کسی سے محبت کرتا ہو۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 262 تا 263)

سامعین و سامعات! حضرت خبیب بن عدیؓ کو جب مصلوب کیا گیا تو اُس وقت انہوں نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں کہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک سلام پہنچا سکوں پس تو خود میری طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پہنچادے۔

عُروہ بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی خبر دی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو بتایا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ نے فرمایا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ یا خُبَیْبُ کہ اے خُبَیب تجھ پر خدا کی سلامتی ہو۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری للامام ابن حجر عسقلانی جزء7 صفحہ 488)

یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا سلام ان کے محبوب آقاؐ تک پہنچانے کا انتظام کر دیا۔

سامعین وسامعات! حبِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چند مزید واقعات ملاحظہ ہوں۔

غزوہ بدر کا موقع آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ طلب فرمایا تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ:

”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ کا اشارہ شاید ہماری طرف ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم کود جائیں گے اور اگر آپ ہمیں برک الغماد تک گھوڑے دوڑا دوڑا کر ہلاک کر ڈالنے کا حکم دیں تو ہم تعمیل کریں گے۔“

(مسلم،کتاب الجھاد،باب غزوہ بدر)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے کہا:

”ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی کہ تم اور تمہارا پروردگار دونوں جا کر لڑو، ہم تو آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی۔“

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمکنے لگا اور ان کے اس قول نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر دیا۔

(بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب اذ تستغیثون ربکم)

ایک انصاری خاتون جن کے شوہر، باپ، بھائی اور بیٹا غزوہ احد میں شہید ہو چکے تھے شہادت کی خبر باری باری لوگوں سے ملنے پر صرف یہی دریافت کرتیں کہ بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ جب لوگوں نے ان کو بتایا کہ الحمد للہ وہ ٹھیک ہیں تو یہی کہا کہ پھر کسی چیز کا غم نہیں۔

غزوہ احد کے موقع پر رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول کے الفاظ قرآن کریم نے بیان کیے ہیں کہ

یَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ

(المنافقون:9)

وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹیں گے تو ضرور وہ جو سب سے زیادہ معزز ہے اسے جو سب سے زیادہ ذلیل ہے اس میں سے نکال باہر کرے گا۔ حالانکہ عزت تمام تر اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور مومنوں کی، لیکن منافق لوگ جانتے نہیں۔

یہ باتیں سن کر عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی جو نہایت مخلص مسلمان تھے ان کا ردِ عمل بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب لشکر مدینہ کی طرف واپس لوٹا اور عبد اللہ بن ابی ابن سلول اندر داخل ہونے لگا تو اُس کا بیٹا اپنی سواری سے کود کر اپنے باپ کے سامنے جا کھڑا ہوا اور اُس نے تلوار اپنی میان سے نکال لی اور باپ سے کہا۔ تمہیں یاد ہے تم نے وہاں کیا الفاظ کہے تھے تم نے کہا تھا کہ مدینہ کا معزز ترین انسان میں ہوں اور مدینہ کا ذلیل ترین انسان نعوذ باللہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ خدا کی قسم مَیں تمہیں اُس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک تم میرے سامنے یہ اقرار نہ کرلو کہ مدینہ کا ذلیل ترین انسان میں ہوں اور مدینہ کا معزز ترین انسان محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ ورنہ میں اسی تلوار سے تمہارا سر اڑا دوں گا۔ عبد اللہ نے جب یہ نظارہ دیکھا کہ اس کا بیٹا اس کے سامنے تلوار لے کر کھڑا ہے اور وہ کہتا ہے کہ کہو میں مدینہ کا ذلیل ترین انسان ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ مدینہ کے معزز ترین انسان ہیں تو اس کا دل لرز گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ اگر آج میں نے یہ الفاظ نہ کہے تو میرے بیٹے کی تلوار میرا خاتمہ کئے بغیر نہ رہے گی۔ چنانچہ اس نے اپنے تمام دوستوں اور ساتھیوں کے سامنے جن میں وہ اپنی بڑائی کے گیت گایا کرتا تھا اقرار کیا کہ میں مدینہ کا ذلیل ترین انسان ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ مدینہ کے معزز ترین انسان ہیں اور پھر اس نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے کے لئے راستہ دیا۔"

(تفسیر سورۂ مریم، تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 354)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں:

”مخالفین نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بیشمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعہ ایک خلق کثیر کا گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھانے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لیے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلاء عظیم سے نجات بخش۔“ (ترجمہ عربی عبارت، آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 15)

فرمایا:

”آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا۔ کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔ ان کی ہمت اور صدق وہ تھا۔ کہ اگر ہم اوپر یا نیچے نگاہ کریں۔ تو اس کی نظیر نہیں ملتی۔“ (اخبار الحکم جلد 7 نمبر 25 پرچہ 10 جولائی 1902ء صفحہ 2)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَحُزْنِہٖ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَاَنْزِلْ عَلَیْہِ اَنْوَارَ رَحْمَتِکَ اِلَی الْاَبَدِ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ وَ حَبِیْبِکَ سَیِّدِالْاَنْبِیَآءِ وَاَفْضَلِ الرُّسُلِ وَخَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

﴿34﴾

آنحضورؐ کی ہمسائیوں سے حُسنِ سلوک کی تعلیم

پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خدا کرے
سرزد نہ ہو کوئی بھی شرارت خدا کرے
احسان و لطف عام رہے سب جہان پر
کرتے رہو ہر اک سے مروت خدا کرے

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (النساء:37)

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

بھائیو اور بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"آنحضورؐ کی ہمسائیوں سے حُسنِ سلوک کی تعلیم"**

سامعین / سامعات! دینِ اسلام نے مخلوق، عزیز و اقارب اور محلے داروں سے حُسنِ سلوک کی جو تعلیم ہے اور اِن کے جو حقوق مقرر فرمائے ہیں وہ دینِ اسلام کا ہی خاصّہ اور خوبصورتی ہے۔

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے ہمسایہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار)

سامعین / سامعات! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور جگہ فرمایا:

یہ بات انسان کی سعادت مندی کی علامت ہے کہ اسے نیک پڑوسی ملے۔

(مسند احمد، کتاب مسند المکیین، حدیث نافع بن عبد الحارث)

حضرت معاویہ بن حیدہؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کی یارسول اللہؐ! میرے ہمسایہ کا مجھ پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا اگر تیرا ہمسایہ بیمار ہو تو اُس کی عیادت کر اور اگر وفات پا جائے تو اُس کے جنازہ میں شامل ہو اور اگر تجھ سے قرض مانگے تو اُس کو قرض دے اور اگر اُس کو کوئی حاجت در پیش ہو تو اُس کے معاملہ کو پردۂ اخفا میں رکھ کر مدد کر اور اگر اُسے کوئی بھلائی پہنچے تو اُس کو مبارکباد دے اور اگر اُسے کوئی مصیبت پہنچے تو اُس کو تسلی دے اور اسکی داد رسی کر، اپنے مکان کی دیوار اُس کی دیوار پر بلند نہ کر کہ اُس کی ہوا بند کر دے اور تو اپنی ہنڈیا کی خوشبو سے اُسے تکلیف نہ دے سوائے اس کے کہ تو اُس ہنڈیا میں سے ہمسایہ کا حصہ نکال دے۔

(المعجم الکبیر، باب الجزء 19 صفحہ 419)

سامعین / سامعات! پڑوسی کے حقوق اور پڑوسی سے حُسنِ سلوک کے حوالہ سے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہی اس مضمون کی اہمیت کے لئے کافی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہمیشہ سے مجھے پڑوسی سے حُسنِ سلوک کی تاکید کرتے آرہے ہیں یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ کہیں وہ پڑوسی کو جائیداد میں سے وارث ہی نہ بنادیں۔

(بخاری کتاب الادب)

ہمارے معاشرے میں کسی انسان کے اچھے یا بُرے ہونے کی تمیز یا اُسے پرکھنے کے لئے جو کسوٹیاں معاشرے میں موجود ہیں۔ اُن میں سے ایک ہمسایہ ہے۔ ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھے کس طرح معلوم ہو کہ مَیں اچھا کر رہا ہوں یا بُرا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم اپنے پڑوسیوں سے یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم بڑے اچھے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا طرزِ عمل اچھا ہے اور جب تم پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم بُرے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا روّیہ بُرا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ:439 روایت:423)

پھر اس مضمون کو آپؐ نے ایک اور موقع پر یوں بیان فرمایا کہ پڑوسیوں میں وہ پڑوسی بہترین ہے جو اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرے۔

(حدیقۃ الصالحین۔ صفحہ 439 روایت:424)

پڑوسیوں کے حقوق اور اِس سے حسنِ سلوک کے حوالہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ کوئی عورت اپنی پڑوسن سے حقارت آمیز سلوک نہ کرے۔ اگر بکری کا ایک پایہ بھی بھیج سکتی ہو تو اسے بھیجا جائے۔

(بخاری کتاب الادب)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ جب سالن بناؤ تو اُس کا شوربہ زیادہ کر لیا کرو اور پڑوسی کو دے دیا کرو۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ:440 روایت:425)

معزز بھائیو و بہنو! اسلام چونکہ سلامتی کا مذہب ہے اور مؤمن دوسروں کے لئے امن و سلامتی کی سند ہے اِس لئے مومن کی تعریف میں فرمادیا کہ وہ مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور اُس کے اچانک واروں سے محفوظ نہ ہو۔

(بخاری کتاب الادب)

اس مضمون کی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جگہوں پر مختلف رنگ میں اِس مضمون کو اُجاگر فرمایا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ اگر کسی کے دو پڑوسی ہوں تو وہ تحفہ کس کو بھیجے حضورؐ نے فرمایا کہ جس کا گھر قریب تر ہے وہی تحفہ کا زیادہ مستحق ہے۔

(بخاری کتاب الادب)

تاریخِ اسلام نے پڑوسیوں کے حقوق اور اِن کے ساتھ حُسن سلوک کا یہ دلچسپ واقعہ اپنے سینے میں محفوظ کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مالکؓ حج سے فارغ ہو کر حرم میں سَستا رہے تھے تو خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ دو فرشتوں کا نزول ہوا۔ ایک فرشتے نے دوسرے سے پوچھا کہ امسال کسی کا حج قبول ہوا ہے؟۔ دوسرے فرشتہ نے جواباً کہا کہ دمشق میں ایک شخص علی بن موفق رہتا ہے۔ وہ اگرچہ حج پر نہیں آیا لیکن اُس کا حج قبول ہو گیا ہے اور یہ خلقت بھی محض اُسی کے طفیل بخشی گئی۔ حضرت عبد اللہ خواب کے بعد جب نیند سے

جاگے تو آپ نے دمشق جانے اور اُس شخص سے ملنے کا ارادہ کیا۔ اور وہاں جاتے ہی اپنی خواب اُسے سنادی اور حج قبول ہونے کی وجہ پوچھی۔ علی بن موفق نے کہامَیں نے حج کے لئے تھوڑی تھوڑی کرکے رقم جمع کی۔ ابھی جب حج پر جانے ہی والا تھا کہ پڑوسی کے گھر سے گوشت بھوننے کی خوشبو سونگھ کر میری حاملہ بیوی نے گوشت کھانے کی خواہش کا اظہار کیا اور مجھے کہا کہ پڑوسن سے تھوڑا سا سالن لے آؤ۔ مَیں جب اس کے پاس سائل بن کر گیا تو پڑوسی نے مجھے کہا کہ یہ گوشت تم پر حرام ہے۔ میرے بچے چار پانچ دن سے بھوکے تھے۔ مَیں نے اضطراراً ایک مُردہ گدھے کا گوشت پکایا ہے جس پر میری طبعیت غیر ہوگئی اور مَیں نے سوچا کہ مَیں حج پر جارہا ہوں اور میرا پڑوسی بھوکا ہے۔ مَیں نے اپنی ساری جمع پونجی اُس ہمسایہ کو دے دی۔ تب مَیں سمجھا کہ فرشتوں نے مجھے درست خبر دی تھی کہ اِس کا حج قبول ہوگیا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء باب 3 صفحہ 135)

سامعین / سامعات! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ میرے پاس استراحت فرمارہے تھے تو ایک پڑوس کی بکری آگئی اور جو روٹی مَیں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پکاکر رکھی ہوئی تھی وہ اُٹھاکر چل پڑی۔ مَیں اُس کے پیچھے بھاگی تاکہ اس کو مار کے بھگادوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو! پڑوسی کو اس کی بکری کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچاؤ جو لے گئی ہے لے جانے دو۔

(الادب مفرد ترمذی لا یؤذی جارہ حدیث 120)

اب دیکھیں! ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس حد تک پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کے مشّاق تھے کہ پڑوسی کے جانور کا بھی رکھا۔ سبحان اللہ

سامعین / سامعات! حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص پڑوسی کی شکایت لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو فرمایا۔ جا! صبر کر۔ یہ شخص دو یا تین بار حضورؐ کی خدمت میں یہ شکایت لے کر آیا تو پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو فرمایا کہ جا اور اپنا مال ومتاع باہر رکھ دے یعنی اپنے گھر کا سامان سڑک پر لے آ چنانچہ اُس نے اپنا مال رستے میں رکھ دیا اس پر لوگوں نے اس کے بارے میں پوچھا کہ تم اس طرح کیوں کررہے ہو تو ان کو بتاتا رہا کہ کس وجہ سے

ہو رہا ہے تب لوگوں نے ہمسایہ پر لعنت ملامت کی اور کہنے لگے اللہ اِسے یوں کرے وغیرہ وغیرہ اس پر اس کا ہمسایہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا تو اپنے گھر میں واپس چلا جا اب تُو مجھ سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھے گا۔

(ترمذی کتاب الزھد)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن میں اپنے بھائیوں کے لیے کچھ بھی ہمدردی نہیں۔ اگر ایک بھائی بھوکا مرتا ہو تو دوسرا توجہ نہیں کرتا اور اس کی خبر گیری کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں ہے تو اتنا نہیں کرتے کہ اس کے لیے اپنے مال کا کوئی حصہ خرچ کریں۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبر گیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کا حکم آیا ہے بلکہ یہاں تک بھی ہے کہ اگر تم گوشت پکاؤ تو شوربا زیادہ کر لو تاکہ اسے بھی دے سکو۔ اب کیا ہوتا ہے اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں، لیکن اس کی کچھ پروا نہیں۔ یہ مت سمجھو کہ ہمسایہ سے اتنا ہی مطلب ہے جو گھر کے پاس رہتا ہو۔ بلکہ جو تمہارے بھائی ہیں وہ بھی ہمسایہ ہی ہیں خواہ وہ سو کوس کے فاصلے پر بھی ہوں۔“

پھر فرمایا:

”جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے......بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچاؤ اور اپنے بھائیوں سے ہمدردی۔ ہمسائیوں سے نیک سلوک کرو اور اپنے بھائیوں سے نیک معاشرت کرو۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جس رنگ میں اسلام نے ہمسایہ کے حقوق کو بیان کیا ہے اُس رنگ میں اور کسی مذہب نے بیان نہیں کیا۔ اسلام نے اس مسئلہ پر اتنا زور دیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جبریل میرے پاس آیا اس نے ہمسائے کے حقوق پر اتنا زور دیا کہ میں نے سمجھا کہ وہ اُسے وارث قرار دے دے گا۔ پھر اسلام نے ہمسایہ کے حقوق کے متعلق تفصیلی احکام دئے ہیں اور ان کا خیال رکھنے کی اس قدر تاکید کی ہے کہ حضرت عباسؓ کے متعلق آتا ہے کہ جب آپ گھر آتے تو پوچھتے کہ کیا ہمارے یہودی ہمسایہ کو بھی کچھ دیا

ہے؟ آپ کے ہمسائے میں ایک یہودی رہتا تھا آپ اس کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ اس کو نظر انداز کرنا گناہ سمجھتے تھے۔"

ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"ہمسایوں سے چاہے ان کو جانتے ہو یا نہیں جانتے نیک سلوک کرو۔ اس کا حکم ہے...... حضرت مسیح موعودؑ نے جو ہمسائے کی تعریف کی ہے وہ اتنی وسیع ہے کہ آپ کی تعریف کے مطابق کوئی اس سے باہر رہ ہی نہیں سکتا۔ فرمایا کہ سو کوس تک یعنی سو میل تک بھی تمہارے ہمسائے ہیں۔ اس لحاظ سے تو کوئی بھی کسی احمدی سے بے فیض نہیں رہ سکتا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساتھیوں میں سے وہ ساتھی اچھا ہے جو اپنے ساتھیوں کے لئے اچھا ہے اور پڑوسیوں میں سے وہ پڑوسی اچھا ہے جو اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرے۔ کسی نے پوچھا کہ مجھے کس طرح پتہ چلے کہ میں اچھا پڑوسی ہوں یا نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارے پڑوسی تمہاری تعریف کریں تو سمجھ لو کہ تم اچھے پڑوسی ہو۔ اگر وہ تمہاری برائیاں کر رہے ہوں تو پھر سمجھ لو کہ تم بُرے پڑوسی ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ صرف اپنے بھائیوں، عزیزوں، رشتہ داروں، اپنے جاننے والوں، ہمسایوں سے حسن سلوک کرو، ان سے ہمدردی کرو اور اگر ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تو ان کی مدد کرو، ان کو جس حد تک فائدہ پہنچا سکتے ہو فائدہ پہنچاؤ بلکہ ایسے لوگ، ایسے ہمسائے جن کو تم نہیں بھی جانتے، تمہاری ان سے کوئی رشتہ داری یا تعلق داری بھی نہیں ہے جن کو تم عارضی طور پر ملے ہو ان کو بھی اگر تمہاری ہمدردی اور تمہاری مدد کی ضرورت ہے، اگر ان کو تمہارے سے کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے تو ان کو ضرور پہنچاؤ۔"

آج دنیا بھر میں جہاں بھی احمدیہ مساجد تعمیر ہو رہی ہیں وہاں پڑوسیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور ہمدردی کی اعلیٰ مثالیں جماعت احمدیہ قائم کر رہی ہے۔ ابھی حال ہی میں جرمنی کے دورہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالی 2023ء میں حضور نے پانچ مساجد کا افتتاح فرمایا وہاں غیروں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ آپ اچھے پڑوسی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ہمسایہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

لطف یہ ہے کہ آدمی عام کرے بہار کو
موجِ ہوائے رنگ میں آپ نہا لیا تو کیا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۞۞۞۞

﴿35﴾

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اھْتَدَیْتُمْ

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں سے جس کی تم اقتداء (پیروی) کروگے ہدایت پاجاؤ گے

قَدْ	آثَرُوْكَ	وَ	فَارَقُوْا أحبَابَهُم
وَ	تَبَاعَدُوْا	مِنْ	حَلْقَةِ الإخْوَانِ

انہوں نے ہر قسم کے دنیوی مال ومتاع کے مقابلہ پر تجھے ترجیح دی اور اپنی تمام دوستیوں اور رشتہ داریوں کو چھوڑ کر تیرے در پر دھونی رمالی اور تیرے ہی ہو کر رہ گئے۔

اللہ تعالی قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (الاحزاب:24)

ترجمہ: مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اُسے سچا کر دکھایا۔ پس اُن میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی مَنّت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہے جو ابھی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے ہر گز (اپنے طرز عمل میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔

سامعین / سامعات! آج میری تقریر کا عنوان ہے: **اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اھْتَدَیْتُمْ**

روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَیں نے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ

يَا مُحَمَّدُ إِنَّ أَصْحَابَكَ عِنْدِی بِمَنْزِلَةِ النُّجُومِ فِی السَّمَاءِ بَعْضُهَا أَقْوَى مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُورٌ فَمَنْ أَخَذَ بِشَیْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِی عَلَى هُدًى

کہ اے محمد! تیرے صحابہ کا میرے نزدیک ایسا مرتبہ ہے جیسے آسمان میں ستارے ہیں بعض، بعض سے روشن تر ہیں لیکن نور ہر ایک میں موجود ہے پس جس نے تیرے کسی صحابی کی پیروی کی میرے نزدیک وہ ہدایت یافتہ ہو گا۔

اس حدیث کے راوی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مزید یہ کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اھْتَدَیْتُمْ**

(مشکوۃ کتاب المناقب)

کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں اِن میں سے جس کی تم اقتدا (پیروی) کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

معزز بھائیو و بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے بارے میں مزید فرمایا کہ جو شخص میرے صحابہ سے محبت کرے گا تو وہ دراصل میری محبت کی وجہ سے کرے گا اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا وہ دراصل مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا۔ جو شخص ان کو دکھ دے گا اس نے مجھ کو دکھ دیا اور جس نے مجھے دکھ دیا اس نے اللہ کو دکھ دیا جس نے اللہ کو دکھ دیا وہ اللہ کی گرفت میں ہے۔

(حدیقہ الصالحین صفحہ 937-938 روایت 991)

پھر ایک اور موقع پر فرمایا۔ میرے اصحاب کو بُرا بھلا مت کہنا۔ نہ ان کے کسی اقدام پر تنقید کرنا۔ خدا کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خیرات کرو تو بھی تمہیں اتنا ثواب واجر نہیں ملے گا جتنا ان صحابہ کو ایک مُد (ایک پیمانہ ہے) یا اس کے نصف کے برابر خرچ کرنے پر ملا تھا۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 938 روایت 992 زیر عنوان مناقب صحابہ)

معزز بھائیو و بہنو!

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ کی تفصیل میں جانے سے پہلے مَیں ایک ایسے وفا شعار صحابی کا واقعہ آپ کے سامنے رکھوں گی / گا جس کو سن کر دادِ تحسین دینے کو دل کرتا ہے جیسا کہ ایک صحابی نے دی بھی۔

جنگ بدر کے موقع پر جب شہر کے اندر رہ کر جنگ لڑنے یا شہر سے باہر نکل کر لڑنے کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے مشورہ کر رہے تھے تو حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم موسیٰ کی قوم کی طرح ایسا نہیں کہیں گے کہ تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم یہاں

بیٹھے ہیں۔ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی۔ آگے بھی اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو نہ روند لے۔ حضور صلی اللہ علیہ سلم نے جب یہ الفاظ سنے تو اِس قدر خوش ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ کا چہرہ مبارک خوشی کی وجہ سے تمتما اٹھا۔

اِن الفاظ پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ یہ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا ایک ایسا کارنامہ ہے۔اس کے مقابلہ پر میری ساری نیکیاں کچھ بھی وزن نہیں رکھتیں اور میری تمنا ہے کہ کاش! یہ کام میں نے کیا ہوتا۔

(بخاری کتاب المغازی)

اگر اس واقعہ کو اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی مبارک خواہش کو آج کی تقریر **اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمُ اھْتَدَیْتُمْ** کے عنوان کے ترازو میں دیکھیں تو اس طرح کے وفا کے پیکر ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستے میں بے شمار نظر آئیں گے اور آج یہ ہمارے لیے نمونہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اوردینِ اسلام سے اتنی گہری محبت کا اظہار کریں کہ ہماری جان، مال ،وقت اور عزت وآبرو سب قربان کردیں۔

معزز سامعین / سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ستاروں سے تشبیہ دے کر ایک بہت بڑا سبق امت مسلمہ کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں سورج قرار دیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ چاند ہیں اور ستارے صحابہ ہیں۔ ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ تمام صحابہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر نقش ہوئی نظر آتی ہے اور یہی وہ مضمون ہے جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ آپ میں سے ہر ایک چھوٹا محمد بننے کی کوشش کرے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ میں اسے اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضرت عُروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب قریش نے ان کے ایمان لانے سے پہلے صلح حدیبیہ کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ تعظیم دیکھی، انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو صحابہ کرام وضو کا بچا ہوا پانی حاصل کرنے کے لیے بے حد کوشش کرتے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں۔ انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب کو صحابہ ہاتھوں میں لیتے اور اپنے چہرے اور جسم پر ملتے اور آبرو پاتے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بال جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اُس کے حصول کے لیے جلدی کرتے، جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خاموش رہتے اور ازراہ تعظیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔

سامعین / سامعات! اپنے تو گواہی دیتے ہی ہیں اصل تو غیروں کی گواہی ہے جو سر چڑھ کر بولتی ہے۔ یہ حضرت عُروہ کی اسلام لانے سے پہلے کی گواہی ہے جس نے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اُس محبت اور عقیدت کو بیان کر رہے ہیں جو اُس نے آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی دیکھی اور **اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اھْتَدَیْتُمْ** کا تقاضا ہے کہ ہمارے اندر بھی اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں اس زمانہ کے مامور اور پھر ان کے خلفاء کے ساتھ ایسی محبت ہو کہ ہماری جان، مال، وقت اور عزت سب قبول ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عاشقِ صادق حضرت مصعب بن عمیرؓ امیر گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے مگر اسلام لانے کے بعد درویشی والی زندگی اپنالی تھی۔ ایک دن یہ صاحبِ ثروت نوجوان پیوند لگے کپڑے پہن کر دربارِ رسولؐ میں تشریف لائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نوجوان کا آسائش کا

زمانہ یاد کر کے آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر مصعب رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ الحمد للہ! دنیا داروں کو اُن کی دنیا نصیب ہو۔ مَیں نے مصعب کو اس زمانہ میں بھی دیکھا ہے جب شہر مکہ میں ان سے بڑھ کر کوئی صاحبِ ثروت ونعمت کوئی نہ تھا مگر آج یہ حال اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کی وجہ سے ہوا ہے۔

(ابن سعد بحوالہ اسوہ انسانِ کامل صفحہ 228)

آپؓ اسلام کے پہلے مبلغ تھے۔ آپؓ مدینہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے ایک دفعہ مکہ آئے اور سیدھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے حاضر ہوئے۔ اُدھر جب ماں کو علم ہوا کہ میرا بیٹا مکہ آیا ہے اور پہلے مجھے ملنے کی بجائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا پہنچا ہے تو ماں نے بیٹے کو پیغام بھیجا کہ

او بے وفا! تو میرے شہر میں آکر مجھ سے نہیں ملا۔ اس عاشقِ رسول نے پیغام بھیجا۔ اے میری ماں! مَیں مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کو ملنا گوارا نہیں کر سکتا۔

(ابن سعد بحوالہ اسوہ انسانِ کامل صفحہ 229)

جنگِ احد میں آپ اسلام کا عَلَم تھامے شہید ہو گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب آپؓ کی نعش پر پہنچے تو آپؐ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے مصعب! خدا کا رسول تم پر گواہ ہے کہ واقعی تم نے آیت فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ کے مصداق اور اُن مردانِ وفا میں سے ہو جنھوں نے اپنے وعدے پورے کیے۔ روزِ قیامت تم دوسروں پر گواہ بنائے جاؤ گے اور پھر صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مصعب کی زیارت کر لو اور اس پر سلام بھیجو۔ روز قیامت جو بھی ان پر سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔

(ابن کثیر بحوالہ اسوہ انسانِ کامل صفحہ 229)

سامعین / سامعات! اس عظیم وفا کے پُتلے کی فدائیت کو فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ کے سانچے میں ڈال کر دیکھیں تو نبی اور اس کے خلفاء سے محبت پیار اور عقیدت کا ایسا سبق ہمیں ملتا ہے کہ ہم آج حضرت مصعبؓ بن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ خلیفۃ المسیح سے تاریخی پیار اور عقیدت سے "**اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ**" کا لقب اپنے نام کریں۔

معزز بھائیو اور بہنو! ویسے تو یہ وفاداروں کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ تاہم وقت کی رعایت سے ایک واقعہ اور بیان کر کے مَیں اپنی گزارشات ختم کرتا / کرتی ہوں۔ ایک اور عاشقِ صادق حضرت جعفر بن طیار رضی اللہ عنہ تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ساتھ محبت کا اظہار یوں فرمایا۔ اے جعفر! تُو تو خَلق خُلق اور صورت و سیرت میں میرے سب سے زیادہ مشابہ اور قریب ہے۔

(مسند احمد بن حنبل بحوالہ اسوہ انسانِ کامل صفحہ 227)

آپ رضی اللہ عنہ نے غزوہ مَوتہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور نمدار آنکھوں سے آپ رضی اللہ عنہ کی بیوہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ”جعفر! مجھے بہت پیارے تھے شہادت کے بعد اور زیادہ پیارے لگنے لگ گئے ہیں۔“

معزز بھائیو اور بہنو! سورۃ الجمعۃ کی آیت وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صحابہ رسولؐ کے جن خصائل اور نشانیوں میں اپنے اصحاب سے مشابہت کا ذکر فرمایا ہے وہ بہت ایمان افروز ہے۔ فرمایا:

”اللہ جلّ شانہٗ نے اس آخری گروہ کو مِنْهُمْ کے لفظ سے پکارا تا یہ اشارہ کرے کہ معائنہ معجزات میں وہ بھی صحابہ کے رنگ میں ہی ہیں۔ سوچ کر دیکھو کہ تیرہ سو برس میں ایسا زمانہ منہاج نبوت کا اور کس نے پایا۔ اِس زمانہ میں جس میں ہماری جماعت پیدا کی گئی ہے کئی وجوہ سے اِس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے۔ وہ معجزات اور نشانوں کو دیکھتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نُور اور یقین پاتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے پایا۔ وہ خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور بدزبانی اور قطع رحم وغیرہ کا صدمہ اُٹھا رہے ہیں جیسا کہ صحابہ نے اٹھایا۔ وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے حاصل کی۔ بہتیرے اُن میں سے ایسے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم روتے تھے۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں جن کو سچی خوابیں آتی ہیں اور الہام الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوتے تھے۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سِلسلہ

میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے۔ اُن میں ایسے لوگ کئی پاؤ گے کہ جو موت کو یاد رکھتے اور دلوں کے نرم اور سچی تقویٰ پر قدم مار رہے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت تھی۔ وہ خدا کا گروہ ہے جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے اور دن بدن اُن کے دلوں کو پاک کر رہا ہے اور ان کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے۔ اور آسمانی نشانوں سے اُن کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ جیسا کہ صحابہ کو کھینچتا تھا۔ غرض اس جماعت میں وہ ساری علامتیں پائی جاتی ہیں جو وَآخَرِینَ مِنۡهُمۡ کے لفظ سے مفہوم ہو رہی ہیں۔ اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ ایک دن پورا ہوتا۔!!!"

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 306 تا 307)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو کیا ہی زبردست الفاظ میں کچھ یوں وصیت فرمائی:

"تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ النساء زیر آیت 59 بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 21 مارچ 2020ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"پھر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے آپؑ صحابہ کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "یہ حالت انسان کے اندر پیدا ہو جانا آسان بات نہیں..." کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنا اور تقویٰ پیدا ہونا، آپؑ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے جو نمونہ دکھایا وہ کیا تھا۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کو آمادہ ہو گئے۔ پس "یہ حالت انسان کے اندر پیدا ہو جانا آسان بات نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کو آمادہ ہو جاوے مگر صحابہ کی حالت بتاتی ہے کہ انہوں نے اس فرض کو ادا کیا۔ جب انہیں حکم ہوا کہ اس راہ میں جان دے دو پھر وہ دنیا کی طرف نہیں جھکے۔ پس یہ ضروری امر ہے کہ تم دین کو دنیا پر مقدم کر لو"۔ (ملفوظات جلد 8 صفحہ 297۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان) آجکل میں خطبات میں صحابہؓ کی سیرت بیان کر رہا ہوں بہت سارے، عجیب عجیب واقعات سامنے آتے ہیں کس قسم کی قربانیاں دینے والے تھے، کس طرح اپنے اندر نیکیاں پیدا کرنے والے تھے، کس طرح تقویٰ میں بڑھنے والے تھے، کیا عبادتوں کے معیار تھے، اسی

لئے کہ ہمارے سامنے وہ نمونے آجائیں جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے کہ میرے صحابہ جو ہیں یہ ستاروں کی مانند ہیں، جس کے پیچھے بھی چلو گے وہ تمہیں صحیح رستے کی طرف لے جائے گا پس یہ ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 26؍ اکتوبر 2018ء)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی ہمیں ان صحابہ کے نمونوں کو اپنانے اور یاد رکھنے کی بار بار تلقین فرماتے ہیں، ایک موقع پر فرمایا:

"یہ لوگ خاموشی سے آئے اور محبت و تعلق وفا اور اطاعت کی مثالیں رقم کرتے ہوئے خاموشی سے چلے گئے... جہاں ہم ان بزرگوں پر رشک کرتے ہیں کہ کس طرح وہ قربانیاں کر کے امام الزماں کی دعاؤں کے وارث ہوئے وہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ آج بھی ان دعاؤں کو سمیٹنے کے مواقع موجود ہیں۔ آئیں اور ان وفاؤں، اخلاص، اطاعت، تعلق اور محبت کی مثالیں قائم کرتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔ یاد رکھیں جب تک یہ مثالیں قائم ہوتی رہیں گی زمینی مخالفتیں ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 12؍ دسمبر 2003ء صفحہ 9)

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچہ آل محمدؐ است

(اخبار ریاض ہند امرتسر یکم مارچ 1884ء)

میری جان اور دل محمد ﷺ کے جمال پر فدا ہے اور میری خاک نبی اکرم ﷺ کی آل کے کوچہ پر قربان ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(اتمام الحجۃ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

﴿36﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم "صدق وسچائی"

(از خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے روحِ قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پر کہتا ہوں
کہ اُس کی مرتبہ دانی میں ہے خدادانی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَ لَآ اَدْرٰكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس:17)

آج مجھے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلو **صدق اور سچائی** کو اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت الفاظ میں خطبہ جمعہ 11/فروری 2005ء سے پیش کرنا ہے۔ حضور نے اپنے اِس خطبہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور سچائی پر غیروں کے اقوال بطور گواہی کے پیش کی ہیں۔

سامعین/سامعات! حضور فرماتے ہیں:

اب احادیث سے کچھ واقعات بیان کروں گا جن سے آپؐ کی سچائی پر معاشرے کے ہر طبقے نے مہر ثبت کی ہے، گواہی دی ہے۔ جس میں گھر والے بھی ہیں، کاروباری شریک بھی ہیں، دوست بھی ہیں اور دشمن بھی ہیں کہ یہ وہ سچا انسان تھا جسے ہم بلا مبالغہ صدوق کہتے تھے اور کہتے ہیں۔ ابتدائے جوانی میں ہی قریش مکہ کی ایک گواہی ہے جو انہوں نے آپؐ کے صادق اور امین ہونے پر دی۔ ایک واقعہ ہے کہ جب تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کی تنصیب کے لئے قبائل کا باہم اختلاف ہوا اور نوبت جنگ و جدال تک پہنچنے لگی تو چار پانچ دن تک کوئی حل نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر ان میں سے ایک عقلمند شخص نے مشورہ دیا، جن کا نام ابو امیہ بن

مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ یہ سب سے بوڑھے شخص اور تجربہ کار تھے۔ عموماً بوڑھے ذرا ہوش سے کام لیتے ہیں۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ اختلاف کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ فیصلہ کر لو کہ جو شخص کل سب سے پہلے بیت اللہ میں آئے گا وہ فیصلہ کر دے۔ اس بات پر سارے راضی ہو جاؤ۔ چنانچہ سب نے یہ تجویز مان لی اور اگلے روز انہوں نے دیکھا کہ سب سے پہلے بیت اللہ میں داخل ہونے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہا ھٰذَا الْاَمِیْنیہ تو امین ہے۔ ہم خوش ہو گئے یہ محمدؐ ہیں۔ چنانچہ جب وہ ان کے پاس پہنچے اور قریش نے حجر اسود کے وضع کرنے کا جھگڑا بتایا۔ جب حجر اسود لگانا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک کپڑا لاؤ۔ چنانچہ آپؐ کو کپڑا پیش کیا گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا بچھایا اور حجر اسود کو اس چادر پہ رکھ دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا ہر قبیلہ اس چادر کا ایک کونہ پکڑ لے۔ پھر سب مل کر حجر اسود کو اٹھاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ یہاں تک کہ جب وہ حجر اسود جہاں رکھنا تھا اپنی اس جگہ پر پہنچ گیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اس کی جگہ پر نصب فرما دیا۔

(السیرة النبویة لابن هشام۔ حدیث بنیان الکعبة . . . اشارة ابی امیة بتحکیم اول داخل فکان رسول اللہؐ)

تو جیسا کہ اس وقت کفار نے، قریش کے سرداروں نے آپؐ کو امین کہا تھا۔ یہ دعویٰ سے بہت پہلے کا قصہ ہے، جوانی کا قصہ ہے اور امین بھی وہی ہوتا ہے جو سچ پر قائم رہنے والا ہو۔ کبھی کوئی جھوٹا شخص امانت دار نہیں ہو سکتا۔ تو دیکھیں اس بات سے سرداران قریش میں آپؐ کا ایک مقام تھا۔ اگر آپؐ دنیاداروں کی طرح سرداری یا لیڈری چاہتے تو اس مقام کی وجہ سے وہ حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن آپؐ کو تو اس چیز سے کوئی غرض نہیں تھی۔

میسرہ غلام کی گواہی

سامعین / سامعات! حضرت خدیجہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق بیانی اور امانتداری اور اعلیٰ اخلاق کا حال سن کر اپنا مال آپ کو دے کر تجارت کے لئے آپؐ کو روانہ کیا۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام میسرہ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ واپسی پہ میسرہ نے سفر کے حالات بیان کئے تو

حضرت خدیجہؓ نے اِن سے متأثر ہو کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شادی کا پیغام بھجوایا کہ آپؐ قرابت داری کا خیال رکھتے ہیں، قوم میں معزز ہیں، امانتدار ہیں اور احسن اخلاق کے مالک ہیں اور بات کہنے میں سچے ہیں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام حدیث تزویج رسول اللہؐ خدیجۃ رضی اللہ عنھا)

تو سچائی اور امانتداری کے اعلیٰ معیار جو آپؐ نے اُس وقت جوانی کے وقت میں قائم کئے تھے۔ تجارتی سفر میں اپنے ساتھیوں کو دکھائے تھے اور وہ غلام جو آپؐ کے ساتھ تھا وہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور آپؐ کا گرویدہ ہو گیا۔ واپس آ کے اپنی مالکن کو بتایا کہ کیسا ایماندار اور سچا شخص ہے۔

حضرت خدیجہ کی گواہی

پھر بیوی کی گواہی ہے۔ بیویاں جو اپنے خاوند کے اچھے برے کی راز دار ہوتی ہیں، وہی اُن کے گھریلو حالات و معاملات میں گواہی دے سکتی ہیں، انہیں کی گواہی وزن رکھنے والی گواہی ہے جو مل سکتی ہے۔ تو اس بارے میں بھی ایک روایت میں بیان ہے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کے نزول کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وحی کے وقت اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ تو انہوں نے آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے کہا: ”كَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَصْدُقُ الْحَدِيْثَ“ یعنی ویسے نہیں جیسے آپ سوچ رہے ہیں، آپؐ کو مبارک ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی رُسوا نہیں کرے گا۔ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں اور راست گوئی اور سچائی سے کام لیتے ہیں۔

(بخاری کتاب التعبیر باب اول ما بدئ بہ رسول اللہ من الوحی الرؤیا الصالحۃ)

دوست کی گواہی

سامعین / سامعات! وہ دوست جو بچپن سے ساتھ کھیلا، پلا، بڑھا، یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس دوست نے ہمیشہ ہر حالت میں آپؐ کو سچ کہتے اور سچ کی تلقین کرتے ہی دیکھا اور سنا تھا۔ اس لئے ان کے ذہن میں کبھی یہ تصور آ ہی نہیں سکتا تھا کہ کبھی یہ شخص جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جب آپؐ کے دعویٰ کے بارے میں سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

اصرار کے باوجود کوئی دلیل نہیں چاہی۔ کیونکہ ان کا زندگی بھر کا یہی مشاہدہ تھا کہ آپؐ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف یہی پوچھا کہ کیا آپؐ نے دعویٰ کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کرنی چاہی تو ہر بار یہی عرض کی کہ مجھے صرف ہاں یا نہ میں بتا دیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کہنے پر عرض کیا کہ میرے سامنے تو آپؐ کی ساری سابقہ زندگی پڑی ہوئی ہے۔ مَیں کس طرح کہہ سکتا ہوں کہ بندوں سے تو سچ بولنے والا ہو اور اس کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والا ہو اور خدا پر جھوٹ بولے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جماع ابواب المبعث باب من تقدم اسلامہ من الصحابۃ الثلثۃ ...)

نضر بن حارث کی گواہی

اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ گھر والوں کی یا ملازمین کی یا دوستوں کی گواہی تو ایسی ہے کہ اگر کسی میں تھوڑی بہت غلطی بھی ہو، کمی بھی ہو تو پردہ پوشی کر سکتے ہیں، در گزر کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ کون سی گواہیاں ہیں۔ اس کے لئے ہم دیکھتے ہیں کہ دشمن بھی جو گواہی آپؐ کے بارے میں دیتا ہے وہ تو ایسی گواہی ہے جس کو کسی طرح رد نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ اس کی ایک مثال آپؐ کے اشد ترین دشمن نضر بن حارث کی گواہی ہے۔ ایک مرتبہ سردارانِ قریش جمع ہوئے جن میں ابوجہل اور اشد ترین دشمن نضر بن حارث بھی شامل تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جب کسی نے یہ کہا کہ انہیں جادوگر مشہور کر دیا جائے یا جھوٹا قرار دے دیا جائے تو نضر بن حارث کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ اے گروہ قریش! ایک ایسا معاملہ تمہارے پلّے پڑا ہے جس کے مقابلے کے لئے تم کوئی تدبیر بھی نہیں لا سکے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں ایک نوجوان لڑکے تھے اور تمہیں سب سے زیادہ محبوب تھے۔ سب سے زیادہ سچ بولنے والے تھے۔ تم میں سب سے زیادہ امانتدار تھے۔ اب تم نے ان کی کنپٹیوں میں عمر کے آثار دیکھے اور جو پیغام وہ لے کر آئے تم نے کہا وہ جادوگر ہے۔ اِن میں جادو کی کوئی بات نہیں۔ ہم نے بھی جادوگر دیکھے ہوئے ہیں۔ تم نے کہا وہ کاہن ہے۔ ہم نے بھی کاہن دیکھے ہوئے ہیں۔ وہ ہرگز کاہن نہیں ہیں۔ تم نے کہا وہ شاعر ہیں، ہم شعر کی سب اقسام جانتے ہیں وہ

شاعر نہیں ہے۔ تم نے کہا وہ مجنون ہے، ان میں مجنون کی کوئی بھی علامت نہیں ہے۔ اے گروہ قریش! مزید غور کر لو کہ تمہارا واسطہ ایک بہت بڑے معاملے سے ہے۔

(السيرة النبوية لابن هشام۔ ما دار بين رسول الله ﷺ وبين رؤساء قريش ... نصيحة النضر لقريش بالتدبر ...)

ابو جہل کی گواہی

سامعین / سامعات! پھر دیکھیں ایک اور گواہی جو دشمنوں کے سردار ابو جہل کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابو جہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ہم تمہیں جھوٹا نہیں کہتے۔ البتہ ہم اُس تعلیم کو جھوٹا سمجھتے ہیں جو تم پیش کرتے ہو۔ جب عقل پر پردے پڑ جائیں، کسی کی مت ماری جائے تو تبھی تو وہ ایسی باتیں کرتا ہے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم کچھ تو عقل کرو۔ کیا ایک سچا آدمی جھوٹی تعلیم دے سکتا ہے۔ سچا آدمی تو سب سے پہلے اس جھوٹی تعلیم کے خلاف کھڑا ہو گا۔

ابو سفیان بن حرب کی گواہی

پھر ایک اور موقع پر آپؐ کے صادق ہونے پر دشمن کی گواہی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ انہیں ابو سفیان بن حرب نے بتایا کہ جب وہ شام کی طرف ایک تجارتی قافلے کے ساتھ گیا ہوا تھا تو ایک دن شاہِ روم، ہرقل نے ہمارے قافلے کے افراد کو بلا بھیجا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت وہ کچھ سوالات پوچھ سکے۔ شہنشاہِ روم کے دربار میں ہرقل سے اپنی گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بیان کیا کہ اس نے مجھ سے کچھ سوال کئے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ کیا دعویٰ سے پہلے تم لوگ اس پر جھوٹ بولنے کا الزام لگاتے تھے؟ مَیں نے جواباً کہا کہ نہیں۔ اس پر ہرقل نے ابو سفیان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جب تو نے میرے اس سوال کا جواب نفی میں دیا تو مَیں نے سمجھ لیا کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں پر تو جھوٹ باندھنے سے باز رہے مگر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔ ہرقل نے کہا مَاذَا يَأْمُرُكُمْ کہ محمدؐ آپ کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں۔ ابو سفیان نے کہا وہ کہتا ہے، اللہ کی عبادت کرو جو اکیلا ہی معبود ہے اور اس کا کسی چیز میں شریک نہ قرار دو اور ان باتوں کو جو تمہارے

آباؤ اجداد کہتے تھے چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز قائم کرنے، سچ بولنے، پاکدامنی اختیار کرنے اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تب ہرقل نے کہا کہ جو تو کہتا ہے اگر یہ سچ ہے تو پھر عنقریب میرے قدموں کی اس جگہ کا بھی وہی مالک ہو جائے گا۔

(بخاری کتاب بدء الوحی، حدیث نمبر 7)

سردار عتبہ کی گواہی

سامعین / سامعات! پھر باوجود نہ ماننے کے آپؐ کی سچائی کا رعب تھا، اُس نے بھی اندر سے مخالفین کے دل دہلائے ہوئے تھے اور وہ اس فکر میں رہتے تھے کہ اس سچے آدمی کی اگر یہ باتیں اور یہ تعلیم بھی سچی ہوئی تو ہمارا کیا ہو گا۔ اس خوف کا ایک واقعہ میں اس طرح ذکر ہے کہ قریش نے ایک دفعہ سردار عتبہ کو قریش کا نمائندہ بنا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوایا۔ اس نے کہا آپ ہمارے معبودوں کو کیوں برا بھلا کہتے ہیں اور ہمارے آباء کو کیوں گمراہ قرار دیتے ہیں۔ آپؐ کی جو بھی خواہش ہے ہم پوری کر دیتے ہیں، آپ ان باتوں سے باز آئیں۔ حضورؐ تحمل اور خاموشی سے اس کی باتیں سنتے رہے۔ جب وہ سب کہہ چکا تو آپ نے سورۃ حٰمٓ فُصِّلَتْ کی چند آیات تلاوت کیں۔ جب آپؐ اس آیت پر پہنچے کہ میں تمہیں عاد وثمود جیسے عذاب سے ڈراتا ہوں تو اس پر عتبہ نے آپؐ کو روک دیا کہ اب بس کریں اور خوف کے مارے اٹھ کر چل دیا۔ اس نے قریش کو جا کر کہا کہ تمہیں پتہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کوئی بات کہتا ہے تو کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم پر وہ عذاب نہ آجائے جس سے وہ ڈراتا ہے۔ تمام سردار یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

(السیرۃ الحلبیۃ از علامہ برھان الدین باب عرض قریش علیہ اشیاء من خوارق العادات وغیر العادات...)

سردارانِ مکہ کی گواہی

پھر آپؐ کی سچائی کی گواہی صرف اتنی نہیں کہ ایک آدھ مثالیں مختلف طبقات میں سے مل جاتی ہیں بلکہ پوری قوم نے جمع ہو کر آپؐ کے صادقُ القول ہونے پر گواہی دی ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعراء:215) یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار اور بیدار کر کے احکام

اُترے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے پکار کر اور ہر قبیلہ کا نام لے لے کر قریش کو بلایا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا اے قریش! اگر مَیں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر ہے جو تم پہ حملہ کرنے کو تیار ہے۔ تو کیا تم میری بات کو مانو گے ؟ (اور پہاڑی اتنی اونچی نہیں تھی اور) بظاہر یہ ایک بالکل ناقابل قبول بات تھی (لیکن کیونکہ ان کو پتہ تھا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بولتا، کبھی کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتا) مگر سب نے (یک زبان ہو کر) کہا کہ ہاں! ہم ضرور مانیں گے کیونکہ ہم نے تمہیں ہمیشہ صادقُ القول پایا ہے۔ (ہمیشہ سچی بات کہنے والا پایا ہے) آپؐ نے فرمایا تو پھر سنو، مَیں تم کو خبر دیتا ہوں کہ اللہ کے عذاب کا لشکر تمہارے قریب پہنچ چکا ہے۔ خدا پر ایمان لاؤ تا اس عذاب سے بچ جاؤ۔

(سیرت خاتم النبیین مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم۔اے صفحہ 128)

بہر حال یہ باتیں سن کے قریش وہاں سے چلے گئے اور ہنسی مذاق اور ٹھٹھا کرنے لگے، تعلیم کا مذاق اڑایا۔ لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہہ سکے کہ آپؐ جھوٹے ہیں۔ آپؐ کو بہت بُرا بھلا کہا اور بھی سخت الفاظ استعمال کئے تھے لیکن یہ نہ کہہ سکے کہ آپؐ ہمیشہ کی طرح جھوٹ بول رہے ہیں۔ اگر منہ سے الفاظ نکلے تو یہی کہ ہمیشہ آپ نے سچ بولا ہے اور یقیناً آپؐ سچ بول رہے ہیں۔ آپؐ کی سچائی کا معیار اتنا بلند، واضح اور روشن تھا کہ سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا کہ آپؐ پر کوئی جھوٹ بولنے کا الزام لگا سکے، اشارہ بھی کر سکے۔

چچا کی گواہی

سامعین / سامعات! پھر آپ کے چچا کی ایک گواہی ہے۔ جب محصوری کے زمانے میں، جب شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تھے۔ تیسرا سال جب ہونے کو آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ابو طالب کو اطلاع دی کہ بنو ہاشم سے بائیکاٹ کا جو معاہدہ خانہ کعبہ میں لٹکایا ہوا تھا۔ ساروں نے بائیکاٹ کیا تھا اس کا معاہدہ تھا، خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا۔ اس میں سوائے اللہ کے لفظ کے باقی سارا جو معاہدہ ہے اس کو دیمک کھا گئی ہے اور ابو طالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر اتنا یقین تھا کہ انہوں نے جا کے پہلے اپنے بھائیوں سے کہا کہ خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آج تک کبھی کوئی غلط بات نہیں کی اور یہ اس نے مجھے بتایا ہے اور لازماً یہ بھی سچی بات ہے۔ پھر وہ دوسرے قریش کے سرداروں

کے پاس گئے ان کو بھی وہی بات بتائی کہ تمہارے معاہدے کو دیمک کھا گئی ہے اور تم بھی جانتے ہو اور مَیں بھی جانتا ہوں کہ اس نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو جا کر دیکھ لیتے ہیں۔ اگر تو میرا بھتیجا سچا نکلا تو تمہیں بائیکاٹ کا فیصلہ بدلنا ہوگا اور اگر وہ جھوٹا ہوا تو مَیں اسے تمہارے حوالے کر دوں گا۔ جو مرضی سلوک کرنا، قتل کرو یا جو چاہے کرو اور پھر جب وہ وہاں گئے تو دیکھا تو سب کفار نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا کہ واقعی وہاں سوائے اللہ کے لفظ کے باقی سارے معاہدے کو دیمک کھا گئی تھی۔ چنانچہ وہ ختم سمجھا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر حصر قریش رسول اللہؐ وبنی ھاشم فی الشعب)

اب بظاہر تو آپؐ کے سچا ہونے کی بات ابو طالب نے کی ہے۔ لیکن تمام سردارانِ قریش کا خاموش ہو جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کو بھی یقین تھا کہ آپؐ سچ کہنے والے ہیں، بلکہ یہ بھی یقین تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا بھی سچا ہے جس نے یہ خبر دی ہے۔ لیکن خدا کو نہ ماننا، اس کے لئے تو تکبر اور ڈھٹائی تھی جو آڑے آتی تھی۔ کیونکہ اگر یہ یقین نہ ہوتا کہ واقعی کاغذ کو دیمک کھا گئی ہے یا ایسی کوئی بات ہے، خدا نے خبر دی ہے تو ہنسی مذاق میں ٹال سکتے تھے۔ لیکن بڑے سنجیدہ ہو کر سارے وہاں گئے۔

امیہ بن خلف اور اِس کی اہلیہ کی گواہی

سامعین / سامعات! پھر ایک اور مخالف اور اس کی بیوی کی گواہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کے لئے گئے تو امیہ بن خلف ابو صفوان کے پاس ٹھہرے اور امیہ بن خلف شام جاتے ہوئے سعد کے ہاں مدینہ میں ٹھہرا کرتا تھا۔ بہر حال کہتے ہیں امیہ نے سعد کو کہا آپ انتظار کریں اور جب دوپہر ہو اور لوگ غافل ہو جائیں تو اس وقت عمرہ کر لینا۔ اس وقت کفار کے سامنے کھلے بندوں کر نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ اس دوران کہ جب سعد طواف کر رہے تھے ابوجہل آ گیا اور اس نے کہا کعبہ کا طواف کرنے والا کون شخص ہے۔ انہوں نے کہا مَیں سعد ہوں۔ اس پر ابوجہل نے کہا تم کعبہ کا امن کے ساتھ طواف کر رہے ہو حالانکہ تم نے محمد اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ سعد نے کہا ہاں ہم نے ایسا کیا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ ایک دوسرے سے اونچی آواز میں باتیں کرنے لگے۔ اس پر امیہ نے سعد سے کہا ابوالحکم پر آوازے بلند نہ کرو یہ اس وادی کا سردار ہے۔ سعد نے کہا اللہ

کی قسم! اگر تم نے مجھے طواف کرنے سے روکا تو مَیں تیری شام کے ساتھ جو تجارت ہے اس میں روک بن جاؤں گا۔ شام کے ساتھ تجارت اس کے رستے سے ہوتی تھی۔ اس پر امیہ، سعد سے کہنے لگا اپنی آواز بلند نہ کرو اور وہ ان کو پکڑ کر روک رہا تھا۔ اس پر سعد ناراض ہو گئے اور کہا مجھے چھوڑ دو۔ مَیں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے انہوں نے کہا ہے کہ تم ان کے ہاتھوں قتل ہونے والے ہو۔ اس پر امیہ نے کہا: کیا مَیں؟ سعد نے کہا ہاں! اس پر امیہ نے کہا اللہ کی قسم! محمدؐ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ نہیں بولتا۔ پھر وہ اپنی بیوی کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میرے یثربی بھائی نے مجھے کیا کہا ہے۔ اس نے کہا۔ کیا کہا ہے؟۔ امیہ نے کہا اس نے کہا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خیال ہے کہ وہ مجھے قتل کرنے والے ہیں۔ اس پر امیہ کی بیوی نے کہا۔ اللہ کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جھوٹ نہیں بولتے۔ پھر جب کفار مکہ کی فوج بدر کی طرف جانے لگی تو امیہ کی بیوی نے اس سے کہا کہ تجھے یاد نہیں، تیرے یثربی بھائی نے کیا کہا تھا۔ امیہ نے کہا مَیں آگے نہیں جاؤں گا۔ لیکن ابوجہل نے امیہ سے کہا کہ تم وادی کے معزز سرداروں میں سے ہو، زبردستی اس کو آگے لے گیا اور ایک دو دن تک تو ساتھ رہو پھر واپس آجانا۔ چنانچہ وہ ساتھ ہو لیا اور آخر وہیں بدر میں مارا گیا۔

(بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

تو یہ دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر وہ دونوں میاں بیوی نہ صرف خوفزدہ ہو گئے تھے بلکہ یقین تھا کہ ایسا ہی ہو گا اور لاکھ بچنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر اسے بدر کے میدان میں لے گئی۔

ابی بن خلف کی گواہی

سامعین / سامعات! پھر دیکھیں آپؐ کی سچائی کے رعب کی ایک اور مثال۔ جنگ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہونے کے بعد جب صحابہؓ کے ساتھ ایک گھاٹی میں ٹیک لگائے ہوئے تھے تو ابی بن خلف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر للکارتے ہوئے پکارا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آج تم بچ گئے تو مَیں کامیاب نہ ہوا۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی اس کی طرف بڑھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے چھوڑ دو۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزہ لیا اور آگے بڑھے اور اس کی گردن پر ایک ہی وار کیا۔ جس سے وہ اپنے

گھوڑے سے زمین پر لوٹنیاں کھاتے ہوئے گرا۔ ابن اسحاق جن کی روایت سیرت ابن ہشام میں درج ہے بیان کرتے ہیں کہ مجھے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف نے بتایا کہ ابی بن خلف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مکہ میں ملتا تو کہتا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک گھوڑا ہے جس کو میں خاص مقدار میں دانہ کھلا کر موٹا تازہ کر رہا ہوں۔ اس پر سوار ہو کر مَیں آپ کو قتل کروں گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرماتے کہ جس طرح تم کہتے ہو ویسا نہیں ہو گا بلکہ ان شاء اللہ میں ہی تمہیں قتل کروں گا۔ پس جب زخمی ہو کر قریش کے پاس واپس پلٹا تو اس کی گردن پہ ایک معمولی زخم تھا جو اتنا بڑا نہیں تھا جس سے خون بہہ نکلا۔ تھوڑا سا خون بہا تھا۔ وہ کہتا جا رہا تھا کہ بخدا! محمدؐ نے مجھے مار ڈالا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ تم خوا مخواہ دل چھوٹا کر رہے ہو، مایوس ہو رہے ہو۔ معمولی سا زخم ہے۔ اس نے کہا تم نہیں جانتے۔ اُس نے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) مکہ میں مجھے کہا تھا کہ مَیں تجھے قتل کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتا تو میں مارا جاتا۔ چنانچہ یہ قافلہ ابھی مکہ نہیں پہنچا تھا کہ اسی زخم سے سرف مقام پر وہ ہلاک ہو گیا۔

(سیرت ابن ھشام غزوۃ احد مقتل ابی بن خلف)

ایک یہودی کی گواہی

پھر ایک یہودی عالم کی آپؐ کی سچائی پر گواہی ہے، جو قیافہ شناس بھی تھا، چہرہ شناس بھی تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپؐ کا استقبال کرنے کے لئے گھروں سے باہر نکل آئے۔ اور یہ صدائیں بلند ہونے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ مَیں بھی لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لئے آیا۔ یہی وہ یہودی عالم تھے۔ جب مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو بغور دیکھا تو مَیں اس نتیجے پر پہنچا کہ آپؐ کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔

(ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع باب نمبر 42)

سامعین / سامعات ! ان تمام گواہیوں کو سامنے رکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ آپؐ سچ بولنے والے اور خدا کے سچے نبی نہیں تھے۔ سوائے اس کے کہ جن کے دل، جن کے کان، جن کی آنکھوں پر مہر لگ چکی ہو، پردے پڑ چکے ہوں اور کوئی نہیں جو یہ باتیں کر سکے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی سچ کو اور حق کو ظاہر کیا اور پھیلایا ہی نہیں بلکہ اپنے ماننے والوں کے دلوں میں بھی پیدا کیا۔ ان کے اندر بھی اس سچائی کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا اور اسی حق بات کہنے اور حق کہنے کی وجہ سے اور حق ماننے کی وجہ سے بہتوں کو شروع زمانے میں اپنی زندگیوں سے ہاتھ بھی دھونے پڑے۔ لیکن یہی ہے کہ ہمیشہ سچ کو سچ کہا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کسی اعلیٰ تعلیم اور اس کے لانے والے کے اعلیٰ کردار کو جانچنے کے لئے اس شخص کی زندگی میں سچائی کے معیار بھی دیکھنا بہت ضروری ہوتا ہے اور یہ معیار ہمیں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب سے بڑھ کر نظر آتے ہیں۔ آپؐ کی سچائی کا معیار بچپن اور جوانی میں بھی انتہائی بلند تھا۔ جس کی ہم نے مختلف واقعات میں گواہی دیکھی ہے۔ دشمن بھی باوجود آپؐ کی تعلیم اور خدا پر یقین نہ ہونے کے آپؐ کی طرف سے کوئی انذار کی بات سن کر، کوئی ڈرانے والی بات سن کر، خوفزدہ ہو جایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر اور آپ کے نقش قدم پر اور آپؐ کی سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ 11/ فروری 2005ء)

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں
محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا
خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریّہ روحانی خزائن جلد نمبر 13 صفحہ نمبر 157 حاشیہ)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی دونوں جہانوں کا امام اور چراغ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی زمین و زماں کا روشن کرنے والا ہے۔ مَیں خوفِ خدا کی وجہ سے اُسے خدا تو نہیں کہتا مگر خدا کی قسم اس کا وجود اہلِ جہاں کے لئے خدا نما ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴾37﴿

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کو نصائح

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ دَائِمًا
فِیْ هٰذِهٖ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ

بھائیو اور بہنو! آج کوشش ہے کہ ربیع الاول کے مبارک مہینہ کی مناسبت سے خاکسار پھول جیسے احمدی بچوں اور بچیوں سے آقا و مولی آنحضور **صلی اللہ علیہ وسلم** کا پیار بھرا سلوک، بچوں کو پیار بھری نصائح اور احمدی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ان سے متعلق نصائح بیان کروں۔

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بازار اور گلیوں میں پھرتے بچوں کو سلام میں پہل کرتے، ان سے پاکیزہ مزاح بھی فرماتے اور ساتھ ساتھ اچھی باتیں بھی بتاتے۔(فضائل نبویؐ)

ایک دفعہ مدینہ کے کچھ بچے ایک درخت کی اوٹ میں چھپ گئے تا وہ اچانک اپنے آقا کو سلام کہہ کر پہل کریں۔ جونہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپؐ بھانپ گئے اور بلند آواز سے ''السلام علیکم'' کہہ کر پہل کی۔ ایک دفعہ حضرت انسؓ کو نصیحت فرمائی کہ اے بچے! گھر میں جاؤ تو پہلے سلام کہا کرو۔ یہ تیرے اور تیرے گھر والوں کے لئے باعث برکت ہے۔(مشکوٰۃ)

آپؐ بچوں کے آرام و سکون کا بھی خیال فرماتے۔ جب نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو مختصر کرتے اور فرماتے یہ بچے پر رحم ہے اور اس کی ماں پر بھی۔

اگر آپؐ کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو وہ بچوں میں تقسیم کر دیتے۔ آپؐ بچوں کو دستر خوان پر شریک کرتے۔ کھانے کے دوران سمجھاتے کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر کھانا شروع کریں۔ دائیں ہاتھ سے کھائیں اور اپنے سامنے سے آہستہ آہستہ کھائیں۔ بچوں کے ساتھ مل کر کھانا کھا رہے ہوتے تو کھانے کے اختتام پر اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ بلند آواز سے کہتے تا بچے بھی شکر الٰہی کی عادت ڈالیں۔

سامعین و سامعات! آپؐ اپنے نوکروں سے کبھی سختی سے پیش نہ آتے۔ نہ ان کو جھڑکتے اور نہ مارتے۔

ایک بدّو سردار نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نواسوں کو چومتے دیکھا تو اس نے کہا کہ میرے 10 بچے ہیں مَیں نے تو کبھی بھی کسی ایک کا منہ نہیں چوما۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر اللہ تمہارے دل سے محبت چھین لے تو مَیں کیا کر سکتا ہوں۔

نیز فرمایا:

اَكْثِرُوْا قُبْلَةَ اَوْلَادِكُمْ فَاِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ قُبْلَةٍ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ (بخاری)

اے لوگو! بچوں کو چوما کرو۔ ان کو چومنے کے بدلے تم کو جنت میں ایک درجہ ملے گا۔

پھر فرمایا:

جو بچوں کے ساتھ رحمت و شفقت کا سلوک نہیں کرتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

سامعین وسامعات! ایک موقع پر آپؐ نے بچوں کو جنت کی خوشبو بھی قرار دیا۔ (ترمذی)

آپؐ اپنے نواسوں کو مسجد میں لے جاتے اور ان کو مسجد کے آداب بھی بتاتے۔

آپؐ نے اپنے نواسوں کے متعلق ایک دفعہ فرمایا کہ اے اللہ! مَیں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور جو ان سے محبت کرے ان سے محبت کا سلوک فرما۔ بلکہ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت حسنؓ کو حضورؐ اپنی ران پر بٹھا لیتے اور فرماتے۔ اے اللہ! مَیں ان دونوں سے پیار کرتا ہوں تو ان سے محبت کر۔ (بخاری)

ایک دفعہ ایک عورت نے اپنے بیمار بچے کے ساتھ حضورؐ کے دربار میں حاضر ہو کر کہا کہ حضور! یہ بچہ بے شمار بیماریوں میں مبتلا ہے دُعا کریں کہ مر جائے تا اسے تکلیفوں سے نجات ملے۔ ماں سے بڑھ کر شفیق وجود نے فرمایا۔ کیا مَیں یہ دعا نہ کروں کہ تیرا بچہ تندرست ہو جائے اور بڑا ہو کر جہاد میں شریک ہو اور شہادت کا درجہ پائے؟ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دفعہ ایک صحابی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضورؐ! میری جھولی میں پرندوں کے دو بچے اور ان کی ماں ہے۔ مَیں نے آج پرندوں کے دو بچوں کو پکڑ کر جھولی میں ڈال لیا تو ان کی ماں سر پر منڈلانے لگی۔ جب مَیں نے جھولی کھولی تو وہ ماں ان بچوں کی محبت میں سیدھی

میری جھولی میں آ گری۔ مَیں نے اس کو بھی بند کر لیا۔ آپؐ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو۔ خدا ان بچوں کی ماں سے بھی زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرنے والا ہے۔ (الادب المفرد)

سامعین و سامعات! حضرت انسؓ آپؐ کے خادم تھے۔ جن سے آپؐ بہت شفقت اور محبت کا سلوک فرماتے۔ آپؓ کہا کرتے تھے کہ 10 سال تک مَیں حضورؐ کی خدمت میں رہا۔ حضورؐ نے مجھے کبھی نہ ڈانٹا، نہ میری کسی کوتاہی، غلطی اور کمزوری پر سرزنش کی۔

ایک دفعہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بچپن میں چوٹ لگ گئی۔ آپؐ خود ان کا خون صاف کرتے جاتے اور فرماتے کہ اگر اسامہ بیٹی ہوتی تو مَیں ضرور اِسے زیور پہناتا (بچیوں سے پیار کا سبق ہے) (مسند احمد)

ایک یہودی لڑکا جو حضورؐ کا خادم تھا ایک دفعہ بیمار ہوا تو حضورؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور حال احوال پوچھا (بخاری) اس میں سبق ہے کہ بلا تمیز مذہب، رنگ و نسل عیادت کرنا بھی سنت رسولؐ ہے۔

ایک جنگ میں مشرکین کے چند بچے مارے گئے۔ حضورؐ کو علم ہوا تو آپؐ کو اِس کا بہت رنج اور دکھ ہوا اور آپؐ صحابہ سے ناراض بھی ہوئے اور فرمایا خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا کی ہی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

بھائیو اور بہنو! یتیم بچے قوم کا نہایت قیمتی خزانہ ہوتا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں ان کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش آنے اور حُسنِ سلوک روا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خود بھی یتیم تھے فرمایا کہ اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ (ترمذی)

کہ مَیں اور یتیم کی پرورش کرنے والا مسلمان جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے جس طرح یہ میری دو انگلیاں (آپؐ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو ملا کر دکھلایا)

پھر فرمایا کہ جو شخص اپنے کھانے پینے میں یتیم کو شامل کرے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ (مسلم)

پھر فرمایا یتیم کا مال کھانا ہلاکت کا موجب بنتا ہے۔ (النسائی)

حضرت انسؓ (خادم رسولؐ) کو نماز پڑھتے دیکھ کر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ''نماز میں اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھا کرو اور اِدھر اُدھر نہ دیکھا کرو۔'' (مشکوۃ)

افلح نامی ایک مسلمان بچہ نماز میں سجدے میں پھونکیں مار رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے افلح! نماز میں پھونکیں نہ مارا کرو۔ منہ کو مٹی لگتی ہے تو لگنے دو۔ (مشکوۃ)

حضرت عبداللہؓ (حضورؐ کے چچازاد بھائی) ایک دفعہ بچپن میں نماز تہجد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا۔ (مشکوۃ) اور یوں خاموشی کے ساتھ بچوں کو امام کے دائیں ہاتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے کی ہدایت فرمادی۔

سامعین و سامعات! عمرؓ نامی ایک بچہ کھانے کے وقت سالن کے پیالے میں اِدھر اُدھر ہاتھ مار رہا تھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ بچے! اللہ کا نام لے کر شروع کیا کرو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھایا کرو۔ (مشکوۃ) یہی ہدایت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ابی سلمہؓ کو بھی ان الفاظ میں فرمائی اُدْنِ یَابُنِ بِسْمِ اللّٰہِ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ (ترمذی) کہ اے بیٹے! قریب آجاؤ اور اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو اور دائیں ہاتھ سے اپنے آگے سے کھاؤ۔

ایک دفعہ ایک بچہ کھجور کے درخت سے کھجوریں گرانے کے لئے پتھر مار رہا تھا۔ آپؐ نے اسے پکڑ کر فرمایا کہ اے بچے! جو کھجوریں از خود گر گئی ہوں ان کو بے شک اُٹھا لیا کرو مگر پتھر نہ مارا کرو۔

ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے بچپن میں صدقہ کی کھجور اُٹھا کر مُنہ میں ڈال لی۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلی سے حضرت حسنؓ کے منہ سے کھجور کو نکال کر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

(مشکوۃ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ جب حضورؐ کے گھر آتیں تو آپؐ احتراماً اُٹھ کر استقبال کرتے۔ خوش آمدید کہتے اور پیشانی پر بوسہ دیتے (الادب المفرد) اور حضورؐ جب بھی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کو اُن کے گھر جا کر ملتے۔ (مشکوۃ)

ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت آئی۔ اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں۔ اور حضرت عائشہؓ کے پاس اس وقت صرف ایک کھجور تھی جو آپؓ نے اس ماں کو دے دی۔ ماں نے اس کے دو ٹکڑے کر کے

آدھی آدھی دونوں بچیوں کو دے دی اور خود نہ کھائی۔ جب حضرت عائشہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا:

عائشہ! جو شخص بھی لڑکیوں کی پیدائش کے ذریعے آزمایا جائے وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔ (مشکوۃ)

گویا بچیوں (جو کل کی مائیں ہیں) کی احسن تربیت جنت کے حصول کا ضامن بنا دیتی ہے۔

بچوں کی تربیت کے حوالہ سے آنحضورؐ کی والدین اور بزرگوں کو نصائح

سامعین و سامعات! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اولاد کے حوالہ سے بعض نصائح فرمائی ہیں۔ جن پر تعمیل ہمارے بہت ہی پیارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر خود بھی فرمائی اور صحابہؓ سے بھی کروائی۔ جیسے اولاد کو دینی تعلیم اور اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنے کے لئے والدین کو یہ دُعا سکھلائی:

قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (ال عمران:39)

اے میرے رب! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریت عطا کر۔ یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔

اولاد ہو جانے کے بعد اولاد کو نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھنے کے لئے یہ دُعا سکھلائی:

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (الاحقاف:16)

اے میرے رب! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کرسکوں جو تُونے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذریت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی پیدائش پر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنے کی تلقین فرمائی۔ جس سے "اُم الصبیان" (اس میں بچوں کو سوکھے کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور بچہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے. عموماً تشنج کا دورہ پڑتا ہے۔) کی بیماری نہیں ہوتی۔ (الجامع الصغیر)

ان الفاظ سے قرآنی تعلیم کا خلاصہ بچے کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے گویا بچے کے دل میں تعلیم کا پختہ نقش قائم ہو جاتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے متعلق فرمایا: اَلْاَذَانُ یَتَرَدَّدُ الشَّیْطٰنُ (بخاری) کہ اذان شیطان کو دھتکار کر دیتی ہے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے خود بعض بچوں کو گھٹی (بعض لوگ اسے گڑھتی بھی کہتے ہیں) دے کر دعا کی تا کہ بچے پر نیک اور اچھا اثر پڑے۔ اسی سنت کے تتبع میں خاندان اور معاشرہ میں نیک صالح شخص سے گھٹی دلوائی جاتی ہے۔

پھر سات دن کے ہونے پر لڑکے کی صورت میں دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی کا ارشاد ہے۔ اگر لڑکا پیدا ہو تو اس کا ختنہ بھی کرایا جائے۔ (زادالمعاد)

جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ اس سے پہلے بچے کو نماز کے الفاظ اور دُعائیں یاد کروادینی چاہئیں اور جب بڑا ہو جائے اور باہر چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے تو پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فحشاء و منکر سے بچانے کے لئے ہدایت دی کہ مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَهُمْ اَبْنَاءَ سَبْعٍ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءَ عِشْرِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔ (ابوداؤد) کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کا حکم دو اگر تین سال کی کوشش کے بعد بھی نماز نہ پڑھے تو اس کو سرزنش کی جائے اور دس سال کی عمر میں اس کو علیحدہ سلائیں اور جب بڑا ہو جائے تو اس کو گھر میں اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو اُسے لا الہ الا اللّٰہ سکھادو...... اور جب دودھ کے دانت گر جائیں تو نماز کا حکم دیں۔ (زاد المعاد)

سامعین و سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے وقت یہ عہد بھی لیتے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو روحانی طور پر قتل نہیں کریں گی اور ان کی احسن طریق سے تربیت کریں گی اور ان کے اخلاق و عادات کو اسلامی شعار کے مطابق ڈھالیں گی۔

حتی کہ حضورؐ نے عورتوں یعنی ماؤں کو ایسی حالت میں روزے رکھنے سے منع فرمایا جب وہ بچوں کو دودھ پلا رہی ہوں یا حاملہ ہوں تا ان کی صحت قائم رہے اور کوئی بُرا اثر بچے کی صحت پر نہ پڑے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق و خلع کو ناپسند فرمایا اور اِسے اَبْغَضُ الْحَلَالِ قرار دیا۔ کیونکہ طلاق یا خلع سے بچے جہاں بٹ جاتے ہیں وہاں ان کی تربیت پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے نئے پھولوں اور کلیوں کی تربیت کے لئے والدین کو ہدایت فرمائی کہ بیٹے کا حق اس کے باپ کے ذمے یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھیں، اس کا عمدہ ٹھکانہ بنائے اور پسندیدہ آداب سکھلائے۔

فرمایا: اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ کیونکہ تمہارا یہ فعل روزانہ ایک صاع صدقہ کے برابر ہے۔

نیز ترمذی کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ یعنی باپ اپنے بیٹے کو نیک آداب سکھانے سے بہتر کوئی چیز نہیں دیتا۔

والدین کو ہی بچوں کی تربیت کے ذمہ دار قرار دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ (بخاری کتاب الجنائز)

کہ ہر بچہ فطرت اسلام (فطرت صحیحہ) پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین ہی اُسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں یعنی بچہ والدین کے نمونہ کو اخذ کرتا ہے۔ بچہ اپنے والدین سے ہی سب سے پہلے سیکھتا ہے اس لئے والدین کو اپنا نمونہ درست رکھنا چاہیے۔

بھائیو اور بہنو! والدین کو ہدایت دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کی ایسے رنگ میں تربیت کرو کہ یہ تین خوبیاں بطور عادت و خصلت ان میں راسخ ہو جائیں۔

- اپنے نبی سے محبت
- اہل بیت سے محبت
- تلاوت قرآن اور اس سے محبت

پھر فرمایا:

اَعِیْنُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلَى الْبِرِّ (الجامع الصغیر ابن سیوطی، ابن ماجہ)

کہ نیکی کے کاموں میں اپنے بچوں کی مدد کیا کرو۔

پھر فرمایا:

دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ كَدُعَاءِ النَّبِيِّ لِاُمَّتِهٖ (الجامع الصغیر ابن سیوطی، ابن ماجہ)

کہ باپ کی دُعا اپنے بچے کے حق میں ایسے ہی مقبولیت کا درجہ رکھتی ہے جیسے نبی کی دُعا اپنی امت کے لئے۔

اپنی اولاد کا واجبی احترام کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَهُمْ (ابن ماجہ)

کہ والدین اپنی اولاد کے ساتھ نرمی و ملاطفت اور درگزر کا سلوک کریں۔ ان کا واجبی احترام کریں اور ان کو آداب سکھلائیں۔

یہی ہدایت ابن ماجہ میں ان الفاظ میں بھی ملتی ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! اپنے بچوں کی عزت کیا کرو کیونکہ ان کی عزت کرنا دوزخ کا پردہ ہے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

آنحضورؐ کے دور کے مسلمان بچوں کے سنہری کارنامے

سامعین وسامعات! بچے قوم کے مستقبل کے معمار ہوتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے اپنے دور کے بچوں کی اس رنگ میں تربیت فرمائی کہ وہ قوم کے رہنما بنے جنھوں نے آنحضور ﷺ سے حاصل کی گئی تربیت کے پیش نظر ایسے جانثار، وفادار اور ایمان دار لوگ پیدا کئے۔ جس کو دیکھ کر اور واقعات سن کر دل عش عش کرتا ہے۔

حضرت عثمانؓ بن العاص

آپؓ نے آنحضور ﷺ کے آخری زمانہ میں اسلام قبول کیا۔ اس وقت آپؓ کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ آپؓ نے اس کم سنی میں ہی اسلامی تعلیمات کا علم حاصل کر لیا کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ”یہ لڑکا تفقہ فی الاسلام اور علم القرآن کا بڑا حریص ہے۔ کم سنی کے باوجود علمی امتیاز کے باعث آنحضور ﷺ نے آپؓ کو بنی ثقیف کا امام مقرر فرمایا تھا“۔ (تہذیب الناس)

حضرت سعدؓ بن زراہ

آپؓ کو آنحضور ﷺ نے بوجہ آپؓ کی علمیت کے بنو نجار کا نقیب مقرر فرمایا۔ آپؓ تمام نقیبوں سے سب سے چھوٹے تھے۔(اسد الغابہ)

حضرت شداد اوسؓ

کم سنی کی عمر میں آپؓ بہت عابد وزاہد تھے، رات کو دیر تک عبادت میں مصروف رہتے۔ بسا اوقات عبادت کر چکنے پر بستر پر جاتے ہی دوبارہ عبادت کے لئے جائے نماز پر حاضر ہو جاتے۔(اسد الغابہ)

حضرت علیؓ

آپؓ کے متعلق حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کَانَ مَا عَلِمْتُ صَابِمًا قَوَّامًا کہ جہاں تک مجھے علم ہے حضرت علیؓ بہت روزے دار اور عبادت گزار تھے۔(ترمذی، کتاب المناقب)

آپؓ بچپن سے ہی آنحضور ﷺ کی محافل عرفان میں شرکت کیا کرتے تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں ”میں جس طرح اونٹنی کا بچہ اُونٹنی کے پیچھے رہتا ہے اس طرح آنحضور ﷺ کے پیچھے رہتا ہوں۔“

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے اپنے خاندان کے افراد کو دعوت پر بُلایا تو آپؐ نے تبلیغ اسلام کرنے کے بعد پوچھا کون ہے جو میرا مددگار و معاون ہو؟ تو حضرت علیؓ نے جن کی عمر 10 سال تھی۔ تینوں بار پوچھنے پر ہر دفعہ اپنا ہاتھ کھڑا کیا کہ میں آپ کا معین و مددگار ہوں۔(طبری)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

آپؓ بچپن میں ہی عبادت گزار تھے۔ رکوع اتنا لمبا کرتے کہ سورۃ البقرہ پڑھی جاسکے اور سجدے میں اس قدر محویت طاری ہوتی تھی کہ چڑیاں آپؓ کی پیٹھ پر بیٹھ جاتی تھیں۔(ابن اثیر)

حضرت انسؓ

خادم رسولؐ حضرت انسؓ جب 8-10 سال کے تھے تو آنحضور ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیجا۔ جب وہ کام کر کے آئے تو گھر جانے میں دیر ہو چکی تھی۔ والدہ نے تاخیر کی وجہ پوچھی تو آپؓ نے والدہ سے کہا کہ حضورؐ نے کسی کام سے بھیجا تھا۔ والدہ نے اس خیال سے کہ کہیں بہانہ نہ ہو کام کی نوعیت پوچھی تو حضرت

انسؓ نے فرمایا۔ والدہ! وہ ایک خفیہ بات تھی۔ خاکسار آپ کو نہیں بتا سکتا۔ یہ سن کر والدہ نے بھی بطور نصیحت تاکیداً کہا کہ بیٹا! پھر کسی اور سے بھی ہر گز ذکر نہ کرنا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

ایک روز قریش کو قرآن کریم کے سنانے کا پروگرام بنا اور اس مشکل کام کو سر انجام دینے کے لئے سوچا جارہا تھا کہ کون یہ خطرناک مگر اہم کام سر انجام دے۔ عبداللہ بن مسعودؓ جو حافظ قرآن تھے نے فوراً اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ کئی صحابہ نے مخالفت کی یہ ابھی بچہ ہے اور ناموزوں ہے کوئی ایسا ہو جو اپنے خاندان کے لحاظ سے ایک مقام رکھتا ہو۔ مگر اگلے روز آپ نے خود ہی قریش کی محفل میں جاکر قرآن سنانا شروع کر دیا۔ تمام مجمع مشتعل ہو گیا اور آپ کو مارنا شروع کر دیا حتی کہ چہرہ متورم ہو گیا اور آپ نے مسلسل قرآن کو جاری رکھا۔ جب واپس آئے تو صحابہ نے کہا کہ یہی ڈر تھا جس کی وجہ سے تمہیں روکتے تھے۔ آپ نے پھر کہا کہ اگر کہو تو کل پھر جاکر سناؤں۔(اسد الغابہ)

حضرت سلمہؓ بن اکوع

ایک دفعہ چند کفار آنحضرت ﷺ کے اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لے کر چل دیئے۔ اتفاق سے ایک ننھے بچے سلمہؓ کی نظر پڑ گئی۔ آپ فوراً پہاڑ پر چڑھ کر مسلمانوں کو پکارنے لگے۔ آپ 12 سال کے تھے۔ بہت تیز رفتار بھاگتے تھے۔ آپ نے اکیلے ہی ڈاکوؤں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ لوگوں نے آپ کو پکڑنے کی کوشش کی۔ آپؓ نے بلند آواز سے کہا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو ہر گز نہیں پکڑ سکتا البتہ میں تم کو پکڑ سکتا ہوں۔ اس طرح آپ نے ڈاکوؤں کو باتوں میں لگائے رکھا اور اس اثناء میں مسلمان وہاں پہنچ گئے اور اونٹ واگزار کروالئے۔

حضرت سہلؓ و سہیلؓ

ہجرت کے بعد آنحضور ﷺ کی مدینہ آمد پر ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضورؐ کا قیام اس کے گھر میں ہو مگر آپؐ کی اونٹنی دو کم سن خوش نصیب یتیم بچوں کی زمین میں جاکر بیٹھ گئی۔ یہ سعادت ان بچوں کے حصہ میں آئی۔ (بخاری)

حضرت اسماء اور حضرت ابو سعید خدریؓ

خادم رسولؐ حضرت اسماء کی عمر 13 سال کی تھی جب وہ میدان جنگ میں حضورؐ کے ساتھ شریک ہوئے اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی عمر بھی یہی تھی جب حضورؐ نے انہیں جنگ میں شامل ہونے کے لئے نہ چُنا تو آپ کے والد نے اپنے اس کمسن بچے کا ہاتھ پکڑ کر آنحضور ﷺ کو دکھلایا کہ دیکھیں حضور! پورے مرد کا ہاتھ ہے۔(بخاری)

اسی طرح جنگ بدر میں ایک بہت ہی کمسن بچہ (برادر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص) بھی لشکر کی تیاری کے وقت اس ڈر سے کہ کہیں ان کو نکال نہ دیا جائے۔ لشکر کے پیچھے چھپ گئے۔ جب آپ کو واپسی کا حکم ملا تو وہ بہت روئے اور چلائے چنانچہ حضورؐ نے ان کے اس جذبہ کو دیکھ کر لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ کو جب تیار کیا گیا تو تلوار اس کمسن سپاہی سے بڑی تھی۔ آپ شامل ہوئے اور جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت معوذؓ اور معاذؓ

جنگ بدر میں دو ننھے بچوں نے ابو جہل کی شناخت کروا کر دیکھتے ہی دیکھتے آناً فاناً قتل کر دیا۔ دشمن خدا ابو جہل نے مرتے ہوئے بڑی حسرت سے کہا کہ میں کمسن لڑکوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔(بخاری)

حضرت رافعؓ

جنگ احد میں حضورؐ نے لشکر کی تیاری کے وقت رافع نوخیز بہادر بچے کو چُنا۔ یہ دیکھ کر ایک اور نوخیز نوجوان نے آگے بڑھ کر حضورؐ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! دونوں میں کشتی میں مقابلہ کروالیں۔ اگر میں نے رافع کو پچھاڑ لیا تو پھر مجھے بھی شامل کر لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس لڑکے کو بھی شمولیت کی اجازت مل گئی۔(ابن ہشام)

حضرت جابرؓ

سات یتیم بہنوں کے بھائی جابرؓ نے بھی حضورؐ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر جھک کر اس قدر عاجزی کے ساتھ جنگ میں شمولیت کے لئے درخواست کی کہ حضورؐ نے ان کو جنگ میں شمولیت کی اجازت دے دی۔

حضرت زیدؓ بن ثابت

حضرت زیدؓ بن ثابت نے گیارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کرتے ہی قرآن شریف نہ صرف پڑھنا شروع کر دیا بلکہ حفظ کرنے کا بھی آغاز کر دیا اور ہجرت مدینہ کے وقت 17 سورتیں حفظ کر چکے تھے۔ آپؓ کی ذہانت اور یادداشت کے پیش نظر حضورؐ نے فرمایا کہ ”میرے پاس سریانی اور عبرانی زبان میں بھی خط آتے ہیں اور یہ زبانیں سوائے یہودیوں کے کوئی اور نہیں جانتا اس لئے تم یہ زبانیں سیکھ لو تا خطوط کا جواب بھی دیا جاسکے۔“ چنانچہ آپؓ نے بہت محنت اور اسی قدر شوق سے یہ زبانیں سیکھیں کہ 15 ہی روز میں خطوط پڑھنے اور ان کے جواب لکھنے پر قادر ہو گئے۔ (مسند احمد)

(نوٹ: اِس تقریر کی تیاری میں لجنہ اماء اللہ کراچی کی شائع شدہ کتاب ”حضرت رسول کریمؐ اور بچے“ سے استفادہ کیا گیا ہے۔)

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام

علیك الصلوٰۃ علیك السلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

﴿38﴾

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشقِ قرآن

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینۃ:3-4)

اللہ کا رسول مُطہّر صحیفے پڑھتا تھا۔ اُن میں قائم رہنے والی اور قائم رکھنے والی تعلیمات تھیں۔

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

معزز دوستو اور بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشقِ قرآن"**

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ آخری مکمل شریعت ہے جو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ یہ کلام حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف صورتوں اور مختلف طریقوں سے لے کر آتے رہے۔ جب غارِ حرا میں پہلی وحی آپؐ پر نازل ہوئی تو آپؐ گھبرا گئے۔ پسینہ سے شرابور ہو گئے کہ فوراً گھر پہنچے اور حضرت خدیجہؓ کو سارا ماجرا سنایا۔ آپؓ بولیں۔

"بخدا اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے اور رشتہ داروں سے حسن سلوک فرماتے ہیں اور غریبوں، ناداروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور معدوم ہو جانے والی نیکیوں کو زندہ کرنے والے ہیں اور سچ بولنے کے نتیجہ میں پیش آنے والی مشکلات کے باوجود حق کے ہی معین و مددگار ہیں اور مہمان نواز بھی ہیں۔"

(بخاری بدء الوحی کیف کان بدء الوحی)

تب حضرت خدیجہؓ آپؐ کو یہودیوں کے راہب ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل نے وحی کے حوالہ سے ساری بات سن کر حضرت محمدؐ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا اور مزید کہا کہ کاش! مَیں اُس وقت زندہ رہوں جب تیری قوم تجھے مکہ سے نکال دے گی۔

سو یہ قرآن کریم کے نزول کا آغاز تھا اور پہلی وحی تھی اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ اور یہ سلسلہ 23 برس تک جاری رہا۔

بھائیو اور بہنو! اس مختصر سی تمہید کے بعد اب ہم تقریر کے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ آپؐ کو اللہ کے اس پاک کلام سے اس قدر محبت تھی کہ آپؐ بڑے پیار کے ساتھ نہ صرف خود اس کی تلاوت فرمایا کرتے بلکہ صحابہؓ سے قرآن کریم سن کر محظوظ بھی ہوا کرتے تھے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ (البینۃ:3-4)

اللہ کا رسول مُطہَّر صحیفے پڑھتا تھا۔ اُن میں قائم رہنے والی اور قائم رکھنے والی تعلیمات تھیں۔

یہ واقعہ تاریخِ اسلام نے اپنے دامن میں تا قیامت محفوظ کر لیا ہے کہ سردارانِ قریش کا نمائندہ عُتبہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھانے کی غرض سے آیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ حٰمٓ السجدہ کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنائیں۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ والی آیت فَاِنِ اسۡتَکۡبَرُوۡا فَالَّذِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّکَ یُسَبِّحُوۡنَ لَہٗ بِالَّیۡلِ وَالنَّہَارِ وَہُمۡ لَا یَسۡـَٔمُوۡنَ پر پہنچے تو عُتبہ بھی بے اختیار آپؐ کے ساتھ سجدہ میں شامل ہو گیا اور کہہ اٹھا کہ خدا کی قسم! مَیں نے آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وہ کلام سنا ہے جو اس سے قبل میں نے کبھی کسی سے نہیں سنا۔

(مستدرك الحاكم جلد 2 صفحہ 278)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی تلاوت نہایت خوش الحانی سے فرمایا کرتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپؐ رُک رُک کر ہر لفظ کو واضح طور پر ادا فرماتے۔ یوں لگتا جیسے آپؐ قرآن کریم کے ہر لفظ پر ساتھ کے ساتھ غور فرماتے جیسے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے دوران رب العالمین، الرحمن اور الرحیم پر رُک رُک کر آگے بڑھتے۔ آپؐ قرآن کریم کے مضامین میں اتنے ڈوب کر غور فرماتے اور تلاوت کرتے کہ

اس کے گہرے اثرات آپؐ کی طبیعت پر نظر آتے جیسے آپؐ نے ایک دفعہ فرمایا کہ سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ سورۃ ہود اور دیگر ایسی سورتیں جن میں انبیاء کی عدمِ اطاعت کی وجہ سے قوموں کی تباہی کا ذکر ہے۔ایسی سورتوں کو خوف کی حالت میں پڑھا کرتے۔ آپؐ سوزوگداز میں ڈوبی ہوئی آواز میں تلاوت فرمایا کرتے۔ کسی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہترین تلاوت کے حوالے سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اُس کی تلاوت سے خشیتِ الٰہی ظاہر ہوتی ہو۔ آپؐ اپنی ذاتی نفلی نمازوں میں لمبی لمبی سورتیں تلاوت فرماتے۔ سورۃ البقرۃ اور سورۃ آلِ عمران ایک ایک رکعت میں تلاوت فرماتے۔ اگر گھر سے کوئی فرد وفورِ شوق سے آپؐ کے ساتھ نوافل میں شامل ہو جاتا تو وہ یا تو درمیان میں نماز ترک کر کے الگ ہو جاتا یا بڑی مشکل سے مکمل کرتا۔

حضرت عوف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ایک رات مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کو عبادت کرنے کی توفیق ملی۔ آپؐ نے پہلی رکعت میں سورۃ البقرۃ اور دوسری میں سورۃ آلِ عمران پڑھی۔ جہاں رحمت کا ذکر آتا وہاں خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ سے رحمت طلب کرتے اور جہاں عذاب کا ذکر آتا وہاں عذابِ الٰہی سے پناہ طلب کرتے۔

(ابوداؤد، کتاب الصلوۃ)

سامعین / سامعات! جو آیات تازہ تازہ نازل ہوئی ہوتیں وہ پیارے حضورؐ کے زیرِ لب رہتیں اور رات کو ان کا تکرار اور دہرائی کرتے رہتے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں رات کو مَیں اکثر آپؐ کی زبانِ مبارک سے اللہ تعالیٰ کی عظمت پر مشتمل آیات پڑھتے سنا کرتی۔ رات کو نماز تہجد کے لئے بیدار ہوتے ہی سورۃ آلِ عمران کی آخری آیات کی تلاوت فرماتے۔

(بخاری کتاب الوضوء)

اسی طرح رات کو بستر پر جاتے ہوئے بھی قرآن کریم کی بعض مخصوص حصوں کی تلاوت آپؐ کا معمول تھا۔ آخری تین سورتوں، آیۃ الکرسی کی تلاوت کر کے ہاتھوں پر پھونکتے اور پھر اپنے جسم پر ان ہاتھوں کو مَل لیتے۔

(بخاری کتاب الدعوت)

مختلف روایات کے مطابق سونے سے قبل سورۃ حٰم السجدہ اور سورۃ الملك (ترمذی کتاب الدعوت) کبھی الحدید، الحشر، الصف، الجمعہ، التغابن اور الاعلیٰ (مسند احمد جلد 4 صفحہ 128) کی تلاوت فرماتے۔

حضرت خبابؓ کے مطابق آپؐ بستر پر جاتے ہوئے سورۃ الکافرون سے آخر قرآن تک تلاوت فرماتے۔ رمضان المبارک میں تو آپؐ کی تلاوتِ قرآن کی عجیب کیفیت ہوتی۔ حضرت جبرائیل کے ساتھ مِل کر سارے قرآن کو دہراتے بلکہ حضرت جبرائیل آپؐ سے قرآن سنا بھی کرتے اور پورے رمضان میں ایک دفعہ دور ضرور مکمل کرتے۔

(بخاری کتاب الفضائل القرآن)

پیارے بھائیو اور معزز بہنو! اگر سورۃ رحمن کے ساتھ آپ کے گہرے جذباتی تعلق کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ تقریر ادھوری رہ جائے گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو یہ سورۃ بہت مزے لے لے کر اور بڑی دلچسپی سے سنایا کرتے تھے۔ اسے آپؐ عُروس القرآن یعنی قرآن کی دلہن کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب صحابہؓ آپؐ سے یہ سورۃ خاموشی کے ساتھ سُن رہے تھے تو سورۃ کے آخر پر آپؐ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مَیں نے ایک قوم جنّ کو یہ سورۃ سنائی تو انہوں نے تم یعنی صحابہؓ سے بہتر نمونہ دکھایا۔ جب بھی مَیں نے فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَان پڑھا تو وہ قوم جواب میں کہتی لَا بشیءٍ مِّنْ نِعْمَتِكَ ربَّنا نُكَذِّبُ وَلَكَ الحمْدُ

(ترمذی کتاب التفسیر القرآن)

کہ اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کو بھی جھٹلاتے نہیں اور سب تعریفیں تیرے لیے ہیں۔

سامعین و سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوتِ قرآن کرنے کے حوالے سے بہت سے واقعات احادیث میں ملتے ہیں۔ ایک واقعہ سنا کر صحابہؓ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن سننے کے واقعات کا تذکرہ کروں گا / گی۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک رات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات بسر کرنے کا موقع ملا۔ آپؐ نے بسم اللہ کی تلاوت شروع کی اور رو پڑے یہاں تک کہ روتے

روتے آپؐ گر گئے پھر 20 بار بسم اللہ پڑھی ہر دفعہ آپؐ روتے روتے گر پڑتے پھر فرمایا کہ وہ شخص بہت ہی نامراد ہے جس پر رحمن اور رحیم خدا بھی رحم نہ کرے۔

(الوفا باحوال المصطفی لابن جوزی صفہ 373)

معزز سامعین / سامعات! قرآن سے عشق اور محبت کا ایک یہ بھی رنگ ہے کہ قرآن کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ خوش الحان لوگوں سے سنا بھی جائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے کہہ کر قرآن سنا کرتے، محظوظ ہوتے آپؐ پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھوں میں آنسوؤں کی تار بندھ جاتی اور بسا اوقات کسی رحمت والی آیت کو بار بار پڑھنے کا فرماتے اور آپؐ اِن قرآنی آیات کے مصداق ٹھہرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وہ ٹھوڑیوں کے بَل روتے ہوئے گر جاتے تھے اور یہ اُنہیں انکساری میں بڑھا دیتا تھا۔

(بنی اسرائیل آیت 110)

اور اللہ نے بہترین بیان ایک ملتی جلتی (اور) بار بار دُہرائی جانے والی کتاب کی صورت میں اتارا ہے۔ جس سے ان لوگوں کی جِلدیں جو اپنے ربّ کا خوف رکھتے ہیں لرزنے لگتی ہیں پھر ان کی جِلدیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف (مائل ہوتے ہوئے) نرم پڑ جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس کے ذریعہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دے تو اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

(الزمر آیت 24)

ایک دفعہ حضرت ابی بن کعبؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہؓ کو نہایت خوش الحانی سے قرآن کی تلاوت سنائی تو سب پر رقت طاری ہو گئی۔ تب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رقت کے وقت دعا کو غنیمت جانو کیونکہ یہ بھی رحمت ہے۔

(تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی سورۃ الرحمن)

ایک دفعہ آپؐ نے ایک شخص کو سورۃ مزمل کی تلاوت کرتے سنا جب وہ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا (سورۃ المزمل: 13) یعنی ہمارے پاس بیڑیاں اور جہنم ہے، پر پہنچا تو آپؐ مدہوش ہو کر گر پڑے۔

(کنز العمال جلد 7 صفحہ 206)

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ کچھ قرآن سناؤ جب وہ سورۃ النساء کی آیت 42 فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا پر پہنچے تو آپؐ ضبط نہ کر سکے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ نکلی۔ آپؐ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا بس کرو۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے، آپؐ کے آپس کے تعلق کی بہت اچھی طرح مثال پیش کی ہے۔ کہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو موتی ہیں جو ایک ہی سیپ سے اکٹھے نکلے ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کو جاننا چاہتے ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھ لو اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں معلومات لینا چاہتے ہو، اگر یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ آپؐ کے صبح و شام اور رات دن کس طرح گزرتے تھے، تو قرآن کریم کے تمام حکموں کو، اوامر و نواہی کو پڑھ لو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سامنے آجائے گی۔"

(خطبہ جمعہ 4 مارچ 2005ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو اقتباسات پیش کرکے میں اپنی گزارشات کو ختم کرتی / کرتا ہوں۔

"خاتم النّبیین کا لفظ جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر بولا گیا، بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں کیونکہ کلام الٰہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوتِ قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے اسی قدر قوت و شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی قوّتِ قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا۔ کیونکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوتِ قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقاماتِ کمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف جو آپ پر نازل ہوا کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ اور جیسے نبوت کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے اسی طرح پر اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپ خاتم النبییّن ٹھہرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 26، ایڈیشن 2003)

فرمایا:

"رسولِ کریم صلیّ اللہ علیہ وسلّم کی قرآنِ کریم سے محبت و عشق کا ہی یہ انداز تھا کہ آپ نے قرآن کریم کو جلدی جلدی پڑھ کر ختم کرنے کو ناپسند فرمایا۔ آپ چاہتے تھے کہ ہم اس کتابِ رحماں کو نہایت پیار سے سنوار کر اور خوش الحانی سے پڑھا کریں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراۃ) حتّٰی کہ آپ نے ایک بار خوش الحانی سے پڑھنے کی اس قدر تاکید کی کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کریم کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراۃ) گویا آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک قرآن کریم کو محبت سے اور خوش الحانی سے پڑھنا بھی ایک طرح کی عبادت تھی جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنے کو ایک طرح کی عبادت قرار دیا ہے۔"

(الحکم 24 مارچ 1903)

الغرض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشقِ قرآن مثالی تھا۔ ہمیں بھی آپؐ کے اسوہ پر چلتے ہوئے قرآن کریم سے اپنی محبت کو بڑھاتے رہنا چاہئے اور رقت اور گداز کے ساتھ اس کی تلاوت کو وطیرہ بنانا چاہئے تاکہ آخری روز ہمارا پڑھا ہوا قرآن کریم ہمارے سامنے پیش ہو جو ہمارے لیے مغفرت کا باعث ہو۔ آمین

قرآں خدا نُما ہے خدا کا کلام ہے
بے اِس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مُسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا، ہمارا چاند قرآں ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

۞۞۞۞

﴿39﴾

عید میلاد النبیؐ کیسے منائیں؟

تِری ایک ایک اَدا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ
تیری ہر آن پہ سو جان سے جاؤں واری
حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ ید بیضا داری
وانچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بھائیو اور بہنو! میری آج کی گزارشات کا عنوان ہے **"عید میلاد النبیؐ کیسے منائیں؟"**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض خدا اور اسکے بندوں کے تعلق کو مضبوط کرنا تھا اور توحید کا قیام کرنا تھا جو مذہب اسلام کی جڑ ہے اور جس کے قیام کے لیے دنیا کے ہر نبی نے سعی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتمام حجت کر دی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کر کے آپؐ نے رہتی دنیا تک اس شریعت، اس کتاب، اس مذہب اور اسکی تعلیمات کو کافی قرار دے گیا تھا۔

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدہ: 4)

ترجمہ: آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے۔

اسی تعلیمات کو از سر نو زندہ کرنے اور دنیا کو اسلام کا اصل اور درست چہرا دکھلانے کے واسطے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اس کی تفصیل بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے۔ لیکن جن کی آنکھوں پر پٹّی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے"۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 14۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

سامعین و سامعات! غیر از جماعت افراد اکثر جماعت احمدیہ کو اس بات کے لیے نشانہ بناتے ہیں کہ ہم عید میلاد النبیؐ انکے طریق پر نہیں مناتے۔ان کی طرح جلوس نہیں نکالتے ان کی طرح گھروں کے باہر ڈھیر لگا لگا کر محفلیں نہیں لگاتے اونچی اونچی آوازوں میں نعتیں قوالیاں چلا کر اہل محلہ کو پریشان کیوں نہیں کرتے۔ حلوے اور انواع واقسام کے پکوان پکوا کر ان پر ختم کروا کر ہمسائیوں میں تقسیم کیوں نہیں کیا جاتا اور اس دن کو عید کے طور پر کیوں نہیں منایا جاتا؟

تو ایک موقع پر جماعت احمدیہ شملہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا کہ عید میلاد کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟اس پر آپؓ نے فرمایا:

"عید میلاد بدعت ہے۔ عیدیں دو ہیں۔ اس طرح تو لوگ نئ نئ عیدیں بناتے جائیں گے اور احمدی کہیں گے کہ مرزا صاحب پر الہام اوّل کے دن ایک عید ہو۔یوم وصال پر عید ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سب سے بڑے محب تو صحابہ تھے۔ انہوں نے کوئی تیسری عید نہیں منائی بلکہ ان کا یہی مسلک رہا کہ

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

اگر عید میلاد جائز ہوتی تو حضرت صاحب (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے محب تھے، وہ مناتے۔ ایسی عید نکالنا جہالت کی بات ہے اور نکالنے والے صرف عوام کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ ان میں کوئی دینی جوش نہیں۔"

(حیات نور باب ہفتم صفحہ 508)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کے بعد اس بات کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ پیسہ اخبار نے عید میلاد منانے کے لیے اس روز تمام مسلمان نہائیں، دھوئیں اور عید منائیں کی تحریک کی تھی تو اِس کے ذکر پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اسلام میں صرف دو ہی عیدیں شارع علیہ السلام نے مقرر فرمائی ہیں۔ یا جمعہ کا دن ہے"

(حیات نور باب ہفتم صفحہ 507)

سامعین وسامعات! مسلمانوں کے زوال کی ایک بڑی وجہ اسلام کی تعلیمات پر عمل نہ کرنا اور دوسرے مذاہب کی دیکھا دیکھی کچھ نئی رسومات اور بدعات کو اسلام کی طرف منسوب کرنا ہے۔ عید میلاد النبی کی تحریک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے جلوس اور حلوے مانڈے، ختم درود بھی وہی بدعات اور بدرسوم ہیں جو خود ساختہ ہیں اور جن کا اسلام سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں۔ عید میلاد النبی منانے کا اسلام کی پہلی تین صدیوں تک کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ حالانکہ ان صدیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اس وقت کے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت رکھتے تھے اور آپؐ کی تمام کی تمام تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی کبھی اس طریق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش نہیں منایا۔ کیونکہ وہ آپؐ کی سنت و احادیث کا مکمل علم رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ آپؐ نے اسلام میں بدعات پیدا کرنے والے کے لیے کیا حکم دیا ہے۔

بدعت کے بارے میں درج ذیل احادیث سے اس کے مکروہ ہونے کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْٓ اَمْرِ ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ (بخاری ومسلم)

جس نے ہمارے اس معاملے (دین) میں کوئی نئی چیز گھڑی تو وہ مردود ہو گی۔

اسی ضمن میں مزید فرمایا:

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ

(ترمذی جلد 2 صفحہ 92۔ ابوداؤد، جلد 2 صفحہ 289)

ترجمہ: تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو۔

بھائیو اور بہنو! ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور سیرت کا ایک ایک لمحہ قابل عمل ہے۔ ان کی اتباع اور پیروی کا نام ہی دین ہے۔ آپ کی سیرت پر عمل کرنے سے ہی انسان رحمت الٰہی کا مورد ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص عبادت و نیکی اور ثواب کی غرض سے کوئی ایسا کام کرے گا جس کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دَور میں نہیں تھا۔ اور خلفائے راشدین کا سنہرا دور بھی اس کام سے خالی نظر آتا ہے

اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہ کام نہیں کرتے تھے۔ آج کوئی شخص اس کام کو نیکی اور دین سمجھتا ہے تو وہ سراسر فریب اور دھوکہ اور غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ وہ کام ثواب اور دین نہیں ہو گا بلکہ بدعت ہو گا۔

اسلام میں آنحضرتؐ کے یوم پیدائش کو ایک رسم اور تہوار کے طور پر منانے کا آغاز

عبداللہ بن محمد بن عبداللہ قداح نامی شخص نے کیا تھا۔ جس کے پیروکار فاطمی کہلاتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مصر میں ان کی حکومت کا زمانہ 362ہجری بتایا جاتا ہے۔

پس سب سے پہلے جن لوگوں نے میلاد النبیؐ کی تقریب شروع کی وہ باطنی مذہب کے تھے اور جس طرح انہوں نے شروع کی وہ یقیناً ایک بدعت تھی۔

کیونکہ تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ کسی صحابیؓ یا تابعی جو صحابہؓ کے بعد آئے، جنہوں نے صحابہؓ کو دیکھا ہوا تھا اِن کے زمانے میں عید میلاد النبیؐ کا ذکر نہیں ملتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اس مسئلہ میں بھی افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے۔ بعض لوگ اپنی جہالت سے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہی حرام ہے۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ)۔ یہ ان کی حماقت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کو حرام کہنا بڑی بے باکی ہے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع خدا تعالیٰ کا محبوب بنانے کا ذریعہ اور اصل باعث ہے اور اتباع کا جوش تذکرہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی تحریک ہوتی ہے۔ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے اس کا تذکرہ کرتا ہے۔“

ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام سے مولود خوانی پر سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ بہت عمدہ ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی یاد سے رحمت نازل ہوتی ہے اور خود خدا نے بھی انبیاء کے تذکرہ کی ترغیب دی ہے۔ لیکن اگر اس کے ساتھ ایسی بدعات مل جاویں جن سے توحید میں خلل واقع ہو تو وہ جائز نہیں۔ خدا کی شان خدا کے ساتھ اور نبی کی شان نبی کے ساتھ رکھو۔ آج کل کے مولویوں میں بدعت کے الفاظ زیادہ ہوتے ہیں اور وہ بدعات خدا کے منشاء

کے خلاف ہیں۔ اگر بدعات نہ ہوں تو پھر تو وہ ایک وعظ ہے۔ آنحضرتؐ کی بعثت، پیدائش اور وفات کا ذکر ہو تو موجب ثواب ہے۔ ہم مجاز نہیں کہ اپنی شریعت یا کتاب بنالیویں“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 159۔160 حاشیہ)

سامعین و سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت کو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اگر بیان کرنی ہے تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن آج کل ہوتا کیا ہے؟ خاص طور پر پاکستان اور ہندوستان میں ان جلسوں کو سیرت سے زیادہ سیاسی بنا لیا جاتا ہے یا ایک دوسرے مذہب پہ یا ایک دوسرے فرقے پہ گند اچھالنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں جو کوئی جلسہ یہ لوگ کرتے ہیں، اس میں یہ نہیں ہوا کہ سیرت کے پہلو بیان کرکے صرف وہیں تک بس کر دیا جائے بلکہ ہر جگہ پر جماعت احمدیہ کے خلاف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر بے انتہا بیہودہ اور لغو قسم کی باتیں کی جاتی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے...... بہر حال خلاصہ یہ کہ مولود کے دن جلسہ کرنا، کوئی تقریب منعقد کرنا منع نہیں ہے بشرطیکہ اس میں کسی بھی قسم کی بدعات نہ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کی جائے۔ اور اس قسم کا (پروگرام) صرف یہی نہیں کہ سال میں ایک دن ہو۔ محبوب کی سیرت جب بیان کرنی ہے تو پھر سارا سال ہی مختلف وقتوں میں جلسے ہو سکتے ہیں اور کرنے چاہئیں اور یہی جماعت احمدیہ کا تعامل رہا ہے، اور یہی جماعت کرتی ہے۔ اس لیے یہ کسی خاص دن کی مناسبت سے نہیں، لیکن اگر کوئی خاص دن مقرر کر بھی لیا جائے اور اس پہ جلسے کیے جائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کی جائے بلکہ ہمیشہ سیرت بیان کی جاتی ہے۔ اگر اس طرح پورے ملک میں اور پوری دنیا میں ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ ہے کہ بدعات شامل نہیں ہونی چاہئیں۔ کسی قسم کے ایسے خیالات نہیں آنے چاہئیں کہ اس مجلس سے ہم نے جو برکتیں پالی ہیں ان کے بعد ہمیں کوئی اور نیکیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ بعضوں کے خیال ہوتے ہیں۔ تو نہ افراط ہو نہ تفریط ہو۔“

(خطبہ جمعہ 13 مارچ 2009ء)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف سال کے سال ایک رسم اور سالگرہ کے طور پر منانے والی چیز نہیں بلکہ اس کو تو اپنی روزمرہ زندگی کے ہر ہر پہلو پر لاگو کرنا چاہیے۔ اسے ہی اپنی زندگی کا نصب العین بنانا چاہیے۔ سال کے سال جیسے دیگر مذاہب کے لوگ سالگرہ یا کوئی خاص دن مناتے ہیں کہ کیک کاٹے جارہے ہیں بے تحاشا روپیہ پیسہ آرائش وزیبائش پر خرچ کیا جاتا ہے اور ان سب کے بعد کسی کو اسکی اگلی زندگی سے کچھ غرض نہیں ہوتی۔ یہ فادر ڈے، مدرز ڈے اور اسی طرح کے دوسرے دن منائے جاتے ہیں لیکن انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے پورا سال ان میں سے کسی انسان سے رابطہ نہیں کیا اسے کوئی اہمیت نہیں دی تو کم از کم اس ایک مخصوص دن اسے خاص محسوس کرا دیا جائے۔ تو کیا ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ پورا سال تو نہ آپ کی ذات اقدس پر درود بھیجے نہ آپ کی کسی تعلیم پر عمل کرے نہ آپ کی شان میں کوئی جلسہ منعقد کروائے اور نہ ہی ایسی کسی پاک محفل میں جہاں اس محبوب خدا کا ذکر ہو رہا ہو شرکت کرے اور محض رسم کے طور پر بارہ ربیع الاول کو آپ کی پیدائش کی خوشی وہ بھی غیر شرعی انداز میں منا کر ڈھول تاشے بجا کر دوسرے مذاہب کی تحقیر کر کے کیک پر آپ کے نعلین مبارک کا عکس بنا کر پھر اسے کاٹ کر یہ اپنے عاشق ہونے کا ثبوت دے رہا ہے۔

سالگرہ منانے کے بارے میں خلفائے احمدیت کی کیا تعلیمات ہیں

سامعین وسامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے ایک خاتون نے یہ سوال کیا کہ ہم لوگ برتھ ڈے پارٹی یعنی سالگرہ کی تقریب کیوں نہیں مناتے؟

جواباً حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:

”ایک احمدی کے لیے ہر طرزِ عمل میں رہنمائی حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک سے ملتی ہے۔ چنانچہ پتہ چلتا ہے کہ نبی کریمؐ نے کبھی اپنی سالگرہ نہیں منائی۔ قطعی طور پر یہ بھی ثابت ہے کبھی کسی نبی نے اپنی سالگرہ نہیں منائی۔ کبھی کسی صحابی نے اپنی یا اپنے بانی مذہب کی سالگرہ نہیں منائی۔ بائبل میں کہیں یہ ذکر نہیں ملتا کہ بنی اسرائیل کے کسی نبی یا خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برتھ ڈے منائی گئی ہو۔ حضرت نبی کریمؐ کے صحابہؓ آپ ﷺ ہی سے تربیت یافتہ تھے اور کسی سے بھی زیادہ آنحضرت ﷺ سے زیادہ

محبت کرتے تھے۔ انہوں نے اس شدید محبت کے باوجود کبھی حضرت نبی کریمؐ کی سالگرہ نہیں منائی۔ نہ صحابہ نے نہ تابعین نے اور نہ تبع تابعین نے...‘‘

(الفضل 14/ فروری 1994ء صفحہ 2)

سامعین و سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ایک طفل نے دریافت کیا کہ کیا ایک مسلمان کے لیے سالگرہ منانا مناسب ہے؟

حضور انور نے فرمایا:

’’احمدی مسلمان بچے ہوتے ہوئے تم اپنے گھروں میں اپنی سالگرہ منا سکتے ہو لیکن دوسروں کو بلا کر پیسے ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنی فیملی کے ساتھ بیٹھ کر کچھ میٹھا بنا کر اچھا وقت گزار سکتے ہو۔ لیکن بہت سے لوگوں کو بلانا اور فضول خرچی کرنا، اس کی اجازت نہیں ہے۔ ہم آنحضرت ﷺ کی سالگرہ کبھی نہیں مناتے نہ ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی، نہ ہی کسی اور فردِ واحد کی۔ تو اگر تم آنحضرت ﷺ کی سالگرہ نہیں مناتے تو پھر ہماری اپنی سالگرہ منانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لیے تم اپنی فیملی کے افراد کے ساتھ منا سکتے ہو اور تمہاری امی تمہارے لیے کچھ اچھا کھانا بنا سکتی ہیں، جیسے کیک یا پیسٹری یا کچھ میٹھا یا جو بھی تمہیں پسند ہو۔‘‘

(ملاقات نیشنل مجلس عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ گیمبیا منعقدہ مؤرخہ 23/ مئی 2021ء)

پھر ایک اور موقع پر نائب مہتمم مال صاحب انڈونیشیا نے سوال کیا کہ ہم برتھ ڈے کیوں نہیں مناتے؟ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ہم برتھ ڈے نہیں مناتے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برتھ ڈے بھی نہیں مناتے بلکہ جلسہ سیرت النبیؐ کرتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’اگر کوئی مجھے یاد کروادے کہ آج میری برتھ ڈے ہے تو میں دو نفل ادا کرتا ہوں اور صدقہ دیتا ہوں اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے زندگی دی اور خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق دی ہے اور دعا کرتا ہوں کہ آئندہ اللہ کا فضل ہمیشہ شامل حال رہے۔‘‘

حضور انور ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز نے مزید فرمایا:

”برتھ ڈے کے موقع پر موم بتیاں جلانا، کیک کاٹنا اور دعوتوں پر رقم خرچ کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ یہ رقم غرباء کو صدقہ میں دے دو، چیرٹی آرگنائزیشن ہیں انکو دے دو وہ غریبوں کی مدد کرتی ہیں انکے کام آجاتے ہیں، ہومیونیٹی فسٹ ہے اُس کو بھی دے سکتے ہو تو اس طرح رقم ادھر ادھر ضائع کرنے کی بجائے غرباء کے کام آجائے گی تو خدا کی رضا کی خاطر یہ کام کر کے ہم اپنی برتھ ڈے مناسکتے ہیں۔“

میٹنگ کے آخر پر صدر صاحب سنگاپور نے بتایا کہ برتھ ڈے کے ذکر سے مجھے یاد آیا کہ آج میری برتھ ڈے ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ دو نفل پڑھو اور صدقہ دو اور اپنی عاملہ کو ساتھ لے کر میرے ساتھ تصویر بنواؤ۔

(الفضل انٹرنیشنل 13 اکتوبر 2013ء تا 18 اکتوبر 2013ء)

بھائیو اور بہنو! پاکستان میں رہنے والے اس بات کے گواہ ہیں کہ کچھ سالوں سے 12 ربیع الاول کے موقع پر گھروں کے باہر کھلونے سجا کر مختلف ڈیزائن بنا کر اونچی اونچی آواز میں گانے بجا کر مخلوط محافل میں باقاعدہ ناچ گانا تک کیا جاتا ہے اس طرح کی مختلف وڈیوز وقتاً فوقتاً سوشل میڈیا پر گردش کرتی بھی دکھائی دیتی ہیں۔ اور اس پر یہ لوگ جماعت احمدیہ پر انگلیاں اٹھاتے ہیں کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ہم عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں یا ہمیں آپ سے پیار نہیں ہے۔

یہ بات درست ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سالگرہ نہیں مناتے کیونکہ ہم آپ ﷺ کی بابرکت زندگی کی خوشی مناتے ہیں ہم آپ کی ﷺ شان میں جلسہ جات کا انعقاد کرتے ہیں جہاں ہر دوسرا شخص اپنی قابلیت اور علمی صلاحیت کے مطابق اپنی محبت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ درود وسلام کے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں جو محبین کی دل کی گہرائیوں سے نکلتے ہیں اور اُنکی پُرنم آنکھیں اس عشق کو چھپانے میں ناکام ہو جاتی ہیں جو جماعت احمدیہ کے افراد کے رگ وریشے میں سمایا ہوا ہے۔

کرائے کے قوال اور نعت خواں بلا کر اُن پر پیسے نچھاور نہیں کیے جاتے بلکہ اپنے دلی جذبات بیان کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہی ہماری تعلیم ہے۔ یہی ہمارے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ہمیں سکھلایا اور یہی

خلفائے احمدیت اپنے خطابات میں بتاتے رہے ہیں۔ میلاد النبی ﷺ کو صحیح طور پر منانے کی بابت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ 13/ مارچ 2009ء میں فرماتے ہیں کہ:

”بعض لوگ جو ہمارے معترضین ہیں، مخالفین ہیں، ان کا ایک یہ اعتراض بھی ہوتا ہے۔ مجھے بھی لکھتے ہیں، احمدیوں سے بھی پوچھتے ہیں کہ احمدی کیوں یہ دن اہتمام سے نہیں مناتے؟... اصل میں احمدی ہی ہیں جو اس دن کی قدر کرنا جانتے ہیں“

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کے دور خلافت میں جب ایک دشمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ”رنگیلا رسول“ کے نام سے ایک نہایت قابل اعتراض کتاب شائع کی تو اس وقت آپ رضی اللہ تعالی نے بجائے اسکے کہ توڑ پھوڑ یا ہنگامے مچانے کے لیے جلسے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کرنے کی طرف توجہ دلائی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اس طور پر بیان کیا جائے کہ سب معاندین رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپکی خوبیوں کے قائل ہو جائیں اور یہی جماعت احمدیہ کا مشن ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”لوگوں کو آپ ﷺ پر حملہ کرنے کی جرأت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی زندگی کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں یا اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں دوسرے لوگ ناواقف ہیں اور اس کا ایک ہی علاج ہے جو یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سوانح پر اس کثرت سے اور اس قدر زور کے ساتھ لیکچر دیے جائیں کہ ہندوستان کا بچہ بچہ آپؐ کے حالات زندگی اور آپ ﷺ کی پاکیزگی سے آگاہ ہو جائے اور کسی کو آپ ﷺ کے متعلق زبان درازی کرنے کی جرأت نہ رہے۔“

(الفضل 10 تا 13 جنوری 1928ء بحوالہ خطباتِ محمود جلد 11 صفحہ 271)

اس کے بعد سے جماعت احمدیہ مسلمہ تو باقاعدہ سیرت النبی ﷺ کے جلسے منعقد کرتی ہے۔ آپ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ مراد ہیں) نے جو چار پانچ نکات دیئے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ بجائے صرف 12/ ربیع الاول کے سارا سال مختلف وقتوں میں سیرت کے جلسے ہونے چاہئیں۔

(خطبہ جمعہ 16/ دسمبر 2016ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 31)

اسی تناظر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک شخص نے سوال کیا تو اس کو آپؑ نے خط لکھوایا اور فرمایا کہ میرے نزدیک اگر بدعات نہ ہوں اور جلسہ ہو اس میں تقریر ہو، اس میں آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان کی جاتی ہو، آنحضرت ﷺ کی مدح میں کچھ نظمیں خوش الحانی سے پڑھ کے سنائی جائیں وہاں تو ایسی مجلسیں بڑی اچھی ہیں اور ہونی چاہئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح اپنی اس عشق و محبت کی جو محفلیں ہیں ان کو سجانا چاہتے ہیں یا اس بارہ میں ذکر کرنا چاہتے ہیں، فرماتے ہیں: "خدا فرماتا ہے اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ (آل عمران: 32)" کہ اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ یہ قرآن کریم کی آیت ہے۔ فرمایا کہ "کیا آنحضرتؐ نے کبھی روٹیوں پر قرآن پڑھا تھا؟" (آج کل کے یہ مولوی مجلسیں کرتے ہیں۔ محفلیں کرتے ہیں تو اس قسم کی بدعات کرتے ہیں کہ اس کے بعد روٹیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ قرآن پڑھا گیا تو یہ مولود کی روٹی ہے۔ بڑی بابرکت روٹی ہو گئی۔ تو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اللہ سے محبت کرنی ہے تو آنحضرت ﷺ کی پیروی کرو اور آنحضرت ﷺ کی اگر پیروی کرنی ہے تو کیا کہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے کبھی روٹیوں پر قرآن پڑھا؟)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "اگر آپ ﷺ نے ایک روٹی پر پڑھا ہوتا تو ہم ہزار پر پڑھتے۔ ہاں آنحضرت ﷺ نے خوش الحانی سے قرآن سنا تھا اور آپ اس پر روئے بھی تھے۔ جب یہ آیت وَ جِئۡنَا بِکَ عَلٰی ھٰۤؤُلَآءِ شَھِیۡدًا (النساء:42)" (اور ہم تجھے ان لوگوں کے متعلق بطور گواہ لائیں گے۔)

قرآن سنا ضرور کرتے تھے اور اس پر آپ ﷺ جب یہ آیت آئی کہ آپ ﷺ گواہ ہوں گے تو آپ ﷺ اس پر رو پڑے۔ یہ رونا اصل میں آپ ﷺ کی عاجزی کا انتہائی مقام اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح یہ مقام آپ ﷺ کو عطا فرمایا)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اس سے "آپ ﷺ روئے اور فرمایا بس کر مَیں اس سے آگے نہیں سن سکتا۔ آپ ﷺ کو اپنے گواہ گزرنے پر خیال گزرا ہو گا"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 162)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''ہمیں خود خواہش رہتی ہے کہ کوئی خوش الحان حافظ ہو تو قرآن سنیں''۔ یہ ہے اتباع آنحضرت ﷺ کی۔ پھر لکھتے ہیں کہ ''آنحضرت ﷺ نے ہر ایک کام کا نمونہ دکھلا دیا ہے وہ ہمیں کرنا چاہیے۔ سچے مومن کے واسطے کافی ہے کہ دیکھ لیوے کہ یہ کام آنحضرتؐ نے کیا ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں کیا تو کرنے کا حکم دیا ہے یا نہیں؟ حضرت ابراہیمؑ آپؐ کے جدامجد تھے اور قابل تعظیم تھے۔ کیا وجہ کہ آپ ﷺ نے ان کا مولود نہ کروایا؟''

آنحضرت ﷺ نے ان کی پیدائش کا دن نہیں منایا۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 162)

تو یہ تعلیمات ہیں جن پر ہمیں عمل کرنا ہے اور بے شک اسی میں تمام برکات ہیں۔

ہمارے پیارے امام زماں حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت کو میلاد النبی ﷺ منانے کے درست طریق بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پس آج اگر حقیقی خوشی منانی ہے تو پھر آپ کے اُسوہ پر عمل کر کے منائی جا سکتی ہے جہاں عبادتوں کے معیار بھی بلند ہوں۔ جہاں توحید پہ بھی کامل یقین ہو اور اعلیٰ اخلاق کے معیار بھی بلند ہوں۔ اگر یہ نہیں تو ہم میں اور غیر میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ہم عمل نہیں کر رہے تو وہ لوگ جو بکھرے ہوئے ہیں اور عارضی لیڈر اور نام نہاد علماء کے پیچھے چل کر لوگوں کے لئے تنگیوں کے سامان کر رہے ہیں ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو سامنے رکھیں۔ اللہ کرے کہ اس کی ہم سب کو توفیق ملے''

(خطبہ جمعہ یکم دسمبر 2017ء)

سامعین وسامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گلشنِ وقفِ نَو (خُدّام) کلاس منعقدہ مؤرخہ 10/اپریل 2011ء میں عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے فرمایا جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ ہم عید میلاد النبی ﷺ اس طرح تو نہیں مناتے کہ حلوے، مانڈے بانٹے جائیں اور جلوس نکالے جائیں۔ دو مختلف فرقوں کے جُلوس نکل رہے ہوں۔ آپس میں clash ہو جائے تو لڑائیاں ہو

جائیں۔ قتل ہو جائے، جس طرح بعض جگہوں پہ ہوتا ہے۔ لیکن ہم بعض معاملات میں زیادہ ہی rigid ہو گئے ہیں کہ شاید عید میلاد النبی ﷺ منانا بالکل غلط ہے اور خدانخواستہ گناہ والی بات ہے۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ قادیان میں عید میلاد النبی ﷺ، عید والے دِن منائی جاتی تھی۔ 1933ء کی رپورٹس میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ باقاعدہ ایک جُلوس procession ہوتا تھا۔ چراغاں بھی ہوا کرتا تھا۔ گھروں میں لوگ لائٹیں بھی لگایا کرتے تھے۔ ربوہ میں بھی ہوتا رہا ہے۔ بعض دفعہ قادیان میں جھنڈیاں بھی لگائی جاتی تھیں۔

ایسی چیزیں جو بِدعت بن جائیں، نئ نئ باتیں ہو جائیں وہ تو منع ہیں لیکن یہ کہنا کہ بالکل ہم منا ہی نہیں سکتے (یہ غلط ہے)۔

اگر کہیں ایسا ماحول ہو جو غیروں کا ماحول ہو اُن میں اگر آنحضرت ﷺ کی پیدائش کا اِظہار کرنا ہو، کیونکہ آپؐ کی پیدائش بھی حضرت ابراہیمؑ کی ایک پیشگوئی کے مطابق تھی اُس لحاظ سے بھی منایا جاسکتا ہے۔

پھر سیرت النبی ﷺ کے حوالہ سے بھی منایا جاسکتا ہے۔ لیکن اُس میں ایسی باتیں پیدا کر لینا جس کا اسلام کی تعلیم سے تعلق نہیں وہ غلط ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ مسجد اقصیٰ ربوہ میں میلاد النبیؐ کے حساب سے جلسے بھی ہوتے تھے۔ چراغاں بھی ہوتا تھا۔ قادیان میں بھی ہوتا تھا۔ مَیں ایک غلط فہمی کو remove کرنا چاہتا تھا کہ ایسا بھی نہیں ہے کہ خدانخواستہ ہم سیرت النبیؐ، میلاد النبیؐ منالیں گے تو گناہ ہو جائے گا۔ بعض حالات میں بعض لوگوں کو بعض ملکوں میں دِکھانے کے لیے منائی بھی جاتی ہے۔

قادیان میں بھی 1928ء میں بھی 1933ء میں بھی اُس کے بعد میں بھی مختلف جلسوں کی رپورٹس الفضل میں ملتی ہیں کہ عید میلاد النبیؐ منائی گئی۔ سیرت النبیؐ کے جلسے کیے گئے۔ جُلوس بھی نکلا بازاروں میں اور پھر جلسے ہوئے۔ لڑائیاں نہیں ہوئیں جیسے آج کل ہوتی ہیں۔ اسی طرح ربوہ میں بھی لوگ چراغاں کرتے تھے، گھروں کو سجاتے تھے۔

(ماخوز از گلشنِ وقفِ نَو، خُدّام منعقدہ مؤرخہ 10/ اپریل 2011)

بھائیو اور بہنو! خدا کرے کہ ہم صحیح معنوں میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا حق ادا کر سکیں اور آپ کی ﷺ پاکیزہ حیات پر عمل کر کے دنیا کو آپ ﷺ سیرت کا وہ پہلو دکھا سکیں جن کو ان نام نہاد مسلم علماء نے بگاڑ دیا ہے اور جس حسین تعلیم سے روگردانی کر کے آج مسلم امہ تباہی اور بربادی کے عمیق گڑھے میں گرتی جارہی ہے۔ کاش کہ ہر مسلمان اس بات کا ادراک کر سکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف پیدائش کی ہی خوشی نہ منائی جائے بلکہ آپ کی کامیاب و کامران زندگی کے ایک ایک دن کی خوشی منائے جائے۔ آپ کی سیرت پر عمل کر کے آپ پر درود بھیج کر اپنے زندگیوں کو اس قالب میں ڈھال کر جیسا آپ ﷺ اپنے امتی سے چاہتے تھے۔ تب ہم میلاد النبی ﷺ کا حق ادا کر سکیں گے۔ اور صحیح معنوں میں آپ کی پیدائش کی خوشی منانے والے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثمّ آمین

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے روح القدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدادانی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

تیار کردہ

(صدف علیم صدیقی۔ کینیڈا)